قرآنی عربی پروگرام

اس ماڈیول کے اختتام پر انشاء اللہ آپ ڈکشنری کی زیادہ مدد لیے بغیر اسلامی لٹریچر
میں استعمال ہونے والی عربی کافی حد تک سمجھنے کے قابل ہو جائیں گے۔

ماڈیول AT11: عربی متن

ٹیکسٹ بک

محمد مبشر نذیر۔ محمد شکیل عاصم

www.islamic-studies.info

فہرست

اس سبق میں ہم احادیث کی جرح و تعدیل کے اصولوں کا عملی اطلاق کریں گے۔ اس مقصد کے لئے ہم ناصر الدین البانی (م ۱۹۹۹ء) کی کتاب کے کچھ اقتباسات کا مطالعہ کریں گے۔ ہم نے جان بوجھ کر ایسی ضعیف یا جعلی احادیث کا انتخاب کیا ہے جو عوام میں مشہور ہیں۔

تعمیر شخصیت
جب خوشی کا ایک دروازہ بند ہوتا ہے تو دوسرا کھل جاتا ہے۔ لیکن اکثر ہم بند دروازے پر افسوس میں اتنے مشغول ہوتے ہیں کہ کھلے دروازے کو دیکھ نہیں پاتے۔

13 – أهلُ الشامِ[1] سوطُ الله في أرضِه ينتقِمُ بِهِم مِمّن يشاءُ مِن عبادِه، و حرامٌ على منافِقيهم أنْ يظهَرُوا على مؤمِنيهم. و لا يَمُوتوا إلا غمًّا و هَمًّا.

ضعيف. أخرجه الطبْراني [2] في 'الْمُعجَمِ الكبِيْر' (4163) مِن طريقَيْن: عن الوليدِ بنِ مسلم عن محمد بن أيوب بن ميسرةَ بن حلبس عن أبيه عن خريم بن فاتك الأسديِّ صاحبِ رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه سَمِعَ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم يقول: فذكره.

وهذا إسنادٌ ظاهرُه الصحةُ و لعلّه لذلك احتجَّ به شيخُ الإسلام ابن تيمية [3] في فصلٍ له في 'فضائل الشام' (ق 259 / 1 من مسودته) و ليس بصحيحٍ فإنّ له علّتَيْن:

الأولى: عَنْعَنْةُ [4] الوليدِ فإنّه يُدَلِّسُ تدليسَ التَسوِيَةِ. قال الذهبِي في 'الميزان': إذا قال الوليد: عن ابن جريج أو عن الأوزاعى فليس بِمُعتمَدٍ لأنّه يدلّس عن كذّابِيْنَ. فإذا قال : حدّثنا فهو حُجَّةٌ و قال الحافظ في 'التقريب' : هو ثقةٌ لكنّه كثيْرُ التدليسِ و التسويةِ.[5]

الأُخرى: الوقفُ [6]. فقَد رواه موقوفًا هيثم بن خارجة قال: حدثنا محمد بن أيوب به موقوفًا على خريْم.

(۱) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شام کے بعض متعصب لوگوں نے عراقیوں پر اپنی فضیلت کے اظہار کے لئے یہ حدیث گھڑی۔ (۲) طبرانی (م ۳۶۰ھ) مشہور محدث ہیں۔ انہوں نے **المعجم الکبیر** کے نام سے احادیث کا بڑا مجموعہ لکھا۔ (۳) ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ) شام کے ایک بڑے عالم تھے۔ (۴) عنعنہ ایسی حدیث کو کہتے ہیں جو لفظ 'عن' کے ساتھ روایت کی گئی ہو۔ چونکہ یہ عمومی لفظ ہے، اس لئے اس سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ راوی نے اس حدیث کو خود سنا ہے یا وہ سنے بغیر ہی روایت کر رہا ہے۔ (۵) تدلیس کا مطلب ہے کہ لفظ 'عن' استعمال کر کے ناقابل اعتماد راوی کا نام چھپایا جائے۔ اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ حدیث کو قابل قبول بنایا جائے۔ اگر کوئی شخص تدلیس کے لئے مشہور ہو تو اس کی عنعنہ روایتوں کو قبول نہیں کیا جاتا ہے۔ (۶) وقف کا مطلب ہے کہ سند ٹوٹی ہوئی ہے یعنی کسی شخص پر پہنچ کر سند ختم ہو جاتی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک متصل نہیں ہے۔

أخرجه أحْمد (3 / 498) و سندُه صحيح، و أوهَمَ ابنُ تيمية أنّه مرفوعٌ و ليس كذلك. و الحديثُ أوردَهُ الْمُنذَرِيُّ في 'الترغيب و الترهيب' (4 / 63) و قال : رواه الطبَرانِيّ مرفوعًا و أحْمد موقوفًا و لعلّه الصواب، و رواتُهما ثقات.

17 – 'مَن أذنَبَ و هو يَضحَكُ دخل النارَ و هو يُبكِي.'[1]

موضوع. أخرجه أبو نعيم[2] أيضا (4 / 96) من طريق: عمر بن أيوب حدثنا أبو إبراهيم الترجُمان حدثنا محمد بن زياد اليشكري بإسناده المتقدم.

و هو من الأحاديث التي سَوَّدَ بِها السيوطي أيضا كتابه 'الجامع الصغير' و قال: شارِحُهُ المناوي: و فيه عمر[3] بن أيوب قال الذهبِي : جَرَحَهُ ابنُ حبّانَ.

قلتُ: و عمرُ هذا الظاهرُ أنّه الْمُزنِي[4] وهاه الدارقطنِي كما في 'الميزان' و 'لسانه' فالحمل في الحديث على اليشكري أولى . ثُم رأيتُه في 'الحلية'[5] (6 / 185) عن بكر بن عبد الله المزني من قوله و هو الأشبه . و من أحاديثُ هذا الكذّاب أيضا .

36 – 'حبُّ الوطنِ مِن الإيْمان.'[6]

موضوعٌ. كما قال الصغانِي (ص 7) و غيْرُه. و معناه غير مستقيم إذ إنّ حبَّ الوطن كحب النفس و المال و نَحوه ، كل ذلك غريزيٌّ في الإنسان لا يُمدَحُ بِحبّه و لا هو من لوازمِ الإيْمانِ. ألا تَرَى أنّ الناسَ كلّهم مشتركون في هذا الْحُبّ. لا فرقَ في ذلك بين مؤمنِهم و كافرهم؟

(۱) یہ حدیث لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے لئے وضع کی گئی تھی۔ (۲) ابو نعیم (م ۴۳۰ھ) محدث ہیں۔ (۳) ایک مشہور کذاب جو احادیث وضع کرتا تھا۔ (۴) قبیلہ بنو مزینہ سے تعلق رکھنے والا۔ (۵) ابو نعیم کی کتاب 'حلیۃ الاولیاء'۔ (۶) یہ حدیث کسی قوم پرست نے وضع کی ہے۔ البانی نے اسے عقلی بنیادوں پر مسترد کیا ہے۔ ہر مسلم اور غیر مسلم اپنے وطن سے محبت کرتا ہے۔ اس کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔

مرفوعًا	جس کی سند نبی تک پہنچتی ہو	موضوع	گھڑی ہوئی، وضع کی گئی، جعلی	غريزيٌّ	جبلت سے متعلق
موقوفًا	جس کی سند صحابی تک پہنچتی ہو	جَرَحَهُ	اس نے اس پر تنقید کرکے اسے ناقابل اعتماد قرار دیا		

کیا آپ جانتے ہیں؟ حدیث کے مستند ہونے کو چیک کرنے کا طریق کار یہ ہے:

- سب سے قبل حدیث کی سند کو پرکھیے اگر صحیح السند ہو تو پھر اس کے معانی میں غور کیجیے۔ اگر یہ واضح طور پر قرآن مجید، دیگر صحیح احادیث یا عقل عام کے خلاف ہو، تو اسے قبول نہیں کیا جا سکتا۔ ایسی صورت میں ضرور کسی راوی سے بات کو روایت کرنے میں غلطی ہوئی ہوتی ہے۔ اگر حدیث میں ایسی کوئی بات نہ ہو تو پھر اگلے مراحل پر عمل کیا جاتا ہے۔
- اس بات کا جائزہ لیجیے کہ اس حدیث پر پہلے بھی کبھی کسی نے تحقیق کی ہے۔ اگر کوئی تحقیق پہلے سے موجود ہو تو پھر حدیث کے مستند ہونے یا نہ ہونے کا تعین کرنا آسان کام ہے۔
- اگر اس سے پہلے حدیث پر تحقیق نہ ہوئی ہو تو پھر آپ کو تحقیق کرنا ہو گی۔ سب سے پہلے تو حدیث کی مختلف کتابوں میں اس حدیث کے طرق تلاش کیجیے۔ طرق سے مراد اس کی مختلف اسناد ہیں۔
- حدیث کے راویوں کی ایک فہرست تیار کیجیے۔
- جرح و تعدیل کی کتابوں میں سے ہر راوی کے حالات زندگی نکال کر دیکھیے اور یہ بھی دیکھیے کہ ائمہ جرح و تعدیل کی اس راوی کے بارے میں کیا رائے ہے؟ اگر کسی سند میں ایک راوی بھی ناقابل اعتماد ہے تو وہ پوری سند ہی ضعیف قرار پائے گی۔ اگر اس حدیث کی ہر ہر سند میں کوئی ضعیف راوی موجود ہے تو یہ تمام اسناد ضعیف قرار پائیں گی۔ اگر یہ ضعف شدید نہ ہو تو مختلف ضعیف سندیں مل کر حدیث کو 'حسن لغیرہ' کے درجے تک پہنچا دیتی ہیں۔

محدثین عام طور پر پہلے مرحلے کے علاوہ باقی مراحل سر انجام دیتے ہیں۔ وہ یہ کام فقہاء کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔

کیا آپ جانتے ہیں؟ جھوٹی حدیث گھڑ کر اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنا ایک بہت بڑا گناہ ہے۔ بدقسمتی سے بہت سے لوگوں نے مختلف وجوہات کی بنیاد پر یہ گناہ کیا۔ ان میں سے اہم وجوہات یہ ہیں:

- بعض لوگ اپنے فرقے کے عقائد و نظریات کو پھیلانے کے لئے حدیث وضع کیا کرتے تھے۔
- بعض لوگوں نے اسلام مخالف نظریات کو اسلام میں داخل کرنے کے لئے احادیث وضع کیں۔
- بعض مصلحین لوگوں کو نیک اعمال جیسے تلاوت، ذکر وغیرہ کی ترغیب دلانا چاہتے تھے۔ چونکہ احادیث سے لوگوں کو آسانی سے نیکی کی طرف مائل کیا جا سکتا تھا، اس وجہ سے انہوں نے احادیث گھڑنا شروع کر دیں۔
- مخصوص شخصیات کی عقیدت میں احادیث وضع کی گئیں۔
- بعض افراد نے حکمت و دانش کی باتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیں۔
- بعض لوگوں نے اپنی پراڈکٹس کی مارکیٹنگ کے لئے احادیث وضع کیں۔
- بعض افراد نے کسی گروہ یا قوم کے حق میں یا اس کے خلاف لوگوں کے جذبات بھڑکانے کے لئے احادیث وضع کیں۔

24 – 'مَن خَرَجَ من بيتِه إلى الصلاةِ فقال: اللّهم إنّي أسأَلُك بِحقِّ السائلِيْنَ عليك، و أسأَلك بِحقّ مَمشَايَ هذا، فإنّي لَم أخرجْ أَشِرًا و لا بَطَرًا ...' أقبَلَ اللّهُ عليه بوجهِه واستغفَرَ له ألفُ مَلَكٍ.'

ضعيف. أخرجَهُ ابن ماجه (1 / 261 – 262) و أحْمد (3 / 21) و البَغوي في 'حديث علي بن الجعد' (9 / 93 / 3) و ابن السنِي (رقم 83) مِن طريقِ فُضَيل بن مرزوق عن عطية العوفِي عن أَبِي سعيد الْخدري مرفوعا به.

و هذا سندٌ ضعيفٌ من وجهيْنِ. الأول: فضيل بن مرزوق وَثَّقَهُ جَماعةٌ و ضَعَّفَهُ آخرون. و قولُ الكوثري فِي بعضِ 'مقالاته' (393) : و قال أبو حاتِم: ضعيفُ الحديثِ، و لَم يضعفْه سواه و جَرَحَهُ غيْر مفسَّرٍ [1]، بل وثَّقَه البستِي.

الوجه الثاني في تَضعِيفِ الحديثِ: أنّه مِن رواية عطيةَ العوفِيِّ، و هو ضعيف أيضا. قال الحافظُ فِي 'التقريب': صدوقٌ [2] يُخطِيءُ كثيْرًا كان شِيعِيًّا مُدَلِّسًا....

أمّا تدليسُه، فلابُدّ مِن بيانِه هاهُنا لأنّ به تَزُولُ شبهةٌ يأتِي حكايتُها. فقال ابن حبّان [3] في 'الضعفاء' ما نَصُّه: سَمِعَ من أَبِي سعيدٍ أحاديثَ فلمّا مَاتَ، جَعَلَ يُجَالِسُ الكلبِي [4]، يَحضُرُ بصِفَتِه. فإذا قال الكلبِيّ : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كذا، فيَحفَظُه. وكَنَّاهُ أبا سعيدٍ و يَروِي عنه. فإذا قِيل له: من حدَّثَك هذا؟ فيقول: حدثنِي أبو سعيدٍ فيَتَوَهَّمُون أنه يُريد أبا سعيد الخدري، و إنّما أرادَ الكلبِي. قال: لا يَحِلُّ كتبَ حديثِه إلا على التَعجُّبِ.

(۱) جرح غیر مفسر کا معنی ہے کہ جرح وتعدیل کا کوئی ماہر کسی راوی کو ناقابل اعتماد تو قرار دے مگر اس کی وجہ بیان نہ کرے۔ (۲) صدوق کا مطلب ہے کہ راوی سچا تو ہے مگر غلطیاں کرنے کے باعث ناقابل اعتماد ہے۔ ایسا راوی کذاب سے بدرجہا بہتر ہوتا ہے۔ (۳) ابن حبان (م ۳۵۴ھ) ایک محدث ہیں جنہوں نے صرف صحیح احادیث پر مشتمل کتاب لکھنے کی کوشش کی۔ یہ صحیح ابن حبان کے نام سے مشہور ہے۔ (۴) محمد بن سائب الکلبی (م ۱۴۶ھ) مشہور کذاب ہے جو سیاسی مقاصد کے لئے احادیث وضع کیا کرتا تھا۔

مَمشَايَ	میر اراستہ	أَشِرًا وبَطَرًا	بہت خوشی اور غرور سے	وثّقَ	اس نے قابل اعتماد قرار دیا

25 – 'لَما اقترَفَ آدمُ الخطيئَةَ، قال : 'يا ربّ! أسألُك بِحقِّ مُحمدٍ لِما غَفرتَ لِي.' فقال الله: 'يا آدمُ! و كيف عرفْتَ محمدًا و لَم أخلقْه؟' قال: 'يا ربّ! لَما خلقتَنِي بيدِك، و نَفَخْتَ فِي مِن رُوحِك، رَفَعتُ رَأسِي، فرأيتُ على قوائِمِ العرشِ مكتوبًا: لا إله إلا الله محمد رسول الله. فعلِمتُ أنّك لَم تُضِفْ إلى اسْمِك إلا أَحَبَّ الخلقِ إليك.' فقال الله: 'صَدَقْتَ يا آدم! إنّه لأحبُّ الخلقِ إلَيَّ. ادعُنِي بِحقّه فقد غفرتَ لك، و لولا محمدٌ ما خلقتُكَ.'[1]

موضوع. أخرجه الحاكم [2] في 'المستدرك' (2 / 615) و عنه ابن عساكر [3] (2/323/2) و كذا البيهقي [4] فِي بابِ ما جاء فيما تُحدّث به صلى الله عليه وسلم بنعمةِ ربّه مِن 'دلائل النبوة' (5 / 488) مِن طريق: أبِي الحارث عبد الله بن مسلم الفهري، حدثنا إسماعيل ابن مسلمة، نبأنا عبد الرحْمن بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده عن عمر بن الخطاب مرفوعا.

وقال الحاكم: 'صحيحُ الإسنادِ. و هو أوّل حديثٍ ذكرتُه لعبدِ الرحْمن بن زيد بن أسلم في هذا الكتاب. فتَعَقَّبَهُ الذهبِي [5] بقوله: 'بل موضوعٌ ، و عبد الرحْمن واهٍ، و عبد الله بن مسلم الفهري لا أدري من هو. قلتُ: و الفهري هذا أورَدَهُ فِي 'ميزان الاعتدال'[5] لهذا الحديث و قال: خَبَرٌ باطِلٌ. رواه البيهقي في 'دلائل النبوة' و قال البيهقي: تفرَّدَ به عبد الرحْمن بن زيد ابن أسلم و هو ضعيف .

قلت: و الذي قبله هو عبد الله بن مسلم بن رشيد ، ذكره ابن حبان فقال: مُتَّهَمٌ بوضعِ الحديث. يَضَعُ على ليثٍ و مالك و ابن لهيعة. لا يَحلّ كتبُ حديثِه. و هو الذي روى عن ابن هدبة نسخةً كأنّها معمولةً.... و الحديث أخرجه الطبَرانِي في 'المعجم الصغيْر' (207) من طريق أُخرى عن عبد الرحْمن بن زيد ثُم قال : لا يُروي عن عمرَ إلا بِهذا الإسناد.

(۱) یہ حدیث کسی احمق نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت بیان کرنے کے لئے گھڑی ہے۔ آپ کی فضیلت خود قرآن نے بیان کی ہے، اس کے لئے کسی جعلی حدیث کی ضرورت نہیں ہے۔ (۲) حاکم (م ۴۰۵ھ) محدث ہیں جنہوں نے بخاری و مسلم کی شرائط پر احادیث جمع کرنے کی کوشش کی جس میں وہ اپنی نرمی کے باعث ناکام رہے۔ (۳) ابن عساکر (م ۵۷۱ھ) محدث ہیں۔ (۴) بیہقی (م ۴۵۸ھ) مشہور محدث ہیں۔ (۵) ذہبی (م ۷۴۸ھ) جرح و تعدیل کے مشہور ماہر اور حدیث کے شارح ہیں۔

لَم تُضِفْ	اس کو متعلق نہیں کیا گیا	مُتَّهَمٌ	تہمت یافتہ، الزام یافتہ	يَضَعُ على	وہ جھوٹ گھڑتا ہے

32 – 'الدُنيا حرامٌ على أهلِ الآخرة، و الآخرةُ حرامٌ على أهل الدنيا، و الدنيا و الآخرةُ حرامٌ على أهلِ الله.'[1]

موضوع. و هو من الأحاديث التِي شَوَّهَ بِمثلها السيوطي [2] 'الجامع الصغيْر' وعَزَاه للديلمى [3] فِي 'مسند الفردوس' عن ابنِ عباس. و قد تَعَقَّبَهُ الْمُناوي [4] بقوله: و فيه جبلة بن سليمان أورَدَهُ الذهبِي في 'الضعفاء' و قال: قال ابن مُعيْن: ليس بِثقَة.

قلتُ: حري بِمن روى هذا الْخبْرَ أن يكونَ غيْرَ ثقة، بل هو كذّابٌ أشِرٌ ، فإنّه خبَرٌ باطلٌ لا يَشُكُّ في ذلك مؤمنٌ عاقلٌ. إذ كيف يُحرّم رسولُ الله صلى الله عليه وسلم على المؤمنين أهلِ الآخرة ما أبَاحَهُ الله تعالى لَهم مِن التَمَتُّعِ بالدنيا و طيّباتِها كما في قوله عز وجل:

'هُوَ الَّذِى خَلَقَ لَكُم مَا فِي الأَرْضِ جَمِيعًا.' و قوله : 'قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّهِ الَّتِيَ أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالْطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِي لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ.'

ثُم كيف يَجُوزُ أن يُقال: إنّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم حَرَّمَ الدنيا و الآخرة معا على أهلِ الله تعالى و ما أهلُ اللهِ إلّا أهلَ القرآن القائميْن به و العاملين بأحكامه، و ما الآخرة إلا جَنَّةٌ أو نار، فتحريْمُ النارِ على أهل الله مِما أخبَرَ به الله تعالى، كما أنّه تعالى أوجَبَ الجنةَ للمؤمنين به، فكيف يقولُ هذا الكذّاب: أنّ رسولَ الله صلى الله عليه وسلم حرّم عليهم الآخرة و فيها الجنة التِي وُعِدَ الْمُتقون.

و الذي أرَاهُ إنّ واضعَ هذا الحديثِ هو رجُلٌ صوفِيٌ جاهلٌ أراد أن يَبُثَّ في المسلمين بعضَ عقائدِ المتصوِّفَةِ الباطلةِ التِي منها: تَحريْمُ ما أحلَّ الله بِدَعوَى تَهذيبِ النَفسِ كأنّ ما جاءَ به الشارعُ الحكيمُ غيْرُ كافٍ فِي ذلك حتّى جاءَ هؤلاءِ يستدرِكُونَ على خالقِهم سبحانَه وتعالى!

(۱) یہ حدیث مسلمانوں میں راہبانہ تصورات پھیلانے کے لئے وضع کی گئی ہے جو کہ اسلام میں سختی سے منع ہیں۔ (۲) جلال الدین سیوطی (م ۸۴۹ھ) قرآن و حدیث کے مشہور شارح ہیں۔ (۳) دیلمی (م ۵۵۸ھ) محدث ہیں۔ (۴) ایک محدث اور رجال کے ماہر ہیں۔ (۵) ابن معین (م ۳۲۵ھ) جرح وتعدیل کے ماہر ہیں۔

شَوَّهَ	اس نے الزام لگایا	تَعَقَّب	اس نے تنقید کی	الْمتصوِّفَة	صوفی
عَزَاه	اس نے تقویت دی	أن يَبُثَّ	پھیلانا		

47 – 'مَن حَجَّ فزَارَ قَبرِي بعدَ مَوتِي، كان كمن زارَنِي فِي حياتِي.'[1]

موضوع. أخرجه الطبراني فِي 'المعجم الكبيْر' (3/203/2) و في 'الأوسط' (1/126/2 من 'زوائد المعجمين : الصغير و الأوسط') و ابن عدي في 'الكامل' و الدارقطنِي في 'سننه' (ص 279) و البيهقي (5 / 246) و السلفي في 'الثاني عشر من المشيخة البغدادية' (54/2).

كلُّهم مِن طريقِ حفص بن سليمان أبي عمر عن الليث بن أبي سليم عن مجاهد عن عبد الله بن عمر مرفوعا به و زاد ابنُ عديٍّ: 'و صحِبَنِي.' قلتُ: و هذا سندٌ ضعيفٌ جِدًّا، و فيه علّتانِ: الأولى: ضُعفُ ليث بن أبي سليم، فإنّه كان قد اختَلَطَ... الأخرى: أنّ حفصَ بن سليمان هذا و هُو القارئُ و يُقال له الغاضري: ضَعيفٌ جدّا كما أشَارَ إليه الحافظُ ابنُ حجرٍ بقوله في 'التقريب' : متروكُ الحديثِ و ذلك لأنه قد قال فيه ابن معين: كان كذّابا كما في 'كامل' ابن عدي. و قال ابن خراش: كذّاب يَضَعُ الحديثَ و قد تفرَّدَ بِهذا الحديثِ كما قال الطبرانِي و ابن عدي و البيهقي و قال: 'و هو ضعيف.' وقال ابن عدي بعد أنْ ساقَ الحديث في أحاديث أخرى له: و عامة حديثه غير محفوظ .

ثُم وقفتُ على متابِع لحفص بن سليمان: فقال الطبراني في 'الأوسط' (1/126/2) من 'زوائد المعجمين': 'حدثنا أحْمد بن رشدين حدثنا علي بن الحسن بن هارون الأنصارى حدثنِي الليث ابن بنت الليث بن أبي سليم حدثتْنِي عائشةُ بنتُ يونس امرأةُ الليثِ ابن أبي سليم عن ليث بن أبي سليم به' و قال: لا يروى عن الليث إلا بِهذا الإسناد تَفَرَّدَ به علي .

قلت: و لَم أجد له ترجَمَةً، و مثله الليثُ ابن بنت أبي الليث و امرأتُه عائشة لَم أجدْ من ذكرِها، و بِها أعَلَّ الْهيثَمِيُّ الحديثَ في 'الْمجمع' (4/2) فقال: لَم أجدْ من ترجَمها و هذا إعلالٌ قاصرٌ لِما علمتُ مِن حال من دونِها. ثُم إن شيخَ الطبَرانِي فيه أحْمد بن رشدين. قال ابن عدي: كذَّبوه، و أنكَرتْ عليه أشياء. و ذكر له الذهبِيّ أحاديث مِن أباطِيله.

(۱) نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور پر جا کر درود و سلام پڑھنا ایک عمدہ عمل ہے مگر لوگوں نے اس پر بھی حدیثیں وضع کیں۔

متابِع	وہ حدیث جو دوسری سند سے روایت ہوئی ہو	تَفَرَّدَ به	وہ اس حدیث کو بیان کرنے میں منفرد ہے یعنی کوئی اور اسے بیان نہیں کرتا	ترجَمَةٌ	حالات زندگی

49 – 'مَن زَارَ قبْرَ أبوَيهِ أو أحدهِما فِي كلّ جُمعةٍ، غُفِرَ له و كُتِبَ برًّا.'

موضوع. أخرجه الطبَرانِي[1] في 'الصغيْر' (ص 199) و في 'الأوسط' (1/84/1 . مِن 'زوائد المعجمين'). و عنه الأصبهانِي فِي 'الترغيب' (228/2) مِن طريقِ محمد بن النعمان بن عبد الرحمن عن يحيَى بن العلاء البجلي عن عبد الكريم أبي أمية عن مجاهد عن أبي هريرة مرفوعًا و قال: 'لا يُروَى عن أبي هريرة إلا بِهذا الإسنادِ.'

قلتُ : و هو موضوعٌ : محمد بن النعمان هذا قال في 'الميزان'[2] و تبعه في 'اللسان'[3]: مجهولٌ. قالَه العقيلي و يحيَى 'متروك'.

قلت: و يحيَى هذا مجمع على ضعفِه، و قد كذَّبَه وكيعٌ. و كذا أحْمد فقال: كذّاب يَضَعُ الحديثَ. و قال ابن عدي : 'والضعف على رواياتِه بيِّنٌ، و أحاديثُه موضوعاتٌ.

و شيخُه عبد الكريم أبي أمية هو ابن أبي المخارقِ ضعيفٌ أيضًا و لكنّه لَم يُتَّهَمْ، و لذلك لَم يَصِبْ الحافظ الهيثمي حين أعَلَّ الحديث به فقط، فقال (3/60) : رواه الطبَراني في 'الأوسط' و 'الصغير'، و فيه عبد الكريم أبو أمية و هو ضعيف .

و أما شيخُه العراقي، فقد أعلّه في 'تَخريجِ الإحياء' (4/418) بِما نقلتُه آنفًا عن 'الميزان' فأصَابَ و كذلك أخطأ السيوطي فِي 'اللآلِيء' حيث قال (2/234) حيث قال: 'عبد الكريم ضعيف، و يَحيَى بن العلاء و محمد بن النعمان مجهولان.' فإنّ يَحيَى بن العلاء ليس بالْمجهولِ، بل هو معروفٌ و لكنّ بالكِذبِ!

(۱) طبرانی کے حدیث کے تین مجموعے تیار کیے: المعجم الصغير، المتوسط، الكبير (۲) میزان الاعتدال حدیث کے راویوں سے متعلق ایک انسائکلوپیڈیا ہے جو ذہبی (م ۷۴۸ھ) نے تیار کیا۔ (۳) لسان المیزان رجال کا ایک اور انسائیکلوپیڈیا ہے جس میں میزان الاعتدال کی ترتیب کو بہتر کیا گیا ہے۔ اس کے مصنف ابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) ہیں۔

چیلنج! استعارہ اور تشبیہ میں کیا فرق ہے؟ دونوں کی ایک ایک مثال دیجیے۔

متروك	نا قابل اعتماد راوی جو جھوٹ نہ گھڑتا ہو	لَم يُتَّهَمْ	اس پر الزام نہیں ہے	أعَلَّ	اس نے کمزوری بیان کی

56 – 'لولا النساء لعُبِدَ اللهُ حَقًّا حَقًّا.'[1]

موضوع. و له طريقانِ: الأولُ: عن محمدِ بنِ عمران الْهمذانِي ، أنبأَنا عيسى بنُ زياد الدورقي، صاحبُ ابن عيينةَ، قال: حدّثَنا عبد الرحيم بنُ زيد العميِّ عن أبيه عن سعيدِ بنِ المسيِّبِ عن عمر بن الخطّاب مرفوعًا. أخرجه ابن عدي (ق 312 / 1) و قال : هذا حديث منكرٌ. و لا أعرِفُه إلا من هذا الوجهِ، و عبد الرحيمِ بنُ زيد العميُّ أحاديثُه كلُّها لا يتابِعُه الثقاتُ عليه .

قلت: و قال البخاريُّ [2]: 'تركوه.' و قال أبو حاتم [3]: 'يُترَكُ حديثُه، مُنكِرُ الحديثِ. كانَ يُفسِدُ أبَاه يُحدِّثُ عنه بالطاماتِ.' و قال ابنُ معين: 'كذّابٌ خبيثٌ.' قلتُ: و أبوه زيدٌ ضعيفٌ...'

و الحديثُ أورَدَهُ ابنُ الجوزي [4] فِي 'الموضوعات' (2/255) مِن طريق ابنِ عدي. ثُم قال: 'لا أصلَ له، عبدُ الرحيم و أبُوه متروُكانِ، و محمد بن عمران مُنكر الحديثِ.'...

هو الطريق الآخَرُ: عن بِشر بنِ الحسين عن الزبيْر بن عدي عن أنس مرفوعا بلفظِ: 'لولا النساءُ دخل الرجالُ الجنةَ.' رواه أبو الفضلِ عيسى بنُ موسى الْهاشِميُّ في 'نُسخة الزبيْر بن عدي' (1/55/2)، و أبو نعيم في 'أخبار أصبهان' (2/30) و الثقفي في 'الثقفيات'.

قلتُ: و 'بشر' هذا متروكٌ يَكذِبُ... و مِن طريقِه رواه الديلمي في 'مسند الفردوس' بلفظ: 'لولا النساء لعُبِدَ اللهُ حقَّ عبادته' كما فِي 'فيض القدير.' و قد اقتَصَرَ السيوطي فِي ترجُمة بِشر هذا على قولِه عَقبَ الحديثِ. 'مَتروكٌ' فتَعقَّبه ابن عراق [5] في 'تنْزيه الشريعة' (2/204): 'بل كذّابٌ وَضَّاعٌ فلا يَصلُحُ حديثُه شاهِدًا.'

(۱) یہ حدیث کسی شاؤونسٹ نے وضع کی ہے تاکہ خواتین کے مقابلے میں مردوں کی برتری دکھائی جائے۔ (۲) بخاری (م ۲۵۶ھ) صرف محدث ہی نہیں بلکہ جرح وتعدیل کے ماہر بھی تھے۔ اس موضوع پر انہوں نے تاریخ الکبیر کے نام سے کتاب لکھی۔ (۳) ابن حاتم (م ۲۷۷ھ) جرح وتعدیل کے بڑے ماہر تھے۔ (۴) ابن جوزی (م ۵۹۷ھ) حدیث کی جانچ پڑتال کے بڑے ماہر تھے۔ (۵) ابن عراق (م ۹۶۳ھ) حدیث اور جرح وتعدیل کے ماہر تھے۔

منكرٌ	ناقابل اعتماد حدیث	وَضَّاعٌ	بہت حدیث گھڑنے والا	شاهِدًا	حدیث جو دوسری کی تائید کر رہی ہو

57 – 'اختلافُ أمَّتِي رحْمةٌ.'[1]

لا أصلَ له. و لقد جَهَدَ الْمحدِّثُون فِي أن يقِفُوا له على سندٍ فلم يُوفَقُوا. حتّى قال السيوطي في 'الجامع الصغيْر': 'ولعلّه خَرَجَ فِي بعضِ كُتُبِ الْحُفَّاظ التِي لَم تَصِلْ إلينا.' و هذا بعيدٌ عندي، إذ يَلزَمُ منه أنّه ضَاعَ على الأمةِ بعضَ أحاديثِه صلى الله عليه وسلم. و هذا مِما لا يَليقُ بِمسلمٍ اعتقادُه. ونَقَلَ المناويُّ عن السُّبكيِّ أنه قال : و ليس بِمعروفٍ عند الْمُحَدِّثينَ، و لَم أقفْ له على سندٍ صحيحٍ و لا ضعيفٍ و لا موضوعٍ....

58 – 'أصحابِي كالنُجُومِ، بأيّهم اقتديتُم اهتديتُم.'[2]

موضوع . رواه ابن عبدِ البَرّ في 'جامع العلم' (2/91) و ابنُ حَزم فِي 'الإحكام' (6/82) من طريق سلام بنِ سليم قال: حدثَنا الحارثُ بن غصين عن الأعمشِ عن أبي سفيانَ عن جابر مرفوعا به. و قال ابن عبد البَر: 'هذا إسناد لا تقوم به حجةٌ لأن الحارثَ بن غصين مجهولٌ.'

و قال ابن حزم : 'هذه روايةٌ ساقطةٌ، أبو سفيانَ ضعيفٌ، و الحارثُ بن غصين هذا هو أبو وهبٍ الثقفيُّ، و سلام بن سليمان يَروِي الأحاديثَ الموضوعةَ و هذا منها بلا شكٍّ.'

قُلتُ: الْحملُ في هذا الحديثِ على سلام بن سليمٍ و يقال :ابن سليمان و هو الطويل أولى فإنّه مُجمَعٌ على ضُعفِه ، بل قال ابنُ خراشٍ : 'كذاب.' و قال ابن حبان: 'روى أحاديثَ موضوعةً.' و أما أبو سفيان فليس ضعيفًا كما قال ابن حزم، بل هو صَدُوقٌ كما قال الحافظ في 'التقريب'، و أخرج له مسلم في 'صحيحه'. و الحارث بن غصين مجهول كما قال ابن حزم، و كذا قال ابن عبد البر و إن ذكره ابن حبان في 'الثقات'، و لِهذا قال أحْمدُ: لا يَصِحُّ هذا الحديثُ كما فِي 'المنتخب' لابن قدامة (10/199/2).

(۱) یہ حدیث لوگوں کی زبانوں پر عام ہے مگر یہ حدیث کے کسی بھی مجموعے میں نہیں ملتی۔ نہ تو اس کی کوئی سند ہے اور نہ بنیاد۔
(۲) اس حدیث کے وضع کرنے کا مقصد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت کو بیان کرنا تھا۔ اس کے مقابلے پر بعض لوگوں نے 'اصحابی' کی بجائے 'اہل بیتی' کا لفظ لگا کر اسے مشہور کر دیا۔

لا تَقُومُ به حجة	اس سے حجت قائم نہیں ہوتی	صَدُوقٌ	سچا (مگر بہت قوی نہ ہو)	هَرَاءٌ	بے عقلی

و أمّا قولُ الشعراني في 'الميزان' (1/28) : و هذا الحديثُ و إنْ كان فيه مَقالٌ عند الْمحدِّثيْن، فهو صحيحٌ عند أهلِ الكشفِ[1]، فباطلٌ و هَرَاءٌ لا يَتَلَفَّتُ إليه! ذلك لأنّ تصحيحَ الأحاديثِ من طريقِ الكشفِ بِدعةُ صوفيةٍ مُقِيتَةٍ. و الاعتمادُ عليها يُؤَدِّي إلى تصحيحِ أحاديثٍ باطلةٍ، لا أصلَ لَها. كهذا الحديث لأن الكشفَ أحسَنُ أحوالِه: إنْ صَحَّ، أن يكونَ كالرأيِ، و هو يُخطِيءُ و يُصيبُ. و هذا إنْ لَم يُداخِلْه الْهوى، نسأَلُ اللهَ السلامةَ مِنه، و من كلّ ما لا يَرضِيه.

62 – 'أهلُ بيتِي كالنُجومِ، بأيّهم اقتدَيتُم اهتديتُم.'

موضوع. و هو في نسخةِ أحْمدَ بنِ نبيط الكذابِ، و قد وقَفتُ عليها، و هي من رواية أبِي نعيمِ الأصبَهانِّي قال: حدثنا أبو الحسن أحْمد بنُ القاسم بنِ الريان المصريُّ المعروفُ باللَّكي، بالبصرةَ فِي نَهر دبيس قراءةً عليه في صَفرَ سنةَ سبع و خَمسين و ثلاث مئة، فأقرّ به قال، أنبأنا أحْمد بن إسحاق بن إبراهيم بن نبيط بن شريط أبو جعفر الأشجعي بِمصر سنة اثنتين و سبعين و مئتين قال – حدثني أبي إسحاقُ بن إبراهيم ابنُ نبيط ، قال : حدثني أبي إبراهيمُ بن نبيط عن جده نبيط بن شريط مرفوعا .

قلت : فذَكَرَ أحاديثَ كثيْرةً هذا منها (ق 158/2) ، و قد قال الذهبِي في هذه النسخة : 'فيها بلايَا! و أحْمد بن إسحاق لا يحِلّ الاحتجاجُ به فإنّه كذّاب.' و أقرّه الحافظُ في 'اللسان'.

قلتُ : و الراويُ عنه أحْمد بن القاسم اللكي ضعيفٌ. و الحديث أورده ابن عراق في 'تنْزيه الشريعة' (2/419) تبعًا لأصلِه ذيلَ 'الأحاديث الموضوعة' للسيوطي (ص 201) وكذا الشوكانِي في 'الفوائد الْمجموعة في الأحاديثِ الموضوعةِ' (ص 144) نقلًا عن 'المختصر'.

(۱) صوفیاء کا عام رجحان ہے کہ وہ اپنے خوابوں اور کشف کی بنیاد پر نقطہ ہائے نظر قائم کرتے ہیں۔ ان کا دعوی ہے کہ وہ خواب یا کشف میں اللہ تعالی سے براہ راست ہدایت حاصل کرتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ دوسری طرف یہ لوگ ختم نبوت پر بھی ایمان رکھ کر اللہ تعالی سے براہ راست تعلق کے خاتمے کے قائل بھی ہیں۔ اسلام کی بنیاد قرآن و سنت پر ہے نہ کہ کسی خواب پر۔ کسی خواب یا کشف کی بنیاد پر اسلام میں کوئی کمی یا اضافہ نہیں کیا جاسکتا ہے۔

الكشفِ	خواب یا جاگتے میں کچھ دیکھنا	مُقِيتَةٍ	قابل نفرت	الاحتجاجُ	دلیل پکڑنا، حجت بیان کرنا

203 – 'مَن صلّى عليَّ عند قبْري سَمِعتُهُ، و من صلّى عليّ نائيًا وُكِلَ بِها مَلَكٌ يُبَلِّغُنِي، وكُفِيَ بِها أمرَ دُنيَاهُ و آخرتِهِ، و كُنتُ له شهيدًا أو شفيعًا.'[1]

موضوعٌ بِهذا التمامِ. أخرجَه ابن سَمعون في 'الأمالي' (2/193/2) و الْخطيبُ في 'تاريْخِه' (3/291 – 292) و ابنُ عساكر (16/70/2) من طريقِ محمد بنِ مروان عن الأعمش عن أبي صالح عن أبي هريرة مرفوعا. و أخرج طرفَهُ الأولَ أبو بكر بنُ خلّاد في الْجزء الثانِي من حديثه (115/2) و أبو هاشم السيلقي فيما انتَقَاهُ على ابن بشرُويَه (6 / 1) و العقيلي في 'الضعفاء' (4 / 136 . 137) و البيهقي في 'الشعب' (2 / 218).

و قال العقيلي : لا أصلَ له من حديثِ الأعمش، وليس بِمحفوظٍ، و لا يُتَابِعُه إلا مَن هو دونَه.' يعنِي ابن مروانٍ هذا. ثُم روى الخطيبُ بإسنادِه عن عبد الله بنِ قتيبة قال: سألتُ ابنَ نُمَيْر عن هذا الحديثِ؟ فقال: 'دع ذا ، محمدُ بن مروان ليس بشيء.'

قلتُ: و من طريقِه أورَدَه ابنُ الجوزيِّ في 'الموضوعات' (1 / 303) من روايةِ العقيلي، ثُم قال: لا يَصِحُّ محمد بن مروان هو السُدِّي الصغيْر كذّاب. قال العقيلي: لا أصلَ لِهذا الْحديثِ. وتَعَقَّبَهُ السيوطيُّ في 'اللآليء' (1 / 283) بقولِه : 'قلت : أخرجه البيهقي في 'شعب الإيمان' مِن هذا الطريقِ، و أخرج له شواهِدَ.'

قلتُ: ثُم سَاقَهَا السيوطي و بعضُها صحيحٌ، مثل قولِه صلى الله عليه وسلم : 'إن للهِ ملائكةً سَيَّاحِيْنَ في الأرضِ يُبَلِّغُونِي عن أمتّي السلام.' و قوله صلى الله عليه وسلم: 'ما من أحدٍ يُسَلِّمُ عليّ إلا رَدَّ الله عليّ رُوحِي حتّى أرُدَّ عليه السلامَ.'و تَقدم ذكرُه قريبًا، و هي كلّها إنّما تَشهَدُ للحديثِ في الجُملة. و أمّا التفصيلُ الذي فيه و أنّه مَن صَلّى عليه عندَ قبْرِه صلى الله عليه وسلم، فإنّه يسمَعُهُ ، فليس في شيءٍ مِنها شاهِدٌ عليه. و أما نصفُه الآخرُ، فلم يذكرِ السيوطي و لا حديثًا واحدًا يشهد له. نعم قال السيوطي:

(۱) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا ایک عظیم عمل ہے۔ بد قسمتی سے لوگوں نے اس عمل کو پھیلانے کے لئے جھوٹی حدیثوں کا سہارا لیا ہے۔ ہمیں اس جعل سازی کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں قرآن اور صحیح احادیث کی بنیاد پر درود و سلام پڑھنا چاہیے۔

'ثُم وجدتُ لِمحمدِ بن مروان متابعًا عن الأعمش، أخرجه أبو الشيخ في 'الثواب' حدثنا عبدُ الرحْمن بن أحْمد الأعرج حدثنا الحسنُ بن الصباح حدثنا أبو معاوية عن الأعمش به.'

قلتُ: و رجالُ هذا السندِ كلِّهم ثِقاتٌ معروفونَ غيْرَ الأعرجِ هذا، و الظاهرُ أنّه الذي أورَدَهُ أبو الشيخ نفسه في 'طبقات الأصبهانييْن'[1] (ص 342 / 463) فقال: :عبد الرحْمن بن أحْمد الزهري أبو صالِح الأعرج.' ثُم روى عنه حديثَيْنِ و لَم يذكرْ فيه جرحًا و لا تعديلًا فهو مَجهولٌ.

...

فقول الحافظ[2] في 'الفتح' (6 / 379): سندُه جَيِّدٌ، غيْرُ مقبولٍ، ولِهذا قال ابنُ القيّمِ في هذا السندِ: :إنّه غريبٌ كما نقلَهُ السخاوِيُّ عنه في 'القولُ البديعُ في الصلاة على الحبيبِ الشفيعِ' (ص 116) و قال ابن عبد الْهادي في 'الصارمُ المنكيُّ في الردِّ على السُبكي' (ص 190).

و قد روى بعضُهم هذا الحديثَ من رواية أبي معاوية عن الأعمش، و هُو خَطَأٌ فاحشٌ، و إنّما هو محمد بن مروان تَفَرَّدَ به[3] و هو متروكُ الحديثِ مُتَّهمٌ بِالكِذب على أنّ هذه المتابعةَ ناقصةٌ، إذ ليس فيها ما في روايةِ محمدِ بن مروان: 'وكُفِيَ بِها أمرُ دُنياه ...'.

و قال (ابن تيمية) في مُختصرِ الرد المذكور (27 / 241 مجموع الفتاوي): 'حديثٌ موضوع، و إنّما يرويه محمد بنُ مروان السدي عن الأعمش، و هو كذّابٌ بالاتفاقِ و هذا الحديث موضوعٌ على الأعمش بإجْماعهم.'

(۱) ایران کے شہر اصفہان کے لوگ۔ (۲) مراد ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی۔ (۳) اس کا مطلب ہے کہ اس حدیث کو بیان کرنے میں محمد بن مروان السدی الصغیر اکیلا ہے۔ ایک حدیث کو صرف اکیلے ہی شخص نے بیان کی ہو اور وہ اپنی کذب بیانی کے لئے مشہور ہو تو ایسے شخص کی حدیث کو قبول نہیں کیا جاسکتا۔

آج کا اصول: آپ جانتے ہیں کہ کچھ ایسے اسم ہوتے ہیں جن کے اعراب تبدیل نہیں ہوتے۔ انہیں 'مبنی' کہا جاتا ہے۔ ان کی رفع، نصب اور جر کی حالتوں کو فرض کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً هذا رَجُلٌ، فَعَلَ هذا، بِهذا تینوں جملوں میں لفظ 'ہذا' اپنی رفع، نصب اور جر کی حالتوں میں ہے مگر اس کے اعراب تبدیل نہیں ہو رہے کیونکہ یہ مبنی ہے۔ اس تصور کو نحو کی اصطلاح میں 'تقدیر' اور ان کے اعراب کو 'مقدر' کہا جاتا ہے۔

207. 'أفضلُ الأيّامِ يومُ عَرَفَةَ إذا وَافَقَ يومَ الْجُمُعَةِ، و هو أفضلُ مِن سبعِيْنَ حجَّةً فِي غيْرِ جُمُعَةٍ.'[1]

باطلٌ لا أصلَ له.

و أمّا قولُ الزيلَعِي على ما في 'حاشية ابن عابدين' (2 / 348) : رواهُ رزينُ ابن معاوية في تَجريد الصحاحِ. فاعلَمْ أنّ كتابَ رزين هذا جَمَعَ فيه بين الأصولِ السِتَّةِ: الصحيحين وموطأ مالك وسنن أبِي داود و النسائي و الترمذي، على نَمطِ كتاب ابن الأثيْر المُسمّٰى 'جامع الأصول من أحاديث الرسول' إلا أنّ في كتاب 'التجريد' أحاديث كثيْرةٌ لا أصلَ لَها في شيءٍ مِن هذه الأصولِ كما يعلم مِما ينقله العلماء عنه مثل الْمنذري في 'الترغيب و الترهيب'.

و هذا الحديثُ مِن هذا القَبِيلِ فإنّه لا أصل له في هذه الكُتُبِ و لا في غيْرِها من كتبِ الحديث المعروفةِ، بل صَرَّحَ العلامةُ ابن القيم في 'الزاد' (1 / 17) بِبُطلانِهِ، فإنّه قال بعد أنْ أفاضَ في بيانِ مِزيَةِ وقفةِ الجمعةِ مِن وجوهٍ عشرةٍ ذكَرَها:

وأمّا ما استَفَاضَ على ألسِنَةِ العوام بأنّها تعدل اثنتين وسبعين حجّة، فباطلٌ لا أصلَ له عن رسولِ الله صلى الله عليه وسلم، و لا عن أحدٍ مِن الصحابة و التابعين.' و أقَرَّهُ المناوي في 'فيض القدير' (2 / 28) ثم ابن عابدين في 'الحاشية.'[2]

(۱) یہ حدیث بھی عام مشہور ہے کہ جمعہ کے دن حج آئے تو وہ ستر حج کے برابر ہے۔ اس حدیث کی بھی کوئی بنیاد نہیں ہے اور ضعیف ترین سند سے بھی اسے روایت نہیں کیا گیا ہے۔ (۲) چونکہ قرون وسطی میں کاغذ کم یاب اور مہنگا تھا، اس وجہ سے لوگ کتاب کے حاشیے کو بھی استعمال کر لیا کرتے تھے۔ اس کا استعمال بالعموم کتاب کی تشریح کو لکھنے کے لئے ہوتا۔ یہیں سے یہ لفظ 'شرح ووضاحت' کے معنی میں استعمال ہونے لگا۔

آج کا اصول: اسمائے اشارہ کے بعد والے لفظ کو مشارٌ الیہ کہا جاتا ہے۔ مشار الیہ کا اعراب، جملے میں اسم اشارہ کی واقع ہونے والی حالت کے مطابق ہوتا ہے۔ مثلاً اگر اس اشارہ پر حرف جر ہو تو مشار الیہ مجرور ہو گا۔ جیسے مررتُ بهذا الرجلِ (میں اس بندے کے پاس سے گزرا) اسی طرح اگر یہ ترکیب اشاری جملے میں فاعل بنے تو مشار الیہ پر رفع ہو گا۔ وغیرہ

نَمَطِ	طریقہ کار	القبيلِ	قسم، لحاظ سے	الحاشية	صفحے کا حاشیہ، تشریح

226 – 'تَختَّمُوا بالعقيقِ فإنّه مُبارَكٌ.'[1]

موضوع. أخرجه الْمحاملي في 'الأمالي' (ج 2 رقم 41 – نسختِي) و الخطيبُ في 'تاريْخه' (11 / 251) و كذا العقيليُّ في 'الضعفاء' (466) من طريق يعقوبِ بن الوليد الْمَدَنِي، وابنُ عدي (356 / 1) من طريق يعقوب بن إبراهيم الزهري، كِلاهُما عن هشام بن عروة عن أبيه عن عائشةَ مرفوعا.

و من طريق العقيلي ذكره ابن الجوزي في 'الْموضوعات' (1 / 423) و قال: يعقوب كذّابٌ يَضَعُ. قال العقيلي: 'و لا يَثبُتُ في هذا عن النبِي صلى الله عليه وسلم شيء.'

قلتُ: قال الذهبِي في ترجَمةِ يعقوب: قال أحْمد: 'كان مِن الكذّابِيْن الكبّار، يضع الحديثَ.' ثُم ساق له هذا الحديثَ. و قال ابن عدي: يعقوب بن إبراهيم هذا ليس بالْمعروفِ، و قد سَرَقَهُ مِنه يعقوب بن الوليد.

و قد تَعَقَّبَ ابنَ الجوزي السيوطيُّ فِي 'اللآلئ' (2 / 272) كعادتِهِ فقال: 'ولِلحديث طريقٌ آخَرُ عَن هشام أخرجَهُ الخطيبُ و ابنُ عساكر (4 / 283 / 2) مِن طريقِ 'أبي سعيد شعيب بن محمد بن إبراهيم الشعيبِي، أنبأنا أبو عبد الله محمد بن وصيف القامي، أنبأنا محمد بن سهل بن الفضل بن عسكر أبو الفضل، حدثنا خلاد بن يحيَى عن هشام بن عروة به.

قلت: و هذا إسنادٌ مظلمٌ، فإنّ مَن دُونَ خلاد لا يُعرفون. أمّا شعيب بن محمد بن إبراهيم الشعيبِي فلعلّه الذي في 'الجرح و التعديل' (2 / 1 / 352): 'شعيب بن محمد بن شعيب العبدي بغدادي، روى عن بشر بن الحارث و عبد الرحْمن بن عفان كتب عنه أبِي في الرحلة الثانية و كذا في 'تاريخ بغداد' (9 / 244) للخطيب نقلا عن ابن أبِي حاتِم.

(۱) ایسا لگتاہے کہ یہ حدیث کسی عقیق کے بیوپاری نے اپنی مارکیٹنگ کے لئے وضع کی۔ بعض لوگ پتھروں کے خوش بخت اور منحوس ہونے پر یقین رکھتے ہیں۔ مسلمانوں میں ایسے مشرکانہ اوہام کو عام کرنے کے لئے ایسی احادیث بھی وضع کی گئیں۔

و أمّا محمدُ بنُ وصيف القامي فلم أجِدْ مَن ذكره إلا أن يكونَ الذي ذكره الخطيب في 'تاريْخه' (3 / 336): 'محمد بن وصيف أبو جعفر السامري' ثُم ساق له حديثا و لَم يذكرْ فيه جرحًا و لا تعديلًا. و لكنّ هذا كنيتُه أبو جعفر، و الْمُترجَمُ كنيتُهُ أبو عبد الله، فالله أعلَمُ.

و أما محمد بن سهل بن فضل، فيَحتَمِلُ أنّه محمد بن سهل العطارُ، و قد تَرَدَّدَ في هذا الحافظ ابن حجر في 'اللسان' و الله اعلم. و العطّار معروفٌ بِوضعِ الحديث، وَصَفَهُ بذلك الدارقطنِي و غيْرُه فهو آفَةُ هذا الإسناد أو من دُونَه، والله أعلم .

وقَد رُوِيَ الحديثُ بألفاظٍ أُخرَى من طُرُقٍ أخرى و كلّها باطلةٌ كما قال الحافظ السخاوي في 'المقاصد' و أما قول الشيخ علي القاري في 'الموضوعات' (ص 37) : لكن رواه الديلمي مِن حديث أنسٍ و عمرَ و علي و عائشةَ بأسانيدَ متعدِّدَة فيدل على أنّ الحديث له أصلٌ.

فهو ذُهُولٌ عن قول الحافظ السخاوي: إنّها كلها باطلةٌ، و عن القاعدة الْمتَّفَق عليها عند الْمحدثيْنَ أنّ تَعَدُّدَ الطُرُقِ إنّما يُقَوّي الحديثَ إذا كان الضعفُ فيها ناشئًا مِن قِلَّةِ الضبطِ و الْحفظِ [1]، و ليس الأمرُ فِي هذا الحديثِ كذلك. فإنّ غالبَها لا يَخلُو مِن متهِمٍ بالكذبِ... ثُم إنّ في ألفاظِها اضطرابًا شديدًا فبعضُها يقول: فإنّه مبارَكٌ. كما في حديث عائشة هذا، و بعضُها يقولُ : 'فإنّه ينفِي الفقرَ.' ، و غيْر ذلك من الألفاظ التِي لا يشهد بصحتِها شرعٌ و لا عقلٌ.

(۱) تفصیل کے لیے 'کیا آپ جانتے ہیں؟' کا باکس دیکھیے۔

کیا آپ جانتے ہیں؟ اگر ایک حدیث مختلف طرق سے روایت کی گئی ہو اور ان میں سے ہر سند میں کوئی ضعیف راوی پایا جاتا ہو، تو ایسی صورت میں حدیث قابل قبول ہو جاتی ہے بشر طیکہ ان ضعیف راویوں میں سے کسی پر حدیث وضع کرنے کا الزام موجود نہ ہو۔ مثلاً ایک حدیث دو طرق سے روایت کی گئی ہے A-B-C اور D-E-F۔ فرض کر لیجیے کہ راوی B & E دونوں اس وجہ سے ضعیف ہیں کہ ان کی یادداشت کمزور تھی۔ اس حدیث کو قبول کر لیا جائے گا کیونکہ یادداشت کی کمزوری کی خامی کو دو اسناد نے رفع کر دیا ہے۔ ایسا بہت مشکل ہے کہ دونوں ایک ہی حدیث کو بھول جائیں۔ اس کے بر عکس، اگر ان دونوں پر حدیث وضع کرنے کی تہمت ہو تو پھر اس حدیث کو ہر گز قبول نہیں کیا جائے گا جب تک کہ وہ حدیث کسی تیسری صحیح سند سے منقول نہ ہو۔

جرحًا	نا قابل اعتماد قرار دینا	تعديلًا	قابل اعتماد قرار دینا	الْمُترجَمُ	جس کے حالات زندگی بیان ہوں

235 – 'تَركُ الدنيا أمرٌ مِن الصبْرِ، و أشدُّ مِن حَطمِ السُيُوفِ في سبيلِ الله، و لا يترُكُها أحدٌ إلا أعطَاهُ مثلَ ما يُعطَي الشهداءُ، و تركُها قِلّةُ الأكلِ و الشَبعِ، و بُغضُ الثناءِ مِن الناس، فإنّه مَن أحَبَّ الثناءَ مِن الناس أحبّ الدنيا و نَعيمَها ، و من سَرَّهُ النعيمَ فليدع الثناءَ مِن الناس.'[1]

موضوعٌ. أخرجَه الديلمي في 'مُسندَه' (2 / 44) قال: أنبأنا أبِي أخبَرنا أحْمد بن عمرو البزار عن عبد الله بن عبد الرحْمن الجزري عن سفيان عن حَماد عن إبراهيم عن علقمة عن ابن مسعود مرفوعًا.

وذكره السيوطي في 'ذيل الأحاديث الموضوعة' (ص 191) مِن روايةِ الديلمي وقال السيوطي: قال في 'الميزان' : عبد الله بن عبد الرحْمن الجزري عن الثوري والأوزاعي بِمناكيْرَ وعجائبَ، اتَّهَمَهُ ابن حبان بالوَضعِ، و في 'اللسان' قال ابنُ حبّان: يأتِي عن الثوري بالأوابِد حتّى لا يشكُّ مِن كتبِ الحديث إنه عملها (2 / 35) ، وأقرَّه ابن عراق (1 / 358).

قلت: و مع هذا فقد أورَدَ السيوطيُّ طرفَ الحديثِ الأولِ في 'الجامع الصغيْر' من روايةِ الديلمي هذه! فأساءَ مِن وجهَيْن.

الأول: إيرادُه فيه مع أنّه مِن رواية ذاك الْمتهِم بالوَضعِ.

الآخَر: اقتصارُه على القدرِ الْمذكورِ فأوهَمَ أنّه كذلك عند الديلمي وليس كذلك. والشارحُ الْمناوي لَم يتعقَّبْه بشيءٍ يذكر فقال: 'ورواه عنه البزَّارُ أيضا، ومِن طريقه عنه أورده الديلميُّ.'

قلت : إطلاقُ العزوِ للبزارِ يعنِي إنّه رواه في 'مسندِه' كما هو المصطَلَحُ عليه عند الْمحدثين و ما أظنّ البزارُ أخرجه فيه و إلا لذكره الهيثمي في 'الْمجمع' و لم أره فيه، والله أعلم.

ثُم استدركتُ فقلت: ليس البزار في إسناد الديلمي هو أحْمد بن عمرو صاحب 'المسند' المعروفُ به، فإنّه تُوُفِّيَ سنةَ 292 و والدُ الديلمي و اسْمُه شَيروَيه ابنُ شهردار مات سنة 509، فبينَهُما قرنانِ مِن الزمان.

(۱) یہ حدیث بھی راہبانہ اور صوفیانہ تصورات کو مسلمانوں میں داخل کرنے کے لئے وضع کی گئی۔

مناكيْر	نا قابل اعتماد احادیث، منکر کی جمع	عجائب	عجیب وغریب	الأوابِد	ظاہر کرنا

248 – 'سَيِّدُ الأعمالِ الْجوعُ، وذُلُّ النَفسِ لِباسُ الصُوفِ.'

لا أصل له. قال العراقيُّ في 'تَخريج الإحياء' (3 / 9) و السُبكي في 'الطبقات الكبرى' (4 / 162): لَم أجِدْ له أصلا.

274 – 'أوصانِي جبرائيل عليه السلام بالْجارِ إلى أربعيْنَ دارًا، عشرةٌ مِن هاهُنا و عشرةٌ مِن هاهُنا، و عشرةٌ من هاهنا، و عشرةٌ من هاهنا.'

ضعيف. أخرجَهُ البيهقي (6 / 276) عن إسْماعيل بن سيف حدثتنِي سكينةُ قالت: أخبرتنِي أم هانِيء بنت أبي صفرةَ عن عائشة مرفوعًا. و قال: في إسنادِه ضعفٌ. قلتُ: و أقرَّه في 'نصب الراية' (4 / 414) و ذلك لأنّ إسْماعيل هذا قال ابن عدي (1 / 318): حدّثَ بأحاديثَ عن الثقاتِ غيْر مَحفوظةٍ، و يَسرُقُ [1] الحديثَ. قلت: و سكينةُ و أم هانِيء لَم أعرِفْهما و لا يُفِيدُ هنا بصورةٍ خاصة توثيقُ ابنِ حبان (8/103) لإسْماعيل هذا لأنّه قال: مستقيمُ الحديثِ إذا حدّث عن ثقةٍ.

280 – 'أوحى اللّهُ إلى عيَسى عليه السلام: يا عيسى! آمِن بِمحمدٍ وَأْمُر مَن أدركَهُ مِن أمّتك أن يُؤمِنُوا به، فلولا محمدٌ ما خلقتُ آدمَ، و لولا محمد ما خلقتُ الجنةَ و لا النار، ولقد خلقتُ العرشَ على الْماءِ، فاضطَرَبَ فكتبتُ عليه: لا إله إلا الله محمد رسول الله، فسَكَنَ.'[2]

لا أصل له مرفوعا. وإنّما أخرجَهُ الحاكم في 'المستدرك' (2 / 614 – 615) من طريق عمرو بن أوس الأنصاري حدثنا سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن سعيد بن المسيب عن ابن عباس قال: فذكره موقوفًا و قال: 'صحيحُ الإسنادِ'.و تعَقّبَه الذهبِي بقوله: 'أظنُّهُ موضوعًا على سعيد. قلتُ : يعنِي ابن أبِي عروبة، و الْمُتَّهِمُ به الراوي عنه عمرو بن أوس الأنصارى، قال الذهبِي في 'الميزان' : 'يجهَل حالُه، وأتى بِخبَرٍ مُنكَر.' ثُم ساق له هذا الحديثَ وقال : 'و أظنه موضوعا.' و وافقَهُ الحافظ ابن حجر فِي 'اللسان' فأقرّه.

(۱) حدیث میں چوری کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے سے حدیث سنے اور پھر اس کی جگہ اپنا نام لگا کر اس کی روایت شروع کر دے۔یہ ایک غیر اخلاقی حرکت ہے۔ (۲) مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان مناظرے بازی کے نتیجے میں ایسی احادیث وضع کی گئیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء کرام کے مابین ایسے موازنوں سے سختی سے منع فرمایا ہے۔

289 – 'مَن قَرَأَ سورةَ الواقعةِ فِي كلّ ليلةٍ لَم تُصِبْهُ فاقةٌ أبدًا.'[1]

ضعيف. أخرجه الحارثُ بن أبِي أسامة في 'مسنده' (178 . من زوائده) و ابنُ السِنِي في 'عملُ اليومِ و الليلة' (رقم 674) وابنُ لال في 'حديثه' (116 / 1) و ابن بشران في 'الأمالي' (20 / 38 / 1) و البيهقي في 'الشعب' و غيْرهم مِن طريق أبِي شجاعٍ عن أبِي طيبة عن ابن مسعود مرفوعا. و هذا سندٌ ضعيفٌ.

قال الذهبِي: أبو شجاع نَكِرَةٌ لا يُعرَفُ، عن أبِي طيبة، ومَن أبو طيبة؟ عن ابنِ مسعود بِهذا الحديثِ مرفوعا. و قد أشار بِهذا الكلام إلى أنّ أبا طيبة نكرة لا يُعرف، و صرَّحَ في ترجَمتِه بأنّه مَجهولٌ.... و فِي 'فيض القدير' للمناوي: و قال الزيلعيُّ تبعًا لِجمع: 'هُو معلولٌ مِن وجوهٍ: أحدُها : الانقطاعُ كما بَيَّنَهُ الدارقطنِيُّ وغيْره. الثانِي: نكارةُ مَتنِهِ كما ذكره أحْمد. الثالثُ: ضُعفُ رُوَاتِه كما قاله ابنُ الجوزي. الرابعُ : اضطِرابُه. و قد أجْمَعَ على ضُعفِه أحْمدُ و أبو حاتِم و ابنُه و الدارقطنِي والبيهقي وغيْرهم. وقال المناوي في 'التيسير' : والحديث مُنكَر.

294 – 'الأرضُ على الْماءِ، و الْماءُ على صَخرةٍ، والصخرةُ على ظهرِ حُوتٍ يَلتَقِي حرفاهُ بِالعرشِ، و الْحُوتُ على كاهِلِ مَلَكٍ قدمَاهُ فِي الْهواءِ.'[2]

موضوع. ذكره الهيثمي (8 / 131) مِن حديثِ ابن عمر مرفوعا، ثُم قال: رواه البزار عن شيخه عبد الله بن أحْمد يعني ابن شبيب و هو ضعيف.

قلتُ: لَم أره في 'الميزان' و لا في 'اللسان' و لا في غيرِهما من كتبِ الرجال فلعلّه تُحُرِّفَ اسْمُه على الطابِعِ، و الظاهرُ أنّه مِن الإسرائيلياتِ كالذي قبله.

(۱) قرآن مجید کی تلاوت کی ترغیب دینے کے لئے سورتوں کے فضائل پر بہت سی احادیث وضع کی گئیں۔ (۲) یہ حدیث غالباً یہود یا ہنود سے متاثر لوگوں نے وضع کی ہیں۔ یہ بات سائنسی اعتبار سے غلط ہے۔ اسرائیلی روایتوں اور قدیم ہندو کتب میں ایسی باتیں ملتی ہیں۔ بعض راویوں نے ایسی باتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا۔

نَكِرَةٌ	نامعلوم، عجیب وغریب	حُوتٍ	مچھلی	كاهِلِ	پشت کا اوپری حصہ
صَخرةٍ	چٹان	حرفاهُ	اس کے دونوں کنارے	الْهواءِ	ہوا

295 – 'مَن قَرَأَ [قلْ هو الله أحد] مئتَي مرةٍ غُفِرَتْ له ذنوبُ مئتَي سنةٍ.'

منكَرٌ[1]. رواه ابن الضَّريس في 'فضائل القرآن' (3 / 113 / 1) و الخطيبُ (6 / 187) و ابن بشران (ج 12 ق 62 وجه 1) و البيهقيُّ في 'الشعب' (1 / 2 / 35 / 1 . 2) من طريقِ الحسن بن أبي جعفر الجعفري حدثنا ثابت البنانِي عن أنس بن مالك مرفوعا.

و هذا سندٌ ضعيفٌ جِدًّا. الحسن بن جعفر الجعفري قال الذهبِي: ضَعَّفَهُ أحْمد و النسائي. وقال البخاري و الفلاسُ: 'منكِرُ الحديث و مِن بَلايَاه هذا الحديثُ.'

قلت: إلّا أنّه لَم يتفرّدْ به فقال السيوطي في 'اللآليء' (1 / 239): أخرجه ابن الضريس في 'فضائل القرآن' و البيهقي في 'شعب الإيْمان' من طريق الحسن بن أبِي جعفر به، و أخرجه البزار من طريق الأغلبِ بن تَميم عن ثابت عن أنس و قال: 'لا نَعلَم رواه عَن ثابت إلا الحسنُ بن أبي جعفر و الأغلبُ و هُما متقارِبَانِ فِي سُوءِ الحِفظ.'

و أخرجه ابن الضريس و البيهقي مِن طريقِ صالِح المُريِّ عن ثابت عن أنس. قلت: و صالِحُ هذا هو ابن بشيْر الزاهد. قال البخاري و الفلاس أيضا: 'منكر الحديث.'

والخلاصةُ أنّ هذه الطُرُقَ الثلاثَ شديدةُ الضعفِ. فلا ينجَبِرُ بِها ضعفُ الحديث على أنّ معناه مُستَنكِرٌ عندي جِدًّا، لِما فيه من المبالغة، و إنْ كان فضلُ الله تعالى لا حَدَّ له. والله أعلم.

(۱) 'منکر' ایسی حدیث کو کہتے ہیں جس کے راوی بکثرت غلطیاں کرتے ہوں۔ یہ ضعیف حدیث کی ایک خاص قسم ہے۔ عام طور پر ایسی احادیث جن میں کسی چھوٹی سی نیکی پر بہت بڑے اجر یا چھوٹے سے گناہ پر بہت بڑے عذاب کی خبر ہو، ضعیف ہوا کرتی ہے۔

آج کا اصول:

بعض اوقات ثلاثی ورباعی کے بعض الفاظ ملتے جلتے ہیں جیسے تَرْجُمُ (اس خاتون نے پتھر مارا) ثلاثی مجرد ہے جبکہ تَرْجَمَ (اس نے ترجمہ کیا) رباعی مجرد ہے۔ بعض اوقات ان کے اعراب بھی ایک جیسے ہو جاتے ہیں۔ ایسے معاملات میں آپ ڈکشنری میں دونوں کا ترجمہ دیکھیے اور اس ترجمے کو اختیار کیجیے جو سیاق وسباق میں درست بیٹھتا ہو۔

سبق B & 8B2 میں ہم ناصر بن محمد الاحمد کی کتاب 'معالم الاقتصاد الاسلامی' کے کچھ اقتباسات کا مطالعہ کریں گے جس میں انہوں نے اسلامی معاشیات کے اصول و مبادی بیان کیے ہیں تا کہ ہم معاشیات کی عربی اصطلاحات سے واقف ہو سکیں۔

تعمیر شخصیت
تخلیقی قوت رکھنے والے کی زندگی میں بوریت سے بچنا سب سے اہم ہوا کرتا ہے۔

مَعَالِم الاقتصادِ الإسلامي لِشيخ ناصر بن محمد الأحْمد

إنّ الحِضارةَ المُعاصِرةَ بِشِقَيها الرأسُمَالِي والاشتراكي الْجِمَاعِي في طريقها إلى الإفلاس، ولهذا أَخَذَ العلماءُ خاصّة يَتَنَبَّئُونَ بظُهور نظامٍ جديدٍ، يُحِلُّ مَحلّ النظامِ القائمِ الذي في طريقه إلى الزوال. كما نَعلَم أنّ الإسلام دينٌ شامل جاء بكل شيء، ومن ذلك جاء بِمَجموعةٍ من الْمُبَادِئِ والأصُول التِي تَتَناوَلُ بالتنظيمِ جوانبِ النشاطِ الاقتصادي في حياةِ الفردِ والْمُجتمَع.

المقصودُ بعلمِ الاقتصاد عند الغربِ

في نظرِ علماءِ الغربِ يَتطَلَّبُ أولًا تَحديدُ المشكلةِ الاقتصادية التِي ما وَجَدَ هذا العلم إلا لِمُوَاجَهتِها، وتَتَلَخَّصَ المشكلةُ الاقتصاديةُ في نظرِ الغرب أنّ الْمجتمعَات البشريةِ حاجاتُها تُفَوِّقُ ما لديها مِن موارِدَ.

هذه الحقيقة هي ما يُطلَقُ عليها اسمُ المشكلةِ الاقتصاديةِ أو مشكلةِ النُدرَةِ، وهي جَوهَرُ الدَرَاساتِ الاقتصادية كلّها، والقضيةُ الأساسيةُ التِي تشغَلُ النظمَ الاقتصادية جَميعها.

الْمعنَى اللغوي لكلمةِ الاقتصاد

جاء في لسانِ العرب: القَصدُ استقامةُ الطريقِ، والقصد العدلُ، والقصد في المعيشةِ أن لا يُسرفَ ولا يَقتُرَ.

مَعَالِم	سنگ میل	يَتَنَبَّئُونَ	وہ پیش گوئی کرتے ہیں	جَوهَرُ	جوہر، بنیادی مادہ
الحضارةَ	تہذیب و تمدن	الغربِ	مغرب (یورپ، امریکہ)	الدَرَاساتِ	مطالعہ، تعلیم
الرأسُمَالِي	سرمایہ دارانہ نظام	مواردِ	وسائل	القضيةُ	مسئلہ، معاملہ، ایشو
الاشتراكي	اشتراکیت، سوشلزم	النُدرَةِ	نایاب / کمیاب ہونا		

تعريفاتُ علماءِ الغرب

التعريف ... لآدمَ سَميت[1]: 'إنّ علمَ الاقتصادِ هو علمُ الثروَةِ، أو هو العلمُ الذي يَختَصُّ بدراسةِ وسائِلِ اغتناءِ الأُمَمِ، مع التَركِيزِ بصفةٍ خاصةٍ على الأسبابِ المادِيَةِ للرفاهِيَةِ، كالإنتاجِ الصناعِي أو الزراعي ..الخ...'

حِدَاثَةُ علمِ الاقتصادِ الغَربِي

يُعتَبَرُ علمُ الاقتصادِ عند الغربِ حديثَ النَشأةِ نَسَبِيًا؛ إذ يرجِعُ إلى أواخِرِ القرنِ الثامنَ عشرَ، وقد ظَلّ علمُ الاقتصادِ حتّى بدايةِ القرنِ العشرينَ عِلمًا نَظرِيًّا مُحايِدًا، ومع بدايةِ القرنِ العشرين بَدَأ تَطَوُّرٌ هامٌّ في الدراساتِ الاقتصادية.

تطوُّرُ الدراساتِ الاقتصاديةِ

مع بدايةِ القرن العشرين بَدَأَتْ تَأخُذُ طابعًا جديدًا يَتَّجِهُ بِها وجهةً مذهبية، وذلك إلى جانبِ طابعِها العلمي، ولقد تَجَاوَزَتْ ذلك إلى وضعِ أهدافٍ للحياةِ الاقتصادية، وتَحديدُ الوسائلِ اللازمة لتحقيقِ هذه الأهدافِ، فالمذهبُ الاقتصاديُّ أصبحَ يَلعَبُ الدورَ الأساسي في تَحديد الأهدافِ الاجتماعية الاقتصاديةِ التِي تَسعٰى إليها الْمجتمعاتُ. والمذهب الاقتصادي بِهذه الصورةِ يكون وثِيقَ الصلةِ باتِّجاهات الدُوَلِ السياسيةِ[2]، وهو لِهذا السَبَبِ يَختَلِفُ مِن دولَةٍ إلى أُخرَى تبعًا لاختلافِ الدُوَلِ في هذه الْمفاهيمِ.

بل أعقَبَهُ تطوّرٌ آخَرُ يَعُودُ تقريبًا إلى بدايةِ الْحَربِ العالَمِيَّةِ الثانية، حيثُ انقَسَمَ العالَم إلى مُعسكَرَيْن، المعسكرُ الغربِي الذي يَعتَنِقُ الْمذهبَ الرأسَمالي الذي تُسَيطِرُ عليه أمريكا ودُوَل أورُوبا الغربِيّة بصفةِ أساسِية، والمعسكر الشرقي الذي يعتنِقُ المذهب الاشتراكي وتسيطر عليه رُوسِيَا والصين ودُوَل أوروبا الشرقية.

(۱) آدم اسمتھ (۱۷۲۳ تا ۱۷۹۰ء) علم معاشیات کے بانی سمجھے جاتے ہیں۔ (۲) یعنی معاشیات، سیاست کے تابع تھی۔

التَركِيزِ	مرکوز کرنا	الإنتاجِ	پیداوار، پروڈکشن	طابعًا	خصوصی پہلو
الرفاهِيَةِ	فلاح وبہبود	الصناعِي	صنعتی	المعسكرُ	فوجی چھاؤنی

وكلّ من المعسكرَين يَضُمُّ دولًا عديدةً، ونتيجةُ لذلك فقد أصبَحَ لكلّ مذهبٍ اقتصاديٍّ تطبِيقاتٌ مُختلفةٌ يُمكن للدُوَلِ الالتجاءُ إليها، وهذا التطبيقُ المذهبِي أو النموذَجُ يُطلَقُ عليه البعضُ اسمُ النظامِ الاقتصادِي.

وكما نعلَم بأن المذهبَيْنِ الاقتصاديَيْنِ يتصارَعَانِ فِي العالَم اليومَ كلٌّ منهما مُدَّعٍ بأنّ له القدرةَ وحدَهُ على حلّ المشكلةِ الاقتصادية. والمذهبُ الرأسُمالي ينحُو منحىً ماديًا، وهو لا يُنكِرُ الجانبَ الرُوحِي أو الأخلاقِي، ولكنّه لا يَحفِلُ به ولا يَضَعُهُ في اعتبارِه، ويُؤَكِّدُ في تعاليمِه على الفصلِ بين الجانبِ المادي والجانبِ الروحي أو الأخلاقي. والمذهبُ الاشتراكي يتّجه بدَورِه اتّجاهًا ماديًا، ولكنّه يُنكِرُ الدينَ كليّةً ويَنظُرُ إلى العاملِ الاقتصادي على أنّه الْمُحَرِّكُ الوحيدُ لِمَوكَبِ البشرية في كل الْمَيَادِين.

فالوضع الاقتصادي لكلّ مجتمَعٍ هو الذي يُحدّد أوضاعَ هذا الْمجتمعِ الاجتماعية والسياسيةِ بل وعَقِيدَتُهُ الدينِيَّةُ. ورغم ذُيُوعِ هذين المذهبَيْنِ إلا أنّه لا ينبَغِي النظرُ إلى أيّ مِنهما على أنه يتضَمَّنُ حقائقَ ثابتةً لا تَقبَلُ النَقضَ، بل كلاهُمَا مَنقوضٌ.

وهناك حقائقُ أساسيةٌ ينبغي أن تكونَ مِنّا على بالٍ: أنّهما نَتاجٌ للفكرِ الإنسانِيّ في ظُرُوفٍ خاصةٍ، وفي بِيئَةٍ مُعَيَّنَةٍ هي البيئةُ الأورُوبِيَّةُ، وأنه ولابُدّ أن يشوبَهما ما يَشوبُ كل فكرٍ إنسانيٍّ مِن نقصٍ وعدمِ شَمُولٍ.

إنّ كلا المذهبَيْنِ ليس له سِوَى قِيمة نَسَبِيَّة، وأنه بالتالي لا يُمكِن تطبيقُه في كل زمانٍ ومكانٍ، وأنه لا يُمكن فهمُ المذهبَيْن فهمًا تامًا إلا في ظِلّ الظروف التِي نَشَأَ فيها.

التطبيقُ المذهبِي	مکتبِ فکر کا عملی نفاذ	يَحفِلُ	وہ توجہ کرتا ہے	ذُيُوعِ	پھیلانا
النموذَجُ	ماڈل	الفصلِ	علیحدگی	مَنقوضٌ	متضاد
يتصارعَانِ	دونوں جدوجہد کرتے ہیں	مَوكَبِ	کارواں	بِيئَةٍ مُعَيَّنَةٍ	مخصوص ماحول
ينحُو	وہ سمت پکڑتا ہے	الْمَيَادِينَ	میدان کی جمع	يَشوبُ	وہ مکس کرتا ہے
ماديًا	مادی (روحانی کا متضاد)	الوضع	وضع کرنا	نَسَبِيَّةٌ	نسبتاً، مطلق کا الٹ

مِن الْخطأِ الاعتقادِ بأن طريقَ التقدمِ الاقتصادِي مرهونٌ فقط باتبَاعِ واحدٍ مِن المذهبيْن الرأسِمالي والاشتراكي، ويُصبِحُ من واجبنا كمسلمِيْن: إن كُنّا نُؤمِنُ حقًا بأنّ الإسلامَ دينٌ شاملٌ للحياةِ ونَحنُ كذلك، أن نؤمِنَ ... بأنّ لِهذا الإسلامِ مذهبُهُ الاقتصادي المستقِلّ والْمُتَمَيِّز، ومن الغريبِ أن يدرِكَ لفيفٌ من العلماء الأجانِبِ هذه الحقيقة، ويَظِلّ كثيْرٌ من المسلميْن غافليْن عنها.

أحكام الاقتصاد الإسلامي

هو مَجموعةُ الأصولِ العامّة الاقتصاديةِ التِي نَستَخرِجُها من القرآنِ والسنة. والبناءُ الاقتصادي الذي نُقيمُه على أساسِ تلكَ الأصولِ بِحسبِ كلّ بيئَةٍ وكل عَصرٍ، وهي على نوعَيْن:

الأول: الأحكامُ الثابتةُ: وهو ما كانت أحكامُه مِن أدلةٍ قطعيةٍ، أو راجِعَةٍ إلى أصلٍ قطعِيٍّ مِما ورد في القرآنِ الكريم أو السنةِ الصحيحة، كحُرمةِ الربا، وحَلِّ البيعِ، وكون للرجُلِ مِثل حَظِّ الأنثَيْنِ في الْمِيْراث. مثل:

قوله تعالى: 'هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا.' [البقرة: 29].

وقوله تعالى: 'وَأَحَلَّ اللهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا.' [البقرة: 275].

وقوله تعالى: 'لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ.' [النساء: 32]

وقوله تعالى: 'كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنكُمْ.' [الحشر: 7].

وقول الرسول عليه الصلاة والسلام: 'كلّ المسلمِ على المسلمِ حرامٌ: دَمُهُ وعِرضُه ومالُه.'

هذه الأصولُ غيْرُ قابلةِ للتغييْرِ أوِ التبديلِ، وهي صالِحةٌ لكلّ زمانٍ ومكانٍ....

الثاني: الأحكامُ الْمُتغيِّرة: وهو ما لَم تكنْ أدلّته قطعيةٌ، ولا راجِعةٌ إلى أصل قطعي بل إلى ظَنّيّ، سواءٌ في سَنَدِها أو في دلالَتِها، مثل عمليةُ الْمُوازَنَةِ بيْن إيرادات الدَولةِ ونفقاتِها، وكيفية تَحقيقِ التوازُنِ داخلَ الْمجتمع ...الخ. وهذا النوعُ لا يُعَدُّ العملُ به ملزمًا على وجهِ الدَوَامِ والاستمرارِ فيجوز لوليِّ الأمرِ الْمُجتَهِدِ، أو أهل الْحَلّ والعُقَدِ مِن العلماء الْمجتهدين أن يَختارَ من الأحكام ما يراه مناسبًا في ضوءِ مُستَجِدَاتِ الحياة....

لفيفٌ	گروہ	الْمُوازَنَة	بجٹ	إيرادات الدَولةِ	حکومتی آمدنی

نَشأةُ عِلمِ الاقتصادِ الإسلامي وتطوُّرُه

الإسلامُ قد قرّر أصولَ الاقتصادِ منذ بدايةِ التشريعِ الإسلامي. وكانت حياةُ الرسول صلى الله عليه وسلم نَموذجًا حيًّا لتطبيقِ هذا التشريعِ الذي استمرّ على نَهجِه الخلفاء الراشدون مِن بعده. ولئن كانت الحياةُ والمشكلاتُ الاقتصادية في الصدرِ الأول مَحدودةٌ فإن ذلك يَرجع لأمرين:

الأول: فَقرُ البيئةِ والتواضُع في النشاطِ الاقتصادي؛ إذ كانوا يَقتَصِرُون على أعمالِ الرَعْي، والزراعةِ الْمحدودة، والتجارةِ الضَيّقةِ الْحدودِ.

الثاني: قُوّةُ الوازِعُ الدينِي وتَمكنُّهِ مِن النفوسِ، فلا غَشَّ ولا تدليسَ ولا غبَنَ ولا احتِكارَ.

وحيْن بدأ الناسُ التوسُّعَ في المعاملاتِ نشِطَتِ الدراساتُ الفقهيةُ الاقتصاديةُ وبَدَأَ العلماءُ يَضَعُون أحكامًا شرعيةً لِما استَجَدَّ في زمانِهم من أمورٍ ومسائل. فألَّفُوا في ذلك التصانيفَ التِي تبحَثُ المسائلَ الفقهية في الجوانبِ الاقتصادية. فكُتِبَ الفقهُ التِي ظهرتْ في القرن الثانِي الْهجري فما بعده. زَخَرَتْ بِمسائلَ اقتصادية هامَّة كالزكاة، والكفّارات، والعُقُود، والمعاملات، والنَفقَاتِ، والصِدَاقِ، والْمواريث، والديات. ومِن هذه الكتب 'الْمُدَّونة الكبْرى' للإمام مالك، و 'المبسوط' للسرخسي، و 'الأم' للإمام الشافعي، و 'المغنِي' لابن قدامة.

كما ظهرتْ كتبٌ خاصةٌ في الاقتصاد كـ 'الخراج') لأبِي يوسف، و 'الخراج' ليحيَى بن آدم القرشي و 'الأموال' لأبِي عبيد، وكتاب 'الاكتساب في الرزق المستطاب' للشيباني، و 'أحكام السوق' ليحيَى بن عمر، وكتابُ 'البركةُ في فضل السَّعيِ والحركةِ' لِمحمد الحبشي اليمنِي، وكتاب 'الحسبة' لابن تيمية وغيْره من العلماء....

لقَد جَثَّمَ الاستعمارُ في بلادِ المسلمين فترةً من الزمان، ولَمّا رحلَ، تَرَكَ آثارًا سَيِّئَةً على حياةِ الْمسلميْن ومنها:

الوازِعُ	کنٹرول، چیک	غبَنَ	غبن	الحسبة	احساس ذمہ داری
غشَّ	کاروباری بد دیانتی	احتِكارَ	ذخیرہ اندوزی	جَثَّمَ	وہ گھس کر بیٹھ گیا
تدليسَ	دھوکہ دہی	استَجَدَّ	نیا معاملہ ہوا	الاستعمارُ	کالونیل ازم (colonialism)

1- تشتِيتُ الدراسات الإسلامية وإبعادُها عن مناهج التعليم.

2- منعُ الفقهِ الإسلامي من التطبيقِ داخلَ الْمحاكم، واستبدالُ القوانيْنِ الوضعية.

3- سنُّ الأنظِمَة والقوانيْنَ التِي تَخدِمُ الاتّجاهَ الاشتراكي أو الرأسِمالي.

ولقد تَرَتَّبَ على إغفالِ تطبيقِ الاقتصاد الإسلامي في واقع حياة المسلمين آثار سيئة منها:

1- انتشارُ الربا، بِكافَّةِ صُوَرِه وألوانه في بلادِ المسلمين.

2- التوسّع في انتشارِ المعاملاتِ الْمُحَرَّمَة الأخرى بين المسلمينِ...

3- مُخالفة حكمِ الله، والعملُ بغيْرِ ما أنزل، مِما يكسِبُ المسلمين الْمَعاصِي والآثام الْمُستَمِرَّة.

4- عدمُ إفساحِ الْمجالِ للاقتصادِ الإسلامي؛ لِيَحِلَّ المشكلاتُ الاقتصاديةُ القائمةُ، وبالتالي حرمان العالَم من سنِّ أنظمة وتشريعاتِ تَحقيقِ الْخيْر والرفاهيةِ للناس.

إنّ هدفَ الاقتصادِ الإسلامي إعمارُ الأرض، وهدفُ الأنظمة الأخرى الرِبحُ، فمَن هدفُه إعمارُ الأرضِ فلن يسمحَ للاحتكار وإتلافِ الفائض مِن الْحُبُوب والْخَضرَواتِ في البِحَار، أو تَحت أشعةِ الشمس الْمحرِّقَةِ، بل سَيعملُ على تَوزِيع الفائِضِ من إنتَاجِه على الشُعُوبِ الأخرى.

آج کا اصول: لفظ 'لا بُدَّ' کا معنی ہے 'اس سے فرار ممکن نہیں' یعنی 'یہ ضروری ہے کہ' جیسے لابدّ أنْ تَعَلَّمَ الكِتَابَةَ (یہ ضروری ہے کہ آپ لکھنا سیکھ لیں)، لابد مِنَ الاِختِبَار (امتحان دینا ضروری ہے) وغیرہ۔ اگر لابد کے ساتھ اسم استعمال کیا جائے تو اس اسم سے پہلے 'من' استعمال کیا جاتا ہے۔

تشتِيتُ	علیحدگی	الْمجالِ	علمی میدان	أشعةِ	شعاعیں
التطبيقِ	عملاً نافذ کرنا	حرمان	کمی	الْمحرِّقَةِ	جلا دینے والی
استبدالُ	تبادلہ	تشريعاتِ	قانون سازی	تَوزِيع	تقسیم کرنا
سنُّ	قانون / سنت جاری کرنا	الرِبحُ	منافع	مساوِئُ	برائیاں
الأنظمة	نظام، سسٹم	إتلافِ	ضائع کرنا	الثَرَاءِ	دولت
تَرَتَّبَ على	اس کا نتیجہ مرتب ہوا کہ	الفائض	بکثرت	وسائلَ	پیداوار کے وسائل جیسے
إفساحِ	پھیلانا، کھلا کرنا	الْحُبُوب	غلہ، پیداوار	إنتاجه	زمین، مشین، فیکٹری، انسان

مساوئُ الاقتصادِ الرأسمالي

1– اختلالُ التوازُنِ في توزيعِ الثَرَاءِ بين الأفرادِ وبالتالي تَتَجَمَّعُ وسائلُ إنتاجِه عِند طائفةٍ.

2– ظهورُ الأزمَاتِ وتفشِي البطالةِ؛ لاندِفَاعِ الْمُنتَجِيْنَ إلى إنتاجِ السِلَعِ الكمالِية.

3– انتشارُ الاحتكاراتِ الفعليةِ القانونيةِ.

4– الْحُرِيَّةُ الْمُطلقَةُ فِي الكسبِ والإنفاقِ.

مساوئ النظام الاشتراكي

1– مُصادَمَةُ الفطرة، وهي حبُّ التَمَلُّك.

2– هُبُوطٌ بالفردِ إلى مُستَوَى العَبِيدِ في العُصُور الظالِمَةِ.

ما كان إخراجُ الأراضي والْمعامِلِ وغيْرِها من وسائلِ الإنتاج مِن أيدي الأفرادِ وتَحويلُها إلى ملكِيَّةٍ جَماعِية عملا سهلا يكون قد تَمّ بسهولةٍ وبطَيبِ خاطرٍ مِن أصحابِ الأراضي والْمعامِل. ولك أن تقدرَ بنفسك أنّك إذا اعتَزَمْتَ مصادرةَ أملاكِ الناسِ الصغيْرةِ والكبيْرةِ وإبعادَهم عنها، فهل تراهم يَخضَعُون لِمشِيئَتِكَ ويستسلمُون لقضائِك بكلّ سهولةٍ؟ كلا، بل لابدّ لذلك في كلّ زمانٍ وفي كل مكانٍ من قتلِ النفوس وسَفكِ الدماء...

فقد قَدَّرُوا أنّه قُتِلَ في رُوسِيا في تنفيذِها هذا المشروعِ والعملِ على مقتَضاه نَحو 19,000,000 نَسمةً، وحُكِمَ على نَحو 2,000,000 نسمةً بِعقوباتٍ فادحةٍ مُختلفةٍ، ونُفِيَ عن البلاد نَحو 4,000,000 أو 5,000,000 نسمة.

الأزمَاتِ	کساد بازاری	التَمَلُّك	مالک ہونا	المشروعِ	پراجیکٹ
البطالةِ	بے روز گاری	هُبُوطُ	گرنا	نسمة	جاندار چیز، انسان
اندِفَاع	شروع ہو جانا	مُستَوَى العَبِيدِ	غلام کا درجہ	عقوباتٍ	سزائیں
الكمالِية	لگژری اشیاء	الْمعامِلِ	فیکٹریاں	فادحةٍ	مصیبت
مُصادَمَةُ	تصادم	مصادرة	قبضہ کر لینا	نُفِيَ	اسے جلاوطن کیا گیا

خصائِصُ الاقتصادِ الإسلامي

أولًا – الاقتصادُ الإسلامي جزءٌ مِن نظامِ الإسلام الشامِل

لا ينبَغِي لنا أن نُدَرِّسَ الاقتصادَ الإسلامي مستقلًا عن عقيدةِ الإسلام وشريعتِه؛ لأنّ الاقتصادَ الوضعي بِسببِ ظُرُوفٍ نشأتْه، قد انفصَلَ تَمامًا عن الدينِ، وأهم ما يُميّز الاقتصاد الإسلامي هو ارتبَاطُه التَامُ بدينِ الإسلام وعقيدتِه وشريعتِه.

وارتباطُ الاقتصادِ الإسلامي بالعقيدةِ يَبدُو في نظرةِ الإسلام إلى الكونِ باعتبارِه مُسَخَّرًا للإنسان ولخدمتِه، ويبدُو كذلك في قَضيَّةِ الحلال والحرامِ التِي تشغَل المسلم عِند إقدامِه على معاملةِ من المعاملات، ويبدو أيضًا في عنصرِ الرِقَابةِ الذي يُحِسُّهُ المسلمُ مِن عالم الغيب. وتفصيل ذلك:

1– للنشاطِ الاقتصادي في الإسلامِ طابع تعبُّدِي: إنّ أيَّ عملٍ يَقُومُ به الْمسلمُ، اقتصاديًا أو غيْرَ اقتصادي، يُمكن أنْ يَتحَوَّلَ مِن عملٍ مادِيٍّ عاديٍّ إلى عبادةٍ يُثَابُ عليها، إذا قَصَدَ المسلمُ بعملِه هذا وجهَ الله سبحانه. عن عمر رضي الله عنه عن الرسول عليه الصلاة والسلام: 'إنّما الأعمالُ بالنيات، وإنّما لكلّ امرئٍ ما نوى.' وقال عليه الصلاة والسلام: 'وإنّك لن تُنفقَ نفقةً تبتغي بِها وجهَ الله إلّا أُجِرتَ عليها، حتّى ما تَجعل فِي فَمِ امرأتك.' [متفق عليه].

2/ للنشاط الاقتصادي في الإسلامِ هدفٌ سام: تَهدفُ النظمُ الاقتصادية الوضعيةُ مِن الرأسِمالية والاشتراكية إلى تَحقيقِ النفعِ الْماديِّ وحدَه لأتبَاعِها، ذلك هو هدفُها. وكان مِن نتيجةِ ذلك تلكَ الْمُنافسَةُ الطاحنةُ التِي تَدُورُ وتدورُ رُحاها بيْن معسكراتِ الدُوَلِ المختلفة بقصدِ السَيطرةِ الاقتصادية، واحتكارِ الأسواقِ ومصادرِ الموادِّ الخامِ في البلادِ المختلفة. هذه الْمُنافَسةُ هي التِي أدَّتْ إلى الحربَيْنِ العالَمِيَّتيْن الأولى والثانية، وهي التِي تُهَدِّدُ العالَم الآن بِحربٍ نَوَوِيَّةٍ ثالثةٍ بيْن الْمعسكرين الرأسِمالي والشُيُوعي.

النشاطِ الاقتصادي	اقتصادی عمل	الموادِ الخامِ	خام مال	نَوَوِيَّةٍ	نیوکلیئر، ایٹمی
الحربَيْنِ العالَمِيَّتيْن	دوعالمی جنگیں	سامٌ	بلند	الشُيُوعي	کمیونسٹ

فإذا كان النشاط الاقتصاديُّ فِي ظِلّ الاقتصادِ الإسلامي يسعَى إلى النفعِ الْماديِّ، فهو يسعى إليه وحده، ولا يستَهدِفهُ كفايةٌ في حدّ ذاتِه، وإنّما يعتَبِرُه وسيلةٌ لغايةٍ أكبَرَ وهدف أسْمَى، وهو إعمارُ الأرض وتَهيئتُها للعيشِ الإنساني امتثالًا لأمرِ الله قال الله تعالى: 'يَا أَيُّهَا النَّاسُ كُلُواْ مِمَّا فِي الأَرْضِ حَلاَلاً طَيِّبًا وَلاَ تَتَّبِعُواْ خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ.' [البقرة: 168].

وفرقٌ كبيْرٌ بين أن يكونَ النفعُ المادي هو الغاية وهو الْهدفُ، وبين أن يكونَ وسيلةٌ لغايةٍ أكبَر. وهدف أسْمى، وهو إعمارُ الأرض وتَهيئتها للعيش الإنساني، وتَحقيقِ الرفاهية والْخيْرِ للناس كافةً. ذلك أنّه في الحالةِ الأولى إذا كان النفعُ المادي هو الهدفُ ستكون الأنانيَةُ والاحتكارُ والاستئثَارُ بِخيْراتِ الدنيا ومنعِها عن الآخرين كما يَحدُث في النظم الاقتصادية الْمتصارِعَةِ، وهو ما يُؤدّي إلى الحروبِ وإلى الدَمَار.

أما في الحالةِ الثانية حيث يكون إعمارُ الأرض هو الهدف، فإنّ المنافسةَ والأنانيةَ والاحتكارَ سوفَ تَتَحوّلُ إلى تفاهُمٍ وتعاونِ بين الدُوَل والشُعُوبِ لإعمار الأرض، واستغلالِ ثروَاتِها على أحسَنِ وجهِ لصالِح البشريَّةِ جَميعه. قال الله تعالى: 'وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ.' [القصص: 77].

3- الرقابةُ على مُمارَسَةِ النشاطِ الاقتصادي في الإسلام هي رقابةٌ ذاتيةٌ في الْمقامِ الأوّل: رقابةُ ضميْرِ المسلمِ القائمة على الإيْمانِ بالله والحساب في اليوم الآخر، قال الله تعالى: 'وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنتُمْ.' [الحديد: 4]، وقال سبحانه: 'إِنَّ اللّهَ لاَ يَخْفَىَ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الأَرْضِ وَلاَ فِي السَّمَاء.' [آل عمران: 5]، وقال الرسول عليه الصلاة والسلام عن الإحسان: 'أن تعبدَ الله كأنّك تَراه فإنْ لَم تكنْ تَراهُ فإنّه يراك.'

آج کا اصول: کسی بیماری کو بیان کرنے کے لئے الفاظ بِي، بِكَ، بِهِ استعمال ہوتے ہیں جیسے بِي صُدَاعًا (مجھے درد ہو رہی ہے)، بِكَ سُعَالٌ (تمہیں کھانسی ہے) وغیرہ۔

تَهيئة	تیاری	الدَمَار	تباہی	استغلالِ	استعمال
الأنانيَةُ	انانیت، خود غرضی	المنافسةَ	مقابلہ بازی	الرقابةُ	کنٹرول
الاستئثَارُ	اجارہ داری	تفاهُمٍ	ایک دوسرے کو سمجھنا	ضميْرِ	انسانی ضمیر

ثانيًا – الاقتصاد الإسلامي يُحقّق التوازنَ بيْن مصلِحَةِ الفَردِ ومصلحةِ الْجماعةِ

فالنظامُ الاقتصادي الرأسُمالي ينظر إلى الفَردِ على أنّه مَحورُ الوجودِ والغايةُ مِنه، ومِن ثَمَّ فهو يَهتَمّ بِمصلحتِه ويُقدِّمها على مصلحةِ الجماعة كلّها. ويُعلِّلُ النظام الرأسُمالي موقفَه هذا من الفردِ بأنه لا يُوجَدُ ثَمة تعارضٌ بين مصلحةِ الفرد ومصلحة الجماعةِ، وأنّ الأفرادَ حينَ يعملون على تحقيقِ مصالِحهم الخاصةِ، فإنّهم في الوقتِ نفسه يُحققون مصلحةَ الجماعة. وتَقديْمُ المصلحةِ الخاصةِ على المصلحةِ العامّة في النظامِ الرأسِمالي كان له مساوئُ عديدةٌ، أبرَزُها الأزماتِ وتَفشِي البطالَةِ، والتفاوُت الكبِيْرِ بين الدخولِ والثروَاتِ وظهورِ الاحتكارات.

والنظامُ الاقتصادي الاشتراكيُّ على العكسِ من النظامِ الرأسِمالي، يقدّم مصلحةَ الجماعةِ على مصلحةِ الفرد، بل هو يُضحّي تَمامًا بِمصلحةِ الفرد في سبيلِ مصلحةِ الجماعة. وبناءً على ذلك فقد ألغَى النظامَ الْملكيةَ الفردية لأدواتِ الإنتاجِ إلغاءً تامًا، كما ألغَى الْحريّةَ الاقتصاديةَ الفرديّةَ واستَبدلَ بِهما الملكية العامة والحرية الاقتصاديةَ العامةَ، أي ملكية الجماعة وحريتها.

وكان لِهذا المَسلَكِ بدَوره مساوئُ لا تَقِلُّ عن مساوئِ النظام الرأسِمالي إنْ لَم تزد، فإلغاءُ الملكية الفرديةِ والحريةِ الاقتصاديةِ يُصَادِمُ الفطرةَ الإنسانية، ويُؤدِّي إلى إحباطِ الْهِمَم، وإلى التكاسُلِ، ولهذا السببِ نَجِدُ الدولَ الاشتراكية، وفي مقدمَتِها الاتّحادُ السَوفِييَتي تعانِي من تَقهقُرِ الإنتاجِ كمًا ونوعًا. وأصبحنا نَجِدُ الآن في روسيا أصواتًا[1] تَرتَفِعُ مطالبةً بإعادةِ الملكياتِ الزراعِيّة الخاصة، وتَجعلُ هذه الملكياتُ أساسًا هامًا لرفعِ مُستَوى المعيشة في الاتّحادِ السوفييتي.

(۱) مصنف نے یہ کتاب اس وقت لکھی تھی جب روس سوویت یونین ہوا کرتا تھا۔ کمیونزم کے نتیجے میں سوویت یونین تباہی کا شکار ہوا اور اس کے دو بڑے علمبردار ممالک روس اور چین کیپیٹل ازم کو اپنانے پر مجبور ہو گئے۔

مطالعہ کیجیے! آرنلڈ شیوارزنگر دنیا کے کامیاب انسانوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہیں بھی ایک بڑے مسئلے کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ مسئلہ کیا تھا؟ http://www.mubashirnazir.org/PD/Urdu/PU04-0003-Schwarzeneger.htm

ألغَى	اس نے منسوخ کر دیا	تكاسُلِ	سستی	تقهقُرِ	کم ہو جانا
إحباطِ	مایوسی	سَوفِييَتِي	سوویت یونین سے متعلق	كمًا ونوعًا	مقدار اور معیار

أمّا الاقتصادُ الإسلامي فهو لا يَفترِضُ مقدَّمًا أنّ هناك تعارُضًا بين مصلحةِ الفردِ ومصلحة الجماعةِ، وتَقُومُ على رعايةِ المصلحتَيْنِ معًا، ومُحاوَلةِ تَحقيقِ التوازُنِ بينهما، فيَعتَرِفُ بالْملكيّةِ الفردِيَةِ، ويَعتَرِفُ كذلك فِي نفسِ الوقتِ بالملكيةِ الجماعِيَةِ، فلا يُلغِي أيًّا منهما في سبيلِ الأُخرى، فيَعتَرِفُ للفردِ بِحُرِيَّتِه، ولكنّه لا يُغَالِي في ذلك إلى حَدِّ إطلاقِها بغيْرِ قُيُودِ مِما يُضِرُّ بالجماعة.

أما إذا كان هُناك تعارضٌ بين مصلحةِ الفردِ ومصلحةِ الجماعة وتَعذرُ تَحقيقَ التوازنِ، أو التوفيق بينهما، فإنّ الإسلامَ يقدّم مصلحةَ الجماعة على مصلحةِ الفرد. ومن الأمثلة: منعه عليه الصلاة والسلام مِن تَلَقِّي1 الرُكبان؛ فإنّ فيه تقديْمًا لِمصلحةٍ عامّةٍ، وهي مصلحةُ أهلِ السُوقِ على مصلحةٍ خاصّةٍ، هي مصلحةُ الْمُتَلَقِّي في أن يَحصِلَ على السِلعةِ، ويُعِيدُ بيعَها بربحٍ يَعُودُ عليه، ومنها النَهيِ عن الاحتكارِ.

الأركان الأساسيَّة في الاقتِصَادِ الإسلامي

- الْمِلكِيَةُ الْمُزدَوَّجَة الخاصة والعامة.
- الحُرِيَّةُ الاقتصاديةُ الْمُقَيَّدة.
- التكافلُ الاجتماعيُّ.

چیلنج! تعریض کسے کہتے ہیں اور اس کا مقصد کیا ہے؟ تین مثالیں دیجیے۔

أولًا: المِلْكِيَّة المزْدَوِجَة

الْملكية في الاقتصاد الإسلامي: الاقتصادُ الإسلامي له موقِفُهُ الْمُتميِّزُ، فهو لا يَتَّفِقُ مِن الاقتصادِ الرأسِمالي في اعتبارِ الملكيةِ الخاصةِ هي الأصلُ أو القاعدةُ، والملكيةُ العامةُ هي الاستثناء. ولا يَتَّفِقُ كذلك مع الاقتصادِ الاشتراكي في النظرِ إلى الملكيةِ العامةِ على أنّها الأساسُ أو القاعدةُ، والملكيةُ الخاصةُ هي الاستثناءُ، ولكن يأخُذُ بِكلا النوعَيْنِ من الملكيةِ في وقتٍ واحدٍ كأصلٍ وليس كاستثناءٍ. فالاقتصاد الإسلامي منذُ البدايةِ يُقِرُّ الملكيةَ الفرديةَ، ويقر كذلك الملكيةَ الجماعية، ويَجعَلُ لكلّ منهما مَجالَها الْخاصَّ الذي تعمَلُ فيه.

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیہاتیوں سے مال خرید کر ذخیرہ اندوزی سے منع فرمایا تاکہ قیمتیں کنٹرول میں رہیں۔

لا يُغَالِي	یہ مبالغہ نہیں ہے	التكافلُ	ایک دوسرے کی کفالت	المزْدَوِجَة	ڈبل (حکومتی اور پرائیویٹ)

فالاقتصادُ الرأسمالي رَغمَ قيامِه على الملكيةِ الفرديةِ، وكراهيتِه للملكيةِ الجماعيةِ، إلّا أنّه إزاءَ طغيانِ الملكيةِ الفرديةِ وعزوفِها عن القيامِ بالْمشروعاتِ الأساسيةِ اللازمةِ للاقتصادِ القَومِي، فقد اضطَرَّ إلى الأخذِ بفكرةِ الْملكيةِ العامة في صُورةِ تأميمِ بعضِ الْمشروعاتِ الْخاصةِ، أو قيامِ الدولةِ ابتداء ببعضِ المشروعات الاقتصادية التِي يَعزِفُ عنها الأفراد، وخيْرُ شاهدٍ على ذلك عملياتُ التأميمِ والتدخُّلُ في النِشاطِ الاقتصادي التِي لَجَأتْ إليها الدُوَلُ الرأسُمالية منذ السنواتِ السابقةِ على الحربِ العالَمية الأُولٰى.

كذلك فإنّ الاقتصاد الاشتراكي إزاءُ تَدهُورِ الإنتاج كمًّا ونوعًا، واقتِناعُ المسئولين عن هذا الاقتصاد بأن ذلك راجِعٌ بصفةٍ أساسيةٍ إلى إلغاءِ الملكية الفردية بضرورةِ الاعترافِ بالملكية الفردية.

الْملكِيَّةُ في الاقتصادِ الإسلامي مُقَيَّدَةٌ

سواء أكانَتْ ملكية خاصةٌ أو ملكية عامة فهي ليستْ مطلقة، بل هي مقيدةٌ بقيودٍ ترجعُ إلى تحقيقِ مصلحة الجماعةِ، وإلى منعِ الضرَر، الأمر الذي ينتَهِي بالملكيةِ إلى أن تصبحَ وظيفة اجتماعية.

فالذي يَتَتَبَّعُ نصوصَ الكتاب يَجدُ أنّ الأصلَ في الأموالِ جَميعَها بكلّ أشكالِها وأنواعها أنّها مُلكٌ لله تعالى: 'وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا.' [المائدة: 17]، وقال سبحانَه: 'وَآتُوهُم مِّن مَّالِ اللَّهِ الَّذِي آتَاكُمْ.' [النور: 33]. وإذا كانَ المالُ كلهُّ لله فإنّ يدَ البشرِ عليه هي يدُ استخلافٍ، أي أنّ البشرَ خلفاءُ عن الله في استعمالِ هذا المالِ والتصرُّفِ فيه، كما قال تعالى: 'آمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَأَنفِقُوا مِمَّا جَعَلَكُم مُّسْتَخْلَفِينَ فِيهِ.' [الحديد: 7]. فالإنسان ما هو إلا وكيلٌ أو مُوَظَّفٌ يعمَلُ في ملكِ الله لِخَيْرِ الْمجتمع الإسلامي كلِّه. وإذا لم يلتزمِ الإنسانُ المستخلفُ بأوامرِ الله ونَهيِه في المالِ الذي تَحت يدِه، فإنَّ الجزاءَ هو استبدالُه بِمن هو أصلَحُ منه.

آج کا اصول: آپ جانتے ہیں کہ کچھ ایسے اسم ہوتے ہیں جن کے اعراب تبدیل نہیں ہوتے۔ انہیں 'مبنی' کہا جاتا ہے۔ ان کی رفع، نصب اور جر کی حالتوں کو فرض کر لیا جاتا ہے۔ مثلاً هذا رَجُلٌ، فَعَلَ هذا، بِهذا تینوں جملوں میں لفظ 'ہذا' اپنی رفع، نصب اور جر کی حالتوں میں ہے مگر اس کے اعراب تبدیل نہیں ہو رہے کیونکہ یہ مبنی ہے۔ اس تصور کو نحو کی اصطلاح میں 'تقدیر' اور ان کے اعراب کو 'مقدر' کہا جاتا ہے۔

نمائندہ	وكيلٌ	کمی	تَدهُورِ	منع کرنا	عزوفِ
اجیر، ملازمت کرنے والا	مُوَظَّفٌ	نمائندہ بننا	استخلافِ	قومیانا، نیشنلائزیشن	تأميمِ

قال الله تعالى: 'هَاأَنتُمْ هَؤُلَاء تُدْعَوْنَ لِتُنفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَمِنكُم مَّن يَبْخَلُ وَمَن يَبْخَلْ فَإِنَّمَا يَبْخَلُ عَن نَّفْسِهِ وَاللَّهُ الْغَنِيُّ وَأَنتُمُ الْفُقَرَاء وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ.' [محمد: 38]

وقد ضَرَبَ لنا الحقُّ تبارك وتعالى مثلا لِهذا الاستبدالِ في قصةِ قارونَ فقال عز وجل: 'وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنسَ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا وَأَحْسِن كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ. فَخَسَفْنَا بِهِ وَبِدَارِهِ الْأَرْضَ فَمَا كَانَ لَهُ مِن فِئَةٍ يَنصُرُونَهُ مِن دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنتَصِرِينَ.' [القصص: 80–81].

ما هي المِلْكِيَّة الخاصَّةُ في الاقتصاد الإسلامي. هي حكمٌ شرعِيٌّ مُقَدَّرٌ يُعطِي الإنسانَ حقَّ الاختصاصِ في امتلاكِ العيْنِ، أو منفعتِها وحقِّ التصرفِ بِها من غيْرِ مانعٍ. ينظُرُ الإسلامُ للإنسانِ على أنّه مخلوقٌ، له دوافعُهُ الفطريّةُ وغرائزُهُ الاجتماعيةُ، وأن من بينِ هذه الدوافعِ والغرائزِ غريزةُ التملّكِ وحبُّ المال.

قال تعالى: 'وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا. وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا.' [الفجر: 19–20]، وقال الرسول عليه الصلاة والسلام: 'لو كان لابنِ آدمَ واديانِ مِن مالٍ لابتَغٰى واديًا ثالثًا.' [رواه مسلم]. ومن هنا كان موقفُ الإسلامِ من الملكيةِ هو موقفُ المعترفُ بِها لا الْمُنكِرَ لَها، موقفُ الْمحترِمِ لَها لا الْمُهدِرِ لَها. ولكن الإسلامَ حين اعتَرَفَ بِهذه الملكية واحتَرَمَها لم يُكتِفْ بِهذا القدرِ، ولم يقفْ عنده بل تَجاوَزَهُ إلى تنظيمِ هذه الملكية.

واحترام الإسلام للملكية يَبدُو واضحًا في احترام المال في الآتِي:

أولًا: أنّ الشريعةَ جعلتْه من مقاصدها الخمسةِ التِي يَجِبُ الحفاظُ عليها ورعايتُها، وهذه المقاصد هي: الدينُ، والنفسُ، والعقل، والعِرَضُ، والْمال.

ثانيًا: أنّ الشريعةَ نَهَتْ عن الاعتداءِ على هذا المال بأيِّ نوعٍ من أنواعِ الاعتداءِ، 'إنّ دماءَكم وأموالَكم وأعراضَكم عليكم حرامٌ كحُرمةِ يومِكم هذا في شهرِكم هذا في بلدِكم هذا.'

امتلاكِ	مالک ہونا	الدوافعِ	کام کرنے کی ترغیبات	الْمُهدِرِ	ناجائز قرار دینے والا
العيْنِ	سامان تجارت	الغرائزِ	جبلتیں، غریزۃ کی جمع	العِرضُ	عزت

فحُرِمَتْ أكلُ أموالِ الناس بالباطلِ. قال تعالى: 'وَلاَ تَأْكُلُواْ أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ.' [البقرة: 188]. وحُرِّمت السرقةُ ووُضِعَتِ الْجزاءُ الرادعُ لَها، 'وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُواْ أَيْدِيَهُمَا.' [المائدة: 38]. وحَرَّمَتْ شريعةُ الإسلامِ غصبَ الْمالِ، يقول الرسول الكريم صلوات الله وسلامه عليه: 'من ظَلَمَ قِيدَ شِبْرٍ من الأرضِ طَوَّقَهُ مِن سبعِ أرضِيْن.'

أهدافُ الملكيةِ الخاصةِ

1- إثراءُ التعاونِ عن طريقِ الأفرادِ والْمُؤسَّسَاتِ غيْرِ الحكوميّة: إنّ الملكيةَ الخاصةَ لتجعلَ الأفرادَ يعملون بكلّ جِدٍّ وتضحِيَة فِي سبيلِ تَحقيقِ ما يَعُودُ عليهم مِن خيْرٍ ونفعٍ.

2- تَحقيقُ الْخيْرِ والرفاهية والنفعِ العامِ عن طريقِ الْمنافسَةِ العادِلَةِ بيْنَ الْمُنتَجِيْنَ: المنافسةُ العادلةُ بين المنتجيْنَ مطلبٌ مُهِمٌّ فِي الحياةِ الاقتصاديةِ، ففي القِطَاعِ الزراعي مثلًا يتنافَسُ المنتجِون فيما بينهم على تَحسينِ إنتاجِهم، وهذا يُسرِي في القطاع الصناعي وفِي القطاعاتِ الاقتصاديةِ الأُخرٰى.

3- عدمُ إشغالِ الدَولةِ بأمُورٍ إنتاجيَةٍ يُمكِنُ الأفرادُ من تَحقيقِها: الدولةُ يَجبُ أنْ تَتَفَرَّغَ لِلمَهَامِ الكبيْرةِ، كإعدادِ العِدَّةِ، ونَشرِ التعليمِ والْخِدمَاتِ الصحيَةِ. إنّ انشغالَ الدولةِ بإنتاجِ الصناعاتِ اليَسيْرَةِ، وتسويقِها أو بِفتحِ مَحلاتٍ لبيعِ لَعِبِ الأطفال، أو الكمالِيَاتٍ سيَشغَلُ المسؤولينَ عن مُتابَعةِ أمورٍ أكثرَ أهَمِّيَةٍ.

4- إشباعُ غريزةِ حبّ الْمال: فغريزةُ حبّ التملُّكِ مِن الغرائزِ الأصلية فِي النفسِ البشرية، فالرغبَةُ فِي التملكِ هي سِرُّ الحركةِ فِي الحياةِ، فلو خَمِدَتْ هذه الرغبةُ في أيّ كائِنٍ حيٍّ لِما سَعَى ولِما عَمِلَ، ولجَمَدَ مع الجمادِ.

الرادعُ	روکنے والا	القِطَاع	معیشت کا ایک سیکٹر	إشباعُ	مطمئن ہونا
إثراءُ	امیر ہونا	تسويق	مارکیٹنگ	خَمِدَتْ	وہ مر گیا
تضحِيَة	قربانی	مَحلاتٍ	دکانیں	جَمَدَ	اس پر جمود طاری ہوا

مَجالات الملكيةِ الخاصة

1- البيع: وهذا معروفٌ عن طريقِ البيعِ والشراءِ يكون الاكتسابُ والتملّك.

2- العَمَلُ بأجرٍ عند الآخرين: جاء عن النبِي صلى الله عليه وسلم: 'ما أكَلَ أحدٌ طعامًا قِطٌّ خيْرًا من أن يأكلَ من عملِ يدِه، وإن نبِيَ الله داوودَ كان يأكُلُ من عَمَلِ يدِه.' [رواه البخاري]. وجاء أيضًا عنه صلى الله عليه وسلم أنّه قال: 'ما بَعَثَ الله نبيًا إلا رَعَى الغنمَ.' فقال الصحابةُ: وأنت؟ فقال: 'نعم، كُنتُ أرعَاها على قرارِيطَ لأهل مكةَ.' [رواه البخاري].

3- الزراعة: قال النووي: أطيَبُ الكسبِ ما كان بعملِ اليدِ. قال: فإنْ كان زراعًا فهو أطيَبُ الْمكاسِبِ؛ لما يَشتَمِلُ عليه من كونِه عملَ اليد، ولِما فيه مِن التوكل، ولِما فيه من النفعِ العامِ للآدميّ، وللدوّابِ. قال ابن حجر: وفوق ذلك من عملِ اليد ما يكتَسِبُ من أموالِ الكفارِ بالجهادِ، وهو مُكسِبٌ النبِي صلى الله عليه وسلم وأصحابه، وهو أشرف الْمكاسبِ لِما فيه من إعلاء كلمة الله تعالى.

4- إحياءُ الأرضِ الْمواتِ: ودليل مشروعيتِه قوله صلى الله عليه وسلم: 'من أحيا أرضًا ميتةً فهي له.' [رواه أبو داود بإسناد حسن].

شروط الإحياء: (أ) أن لا تكونَ الأرضُ ملكاً لأحد مسلمٍ أو ذِمِّي. (ب) أن لا تكونَ داخلَ البلدِ. (ج) أن لا تكونَ مِن المرافِقِ العامّة: كالمتنزِهاتِ والْمسايِل. (د) أن يتحقّقَ إحياءُ الأرض في مدة أقصَاها ثلاث سَنِيْن مِن وَضعِ يدِه عليها؛ إذْ إنّ التَحجِيْرَ لا يكفي وحدَه لاكتسابِ الْملكيةِ. ويُحصِلُ الإحياءَ إمّا بِعملِ حائطٍ مُنيعٍ، أو إجراءُ ماءٍ لا تزرَعُ إلا به، أو بِغَرسِ شَجرٍ، أو بِحفرِ بِئرٍ فيها فوصل إلى الْماءِ. والتحجيْرُ سببٌ للملكيةِ خلالَ السنوات الثلاثِ فالْمحجَرِ أو ورِثَتِه أحقّ به من غيْرِهم؛ لقوله صلى الله عليه وسلم: 'من سَبَقَ إلى ما لَم يسبقْ إليه غيْره فهو أحقّ به.' [رواه أبو داود]. (هـ) أهليةُ الْمُحيي: بأن يكونَ قادرًا على إحياءِ الْموات. (و) إذنُ الإمام[1]: وهذا شرطٌ عند أبِي حنيفة، وخالف في ذلك الإمام أحْمد والشافعي.

(۱) خالی زمینوں کو آباد کرنے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی کہ جو شخص جتنی زمین آباد کر سکے، وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔ اگر حکومت چاہے تو اب بھی یہ اقدام کر سکتی ہے۔

المتنزِهاتِ	باغات، پبلک پارک	الْمسايِل	پانی کا راستہ، نہر	التَحجِيْرَ	پتھروں سے دیوار بنانا

5- الصناعة والاحتراف

6- الاحتطاب: هو جَمعُ الحطبِ مِما لم يكنْ مَملوكاً لأحدٍ، ويدخلُ فِي الملكية الخاصةِ إذا تَمَّتْ حيازَتُه عِندئِذٍ يتصرّفُ به انتفاعًا، وبيعًا، ويأخذ ثَمنَه.

7- استخراج ما في باطنِ الأرضِ مِن الْمَعادِنِ التِي لا تدخل في الملكيةِ العامّة بشرطٍ أنْ يكونَ جامِدًا؛ لأنّه ملكُ الأرضِ بِجميعِ أجزائِها.

8- الصَيد: أجْمع العلماءُ على إباحةِ الصيدِ والأكلِ منه بشروطِه، والصيدُ إذا تَمّت حيازتُه ثبت تَملُّكه، وصحّ بيعُهُ، وشراؤُه.

9- إقطاعُ السلطانِ وجوائزِه: وهو إعطاءُ الإمامِ مِن مال الله شيئًا لِمن يَرَاه أهلًا لذلك، ومِما يدلّ على مشروعيتِه: أن الرسول صلى الله عليه وسلم أقطع للزبَيْرِ أرضًا من أموال بنِي النضير. [رواه البخاري]. كما لا يَصِحُّ له أن يقطعَ مرافقَ المسلمين العامة كالحدائِقِ، والطُرُقاتِ والأسواقِ، والمساجد، والمدارسِ، والمستشفياتِ، وفِجَاجِ مِنَى، ومزدلفةَ وعرفات مِما تتعلق به مصلحة للمسلمين.

10- الجعل على عملٍ معلومٍ والسبق: الجعالةُ هي جعلُ مالٍ معلومٍ لمن يعملَ له عملًا مباحًا، ودليل جوازِه قولُ الله تعالى: 'وَلِمَن جَاء بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ وَأَنَاْ بِهِ زَعِيمٌ.' [يوسف: 72]، وأجاز الرسول صلى الله عليه وسلم أخذَ الجعلِ على الرُقية بأمّ القرآن.

11- قبولُ الِهبةِ والعطية والْهدِيَة: وتعنِي التمليكُ فِي الحياة بغيْرِ عوضٍ.

12- اللقطةُ: هي المالُ الضائعُ من صاحبِه يلتَقِطُه غيْرُه، فمن وجد لقطةً لا يَحِلُّ له التصرفُ بِها إلا بعدِ تَعريفِهَا سنةً في الأسواقِ، وأبوابِ المساجِدِ والجوامِع، ولا تدخلُ فِي المِلكِ إلا بعدَ تَمامِ التعريف، ويَزُولُ بِمَجِيءِ صاحبِها، ويُضَمِّنُ له بدلَها إنْ تعذَّر ردَّها.

ان میں سے بعض مثالیں صنعتی انقلاب کے بعد غیر متعلق ہو چکی ہیں۔

الاحتراف	پیشہ	عِندئِذٍ	اس وقت	الرُقية	پڑھ کر پھونکنا
الاحتطاب	لکڑیاں چننا	إقطاعُ	زمین کا ٹکڑا دینا	اللقطةُ	راستے میں پڑی ہوئی چیز
حيازَة	پیشہ	فِجاجُ	پہاڑی درہ	يُضَمِّنُ	وہ ضمانت دیتا ہے

13– الوصايا: وهي التبرُّعُ بالْمال بعد الْموتِ. قال تعالى: 'مِن بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصِي بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍۚ.' [النساء: 11]

14– الإرث: انتقالُ المالِ إلى وارثٍ معيّنٍ بعد وفاةِ مورثه.

15– الْمَهر والصِداق: وهو ما تأخُذُه المرأةُ عوضًا عن نكاحِها. قال تعالى: 'وَآتُواْ النِّسَاء صَدُقَاتِهِنَّ نِحۡلَةً.' [النساء: 4].

16– ما يأخذه الْمُحتاجُ من أموال الزكاةِ والصدقة: وهم الأصناف الثمانية.

17– ما يُؤخَذُ مِن النفقةِ الواجبةِ: من وجَبَ بَذلُ النفقةِ له استحَقَّها وصارت مِن ملكِه وحقَّ له التصرّفُ بها، بشرطٍ أن يقبضَها.

تقييد الملكية الخاصة

قيّدَ الإسلامُ حريةَ التصرفِ فِي الملكيةِ الخاصة بقيودٍ تَكفُلُ عدمَ الإضرارِ بِحقوقِ الآخرينَ وبالصالِحِ العامِ، فالْملكيةُ شأنُها شأنُ الحقوقِ جَميعًا فِي الإسلام، وإن تَقَرَّرَتْ لِجلبِ مصلحةٍ إلا أنّها مقيّدةٌ بعدمِ الضرر؛ لأنّ الضررَ اعتداءٌ، والاعتداءُ مُنهَي عنه بنصِّ القرآن الكريم. ومن هذه التطبيقاتِ ما تقرّره الشريعة الإسلامية من وجوبِ الْحَجرِ على السفِيهِ والْمجنونِ[1]؛ لأنّهما لا يَحسُنانِ التصرفَ، ويَخشى أن يُبَدِّدَا ثروتَهما، فيؤدِّي ذلك إلى الإضرارِ بورثَتِهما وبالصالِحِ العام، ومنه كذلك نظامُ الشُفعَةِ.[2]

(۱) پاگل یا بے وقوف شخص سے مال اینٹھنا آسان ہے۔ اس وجہ سے حکومت کسی قابل اعتماد شخص کو اس کا نگران مقرر کرے گی تاکہ اسے دھوکہ نہ دیا جا سکے۔ (۲) جب کوئی زمین دو اشخاص کی مشترکہ ملکیت ہو اور ان میں سے ایک اسے بیچنا چاہے تو اسے اپنے پارٹنر کو اس کی آفر کرنی چاہیے۔ اگر پارٹنر نہ خریدنا چاہے تو وہ اپنا حصہ کسی کو بھی بیچ سکتا ہے۔ اسے حق شفعہ کہتے ہیں۔

التبرُّعُ	عطیہ، ڈونیشن	جلبِ	حاصل کرنا	الْمجنونِ	پاگل
بَذلِ النفقة	عطیہ دینا	الْحَجرِ على	روکنا، رکاوٹ ڈالنا	الشُفعَةِ	حق شفعہ
الإضرارِ	نقصان پہنچانا	السفِيه	بے وقوف		

الْمِلْكِيّة العَامَّة في الإسلام

وهي حكمُ شرعِي مقدّرٌ فِي العيْنِ، أو الْمنفعةِ، يقتضي تَمكيْنَ الناس عامّة، أو مَن يُخَصِّصُ منهم لِمصلحةٍ معينةٍ حقّ الانتفاعِ بالْمملُوكِ. يُقصَدُ بالملكيةِ العامة أن يكونَ الْمالُ مُخصَّصًا للمنفعةِ العامة، أي منفعة جَماعةِ المسلمين، ويشمَلُ هذا النوعُ من الملكيةِ عادةَ المرافقِ الأساسية في الدَولةِ كالطُرُقاتِ ومَجَارِي الأنْهار وغيْرها. أهدافُها:

1) استِحقاقُ جَميعِ الناس الثروةَ العامةَ ذاتَ المنافِعِ المشتركةِ، سواء مِن الحاجاتِ الضرورِيةِ، أم غيْرِها، والتوسُّعة على عامة المسلمين، ودليلُه قولُ الرسول صلى الله عليه وسلم: 'المسلمون شركاءُ في ثلاثةٍ: الْماءُ والكَلأُ والنار.'[1] وتقريرُ مثل هذه حِماية للمصلحةِ الجماعية حتّى لا تَضَارَّ الجماعةُ بامتلاكِ فرد قد يَحبِسُ عن الناس منافعَها، أو يُقتِرُ عليها فيها. ولتقريرِ هذا الاتْجاهِ حَمَى الرسولُ صلى الله عليه وسلم أرضَ النقِيعِ[2] وجعَلها لِخَيلِ المسلمين، وحَمَى عمرُ بن الخطاب رضي الله عنه أرضَ الرَبذةِ [2] وجعل كَلأَها لفقراء المسلمين.

2) تأمِيْنُ نفقاتِ الدولة: الدولةُ تَرعَى الحقوقَ، وتَقُوم بالواجبات، وتَسُدُّ الثُغُور، وتَجَهَّزَ الجيوشَ، وتقوم بِحاجة الضعفاءِ واليتامٰى والمساكينِ، وتؤمِنُ للناس الأمنَ والتعليم والعلاج وكافةَ الخدماتِ العامةِ والمتنوعة. وهي لا تتمكّن من هذا إلا إذا كان لبيتِ الْمالِ دَخَلٌ ثابتٌ ومستقرٌّ كالزكاةِ، والجزية[3]، والْخِراج[4] وخُمُسِ الغنائم[5]، والأموال التِي لا مالكَ لَها، واستثمارَاتِ [6] الملكية العامة. وكمثال على أهَمِيَّةِ الملكية العامة ذات الْمردودِ المالي ما روي عن عمر رضي الله عنه في أرض العراق [7].

(۱) اس حدیث میں مسلمانوں کو ترغیب دی گئی ہے کہ وہ پانی، سبزہ، آگ وغیرہ کے معاملے میں بخل نہ کریں۔ (۲) علاقوں کے نام۔ (۳) غیر مسلموں کو فوجی خدمات سے مستثنیٰ کرنے کا ٹیکس۔ (۴) پیداوار پر ٹیکس۔ (۵) مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو حکومت کی ملکیت ہوتا ہے۔ (۶) حکومت کی ملکیت کاروبار۔ (۷) عراق کی فتح کے بعد جو حکومتی زمینیں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں، سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں تقسیم کرنے سے انکار کر دیا اور انہیں حکومتی ملکیت میں رکھا تاکہ ان کی آمدنی عوام کی فلاح و بہبود پر خرچ ہو۔

تَمكيْنَ	مضبوط کرنا	المرافقِ	پبلک سروسز جیسے پانی، بجلی	الثُغُور	دفاع، سرحد کی حفاظت
الانتفاع	نفع اٹھانا	الكلأ	گھاس پھوس	استثمارَاتِ	سرمایہ کاری

3) تشجِيعُ الأعمال الْخيْريّة والتوسّعة على الْمحتاجين من المسلمين: ومن هذه الأعمالِ الوقفُ الذي يُرَاد به وجهُ الله، ولقد أدّى الوقفَ الخيْريَّ دورًا كبيْرا في مُجتمعنا الإسلاميِّ على الْمَدَى البعيدِ والقريبِ. وما زالتْ آثارُه العظيمةُ باقيةً حتّى اليومِ. فقد كانتِ أموالُ الوقفُ هي الْمُمَوِّلَةُ للمساجد والمدارس، والمكتبات العامة، والمستشفيات، والرعايَةِ باللُّقَطَاءِ والْمقعدين، والعجزَةِ، والأيتَام، والْمساجِيْنَ، وغير ذلك.

مجال الملكية العامة ومصادرها

1– الأوقافُ الخيْرية: واشتَرَطَ الفقهاء أن يكونَ على فعلٍ معروف أو برٍّ، وإلا فهو باطل، والوقف الصحيحُ يزُولُ عنه مِلكَ الواقِفِ، ويصيْرُ ملكًا جماعيًّا.

2– الْحِمَى: وهو أن يَحمِي الإمامُ جُزءًا مِن الأرض الْمَوَاتِ الْمُباحة لِمصلحةِ المسلمين دُون أنْ تَختَصَّ بفردٍ مُعيَّنٍ منهم، وبذلك تُصبحُ هذه الأرضُ مَملوكةً ملكيةً عامّةً، ويَمتَنِعُ أن تصبحَ كلّها أو بعضها مَحلًا للملكية الخاصة. وفي دولةِ الرسول صلى الله عليه وسلم، حَمَى أرضَ النقيع وجعلها لِخيل المسلمين. وحَمَى عمرُ بن الخطاب أرضًا بالربذة، وجعل كَلأها لفقراءِ المسلمين تَرعَى فيها ماشِيَتُهم ومَنَعَ منها الأغنياء.

عندَما تَمَّ فتحَ العراقِ والشامِ طَالَبَ الْمُحاربُون قسمةَ أراضِي هذه البلاد عليهم تطبيقًا لِحُكمِ الغنائِمِ. ورَأَى أميْرُ المؤمنين عمرُ أنّ هذه الأراضي لا تأخُذُ حكمَ الغنائم، وبالتالي لا تُوَزَّعُ على الْمحاربيْن. وإنّما تَبقِى بأيدي أهلِها وأيديهم عليها ليستْ يَدُ ملك، ولكنّها يَدُ اختصاصٍ أي أنّهم يَملِكُونَ المنفعةَ فِي نظيْرِ الْخِراجِ ولا يَملكُون الرقبةَ.

آج کا اصول: یہ بیان کرنے کے لئے کہ 'میرا خیال ہے کہ' لفظ أَظُنُّ استعمال ہوتا ہے جیسے أَظُنُّكَ طَبِيبًا (میرا خیال ہے کہ آپ ڈاکٹر ہیں)، إِنِّي لَأَظُنُّكَ مَسْحُورًا (میرا خیال ہے کہ آپ پر جادو ہوا ہے)، أَظُنُّ السَّاعَةَ قَائِمَةً (میرا خیال ہے کہ قیامت آنے والی ہے) وغیرہ۔ آپ کو ضمیر کو ایڈجسٹ کرنا ہو گا۔

الْمَدَى	حد، رینج	مستشفيات	ہسپتال	العجزَةِ	معذور افراد
الْمُمَوِّلَةُ	پیسہ فراہم کرنے والا	اللُّقَطَاءِ	راستے میں پڑے بچے	الأيتَام	یتیم کی جمع
المكتبات	لائبریریاں	الْمقعدين	معذور افراد	الْمساجِيْنَ	جیل میں بند قیدی

تكون الأرض للأمّةِ أي جماعة المسلمين، وفي بيانِ الأسباب التِي بَنَى عليها رأيَه قال: 'لو قسمتُ الأرضَ لم يبق لِمن بعدكم شيءٌ، فكيف بِمن يأتِي من المسلمينَ فيَجِدُونَ الأرضَ قد انقَسَمَتْ وورثَتْ عن الآباءِ وحِيزَتْ، ما هذا بِرأيٍ، وما يكون للذُرِيَّةِ والأرامِلِ بهذا البلد وبغيْرِه من أرض الشام و العراق.'

وهذا الرأي الذي وَفَّقَ الله عمر إليه يَتَّفِقُ مع أحدث المبادئ فِي علمِ الْمالِيَةِ العامة، وهو الْمبدأ القائل بأنّ مالية الدولةِ يَجِبُ أن تعتمّدَ على مَورِدٍ ثابتٍ ومتجدِّدٍ سنويًا، فمثل هذا الموردِ هو الذي يُحَقِّقُ الاستقرارُ الاقتصادي للدولةِ ويُمكِّنُها من التخطيطِ بنجاحٍ لاقتصادها.

3- الحاجاتُ الأساسية كالْماءِ والكلأ والنار: لأنّها حاجاتٌ ضرورية وجدت دون مَجهودٍ يقدّمه الفردُ لاستخراجها. قال عليه الصلاة والسلام: 'المسلمون شركاء في ثلاثة: في الْماء والكلأ والنار.' وأضَافَ في حديث آخَرَ: 'المِلحُ.' [أخرجه أحمد وأبو داود]. والناظِرُ في هذه الأشياءِ الأربعةِ يَجِدُ أنّه يَجمَعُ بينها أنّها من الأشياءِ التِي كانت ضروريةً لِجميعِ الناس في عهد الرسول عليه الصلاة والسلام وأنّه لا يَتَوَقَّفُ وجودَها ولا الانتفاعَ بِها على مَجهودٍ خاصٍ.

وإذا كانت الضروراتُ في حياة الناس تَختَلِفُ باختلافِ الزمانِ وباختلاف الْمجتمعاتِ، فإنه لا يوجَدُ ما يَمنَعُ مِن أن يُقَاسَ على هذه الأشياء الأربعة أشياءٌ أُخرَى تَتَوَافَرُ فيها صفاتُها. وهذا ما فَعَلَهُ الأئمةُ الْمجتهدون في الأمّةِ الإسلامية عندَما قَاسُوا على هذه الأشياء أمورًا أخرى من أهَمّها الْمعادِنَ سواءٌ أكانَتْ صلبةٌ أم سائلةٌ والنفطُ (البِترول) والقارُ والكبْريت والياقوتُ وأشياء أخرى كثيْرةٌ كمَشَارِعِ الْماء، وطُرُقات المسلمين، وحدائِقِهم، وجَميع ما خصّص للمرافقِ العامة من مدارسٍ، ومساجد.

چیلنج! دس ایسی مثالیں تلاش کیجیے جن میں سوال کو مجازی معنی میں استعمال کیا گیا ہو۔

حِيزَتْ	اس کا مالک تھا	الملح	نمک	القارُ	ہائیڈروکاربنز
الأرامِلِ	بیوائیں	يُقَاسَ على	اس پر قیاس کیا گیا	الكبْريت	گندھک
التخطيطِ	منصوبہ بندی	النفطُ	پٹرولیم	الياقوتُ	یاقوت

4- الْمَعادِن: ما أودَعَ الله في هذه الأرضِ مِن موادٍ بَرِّيَّةٍ وبَحريةٍ ظاهرةً أو باطنةً لينتفعَ بِها الناسُ مِن حديدٍ، ونُحاسٍ، وبترولَ، وذَهبٍ، وفِضَّةٍ، وملحٍ، وغيْر ذلك وتَكُون ملكيةُ الْمعادِنِ جَماعيةً إذا وُجدت فِي أرضٍ ليست مَملوكةً لأحدٍ، أو كانت ظاهرةً على باطن الأرض.

5- الزكاة: إنّ الزكاةَ لتُعَدُّ من المصادرِ الثابتةِ لبيتِ مالِ المسلمين؛ إذْ يَتَجَدَّدُ منها العطاءُ المستمرُّ في كلّ عامٍ مشاركةٌ مِن الأغنياءِ للدولةِ المسلمةِ فِي تَحمُّلِها أعباء الحياةِ مِن تأليف القلوب، وتثبيتها على الإسلامِ والولاء له، ولأهلِه، ومساعدتِها كذلك على أداءِ الفريضة الْمحكمةِ الباقية إلى يوم الدين، وهي الجهاد، لإعلاءِ الدين وتَشجِيعِ الغارميْنَ فِي سبيل الله.

6- الْجِزيَةُ: وهي الأموال التي تُؤخَذُ مِن البالغين مِن رجالِ أهلِ الذِمَّةِ، والْمَجُوسِ، إذ أنّ أموالَه لا زكاةَ عليها، وإذا أسلَمَ سَقطَتْ عنه وأُخِذَتْ منه الزكاةُ. والْجِزيَةُ مصدرٌ مِن مصادرِ الْملكيةِ العامةِ، وهي لا تَجِبُ إلا مرّةً فِي السَنَةِ مُراعىً فيها العدلُ، وهي غيْر مقدَّرةٍ، بل يرجِعُ فيها إلى اجتهاد الإمام في الزيادةِ والنقصانِ.

7- الْخِرَاجُ: وهو الْمالُ الذي يُجبَى، ويؤتَى به لأوقاتٍ مُحَدَّدَةٍ من الأرض التِي ظَهَرَ عليها المسلمونَ من الكفار، أو تركُوها فِي أيدِيهم بعد مصالِحتهم عليها. والأرضُ المملوكةُ لغيْرِ المسلمين لا يُؤخذ منها زكاةٌ، فاكتُفِيَ بالخراج بدلًا من ذلك.

8- خُمُسُ الغنائم: ويُلحَقُ به خُمُسٌ ما يُعثَرُ عليه في باطِنِ الأرضِ من الْمعادنِ، والركازِ، سواءً أكان جُزءًا من الأرض أم مدفونًا فِي باطنِها بفعلِ الإنسان، وهو غيْرُ مَملوكٍ لأحد، أُخِذَ خُمُسُهُ لبيتِ مال المسلمين، ويُترَكُ أربعة أخْماسِه لواجِدِه.

9- الأموال التِي لا مالِكَ لَها: مثلُ تركةٍ مَن لا وارثَ له، والوَدَائِعُ والأموالُ السائِبةُ التِي لا يُعرفُ مالكُوها، ويُلحَقُ بذلك الأموالِ التِي دُفِعَتْ عَن طريقِ الرشوةِ؛ إذ أنّ الرسول صلى الله عليه وسلم لم يَأمُرْ ابن اللُتبِيَّة بِرَدِّ الْهِدايا إلى أربابِها.

الْمَعادِن	کانیں	أعباء	بوجھ	الغارميْنَ	جرمانہ ادا کرنے والے
أودَعَ	اس نے جمع کیا	تَشجِيع	حوصلہ افزائی	الركازِ	دفن شدہ خزانہ، کان

10- استِثمارُ الملكيةِ العامة: ما تَقُوم به الدولةُ من استثماراتٍ متنوعةٍ فِي الْمجالِ الصناعِي كصناعةِ الحديدِ والصُلبِ، والأسلِحَة، أو ما يَشتَقُّ مِن البترول، والاستثمارُ في الْمجالِ الزراعي، أو الخُطُوطِ الجويّة أو السِكَكِ الحديديّةِ أو المشاركة في أسهُمِ الشركات العالَميةِ مِن خلالِ أنشَطَتِهَا المختلفة، فما يَستَثمِرُ منها أو يُبَاعُ فنتاجُه لبيت مال المسلمين.

11- العُشُورُ الْمأخوذةُ مِن مال الحربِيِّيْن: إذا دَخَلَ إلينا تاجِرٌ حربِيٌّ بأمانٍ أخَذَ مِنه العشرُ عن كلّ مالٍ للتجارةِ وجعل في بيتِ مالِ المسلمين.

تقييدُ الْملكيةِ العامّة

والملكيةُ العامةُ شأنُها شأن الملكيةِ الخاصةِ مقيّدة بقُيُودِ الشريعةِ، ومن ثَمَّ لا تَملِكُ الْحكومةُ الإسلامية إنفاقَ هذه الأموال فِي غيْرِ وجوهِها الْمبينة شرعًا، فعلى سبيل المثال فإن الحكومةَ الإسلامية لا تَملكُ إنفاق حصيلةِ الزكاة إلا في مصارفِها التِي حدَّدَتْها الآيةُ. ويَجُوزُ لولِيِّ الأمر أن يُخصّصَ الملكيةَ الجماعية، ويُقيِّدَ الانتفاعَ بِها لِفئَةٍ مَخصوصةٍ إذا اقتضى ذلك الصالِحُ العام. وقد فعل ذلك رسول الله صلى الله عليه وسلم حيْنَ احتَجَزَ جانباً من أرض الكلأ الْمباحةِ للجميعِ فِي منطقةِ النقيع وجعلها خاصةً لِخيل الْجيشِ وإبلِه.

وخلاصةُ الأمر في ذلكَ أنّ الملكيةَ العامةَ شأنُها شأنَ الملكيةِ الخاصةِ مقيدةً وليست مطلقةً.

مطالعہ کیجیے! اسلام کا خطرہ: محض ایک وہم یا حقیقت۔ یہ جان ایل ایسپوزیٹو کی کتاب پر ایک تبصرہ ہے جس میں انہوں نے اسلامی تحریکوں کا گہرا تجزیہ کیا ہے۔

http://www.mubashirnazir.org/ER/L0012-00-Islamic Threat.htm

الخُطُوطِ الجويّة	ائیر لائن	السِكَكِ	سکے	العُشُورُ	دسواں حصہ

سبق B & 8B2 میں ہم ناصر بن محمد الاحمد کی کتاب 'معالم الاقتصاد الاسلامی' کے کچھ اقتباسات کا مطالعہ کریں گے جس میں انہوں نے اسلامی معاشیات کے اصول ومبادی بیان کیے ہیں تاکہ ہم معاشیات کی عربی اصطلاحات سے واقف ہو سکیں۔
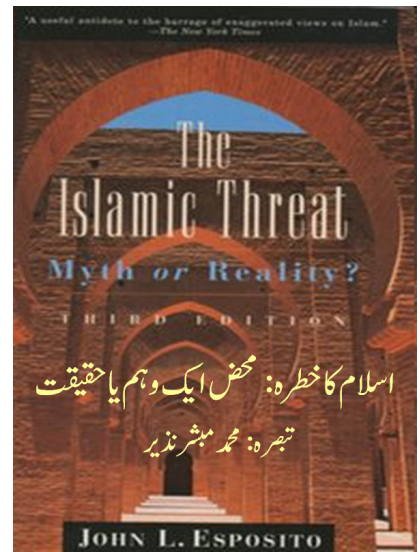
تعمیر شخصیت
امن محض جنگ کا متضاد ہی نہیں ہے۔ یہ انسانوں کے رویے کا نام ہے جس میں عدل، احسان اور باہمی اعتماد پایا جاتا ہے۔

مَعَالِمُ الاقتصادِ الإسلامي لِشيخ ناصرِ بن محمد الأحْمدِ

ثانيًا: الحُرِيَّةُ الاقتِصَادِيَّة الْمقَيّدَة

والركنُ الثانِي من أركان الاقتصادِ الإسلامي هو الحريةُ الاقتصادية المقيَّدةُ، ومضمونُ ذلك أن هذا النظامَ لا يَسمَحُ للأفرادِ بِحُريةٍ اقتصاديةٍ مُطلقةٍ، ولكنّه يقيّدُ هذه الحريةَ بِحدودٍ مِن القِيَمِ التِي يؤمن بِها الإسلام.

وفي هذا الركنِ أيضًا يَختَلِفُ الاقتصادُ الإسلامي عن الاقتصاديَيْنِ الرأسِمالي والاشتراكي اختلافا بيِّنًا. فالاقتصادُ الرأسُمالي يُكفِلُ للفردِ الحريةَ الاقتصادية المطلقة لِيُزَاوِلَ ما يشاءُ مِن أعمالٍ وبالأسلوبِ الذي يراه، على ضوءِ مصلحتِه الشخصيةِ فقط وطبقًا لِما يَعتَقِدُ أنّه يُحَقِّقُ له أكبَرَ قدرٍ مِن الربح.

أمّا موقفُ الاقتصادِ الاشتراكي الْماركسي مِن الحرية الاقتصادية فهو على طَرفٍ نقيضٍ مِن موقفِ الاقتصاد الرأسِمالي ذلك أنّ الفردَ لا يُملِكُ حريةَ الإنتاجِ أو الاستِثمارِ. والأمرُ لا يقف عند هذا الحدِّ بل يَتَعَدَّاه إلى ما هو أقسَى، فالفردُ لا يُملك حريةَ اختيارٍ أو تَحديدِ نوعِ العمل الذي يقوم به. بل و أكثَرُ مِن هذا فإن النظامَ لا يترُكُ للأفرادِ تَحديدَ السِلَعِ التِي يرغَبون فِي استِهلاكِها، بل تقومُ الحكومةُ بِتحديدِ تلكَ السلع، ثم تَعمَلُ على إنتاجِها، وتقوم بتَوزِيعِها بعد ذلك على الأفرادِ ببطَاقَاتٍ.[1]

(۱) مصنف نے کمیونسٹ ممالک میں حکومتوں کے انتہائی کنٹرول کی طرف اشارہ کیا ہے کہ وہاں کھانے پینے کی عام اشیاء بھی راشن کارڈ کے ذریعے تقسیم ہوتی تھیں۔

يُزَاوِلُ	وہ سرگرم ہوتا ہے	ماركسي	کارل مارکس سے متعلق، سوشلسٹ	السِلع	سامان تجارت

ما مَوقِفُ الإسلام مِن هذه الحريةِ الاقتصادية؟

اعتَرَفَ الإسلامُ بالحريةِ الاقتصادية ولم يُنكِرها أو يُصَادِرها، ولكنه لَم يُطلقْ لَها العنانَ، ففي الوقتِ الذي اعترف فيه الإسلام بالحرية الاقتصادية نَجِدُهُ قد وُضِعَ عليها قُيودًا تَستهدِفُ تَحقيقَ أمرين: الأول: أن يكونَ النشاطُ الاقتصادي مشروعًا مِن وجهةِ نظرِ الإسلام. الثانِي: كفالةُ حقِّ الدولةِ فِي التدخُّلِ؛ إمّا لِمراقبةِ النشاطِ الاقتصادي للأفراد، أو لتنظيمِه، أو لِمُباشرةِ بعضِ أوجُهِ النشاط الاقتصادي التِي يُعجِزُ عنها الأفرادُ، أو يَسيئُون استغلالَها.

أولًا: يَجب أن يكونَ النشاطُ الاقتصادي مشروعًا: الأصلُ أنّ كلَّ نشاطِ اقتصادي مشروعٌ في ظلّ الإسلام إلا ما وَرَدَ النصُّ بتحريْمِه، وذلك تطبيقًا لقاعدةٍ أنّ الأصلَ في الأشياءِ الإباحةُ. أمّا ما جاءَتِ النصوص بتحريْمِه مِن أوجُهِ النشاط الاقتصادي، فالْملاحِظُ أنّه قليلٌ جِدًّا إذا ما قِيسَ بالأوجُهِ المُباحةِ التِي هي الأصلُ في النشاط الاقتصادي. الناظر في أوجهِ النشاط الاقتصادي التِي حرّمها الإسلام يَجِدُ أنّه يَجمع بينها أنّها جَميعها قد تَنكَّبَتْ طريقَ الفطرة السليمة؛ لأنّها تقوم إما على الرشوةِ أو استغلالِ النُفُوذِ والسلطانِ، أو على غِشِّ الناس، أو ابتزَازِ أموالِهم بالباطل، أو التحكُّمِ في ضروريات معاشِهم، أو انتهازِ حالاتِ عوزِهم وحاجاتِهم.

قال تعالى: 'وَلا تَأْكُلُوٓاْ أَمْوَٰلَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَٰطِلِ.' [البقرة: 188]، وقال سبحانه: 'وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ. ٱلَّذِينَ إِذَا ٱكْتَالُواْ عَلَى ٱلنَّاسِ يَسْتَوْفُونَ. وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ.' [المطففين 1–3]، وقال سبحانه: 'يَمْحَقُ اللهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ.' [البقرة 276]، ويقول الرسول صلواتُ الله وسلامُه عليه: 'مَن غشَّ فليس منّي.'، ويقول: 'البيّعانِ بالْخَيارِ ما لَم يتفرَّقَا، فإن صَدَقَا وبيَّنَا بُورِكَ لَهما في بيعِهما، وإن كَتَمَا وكذبا مُحِقَتْ بركةُ بيعِهما.' ويقول: 'لا يَحتَكِرُ إلا خاطِئٌ.'

ولقد استهدَفَ الإسلامُ من تَحريْمِ هذه الأوجُهِ مِن النشاط الاقتصادي أهدافًا ثلاثةً:

الأولُ: أن تقومَ علاقاتُ الناس الاقتصاديةُ على أُسَسٍ مِن التكافُلِ والتراحُمِ والتعاطُف والصِدقِ والعدلِ، بدلًا مِن التباغُضِ والتنافُرِ والتظالُمِ والغَشِّ.

ابتزَازِ	زبردستی چھیننا	انتهازِ	فائدہ اٹھانا	عوزِ	غربت، وسائل کی عدم دستیابی

الثاني: دفعُ الناسِ إلى العملِ وبَذلِ الجُهدِ لكسب الْمالِ وتنمِيَتِهِ، بدلًا من الالتجاءِ إلى وسائلِ الاستغلالِ الوضِيعةِ.

الثالث: إغلاقُ الْمنافِذِ التِي تُؤَدِّي إلى تَضَخُّمِ الثَروَاتِ في أيدِي بعضِ الأفراد.

وقد حَرَّمَ الإسلام صورًا خاصةً مِن النشاط الاقتصادي:

فقد حرّم الربا: وحكمةُ تَحرِيْمِ الربَا إنّما يَرجِعُ إلى الْمَضَارِ الاقتصادية والاجتماعية التِي تَتَرَتَّبُ عليه، فمن الناحيةِ الاقتصادية فإنّ الطرقَ الربوِيَّةِ تُعتبَرُ وسيلةٌ غيْرُ سليمةٍ للكسب؛ لأنّ الفائدةَ التِي يَحصِلُ عليها الْمُقرِضُ لا تتأتِي نتيجةَ عمل إنتاجي، فهذه الفائدةُ عبارةٌ عن مَبلغ استَقطَعَ من مال الْمقتَرِضِ وبالتالي من الثروةِ العامةِ، بَدُونَ أنْ يُحدِثَ القرض زيادة فِي إحدَى الثروتَيْنِ، فالزيادةُ التِي تأتِي لأموالِ بعضِ الناسِ عن طريقِ الربا هي زيادةٌ في الظاهرِ، ولكنّها ليست زيادةٌ في الواقعِ؛ لأنّها لا تُضيفَ شيئًا إلى ثروةِ الأمّة العامة.

كذلك فإنّ انتشارَ التعامُلِ بالربا مدعاةٌ إلى الكسلِ وإلى البِطالةِ وإلى خلقِ طائفةٍ مِن القاعدِينَ يكسِبُونَ الْمالَ عن طريقِ الانتظارِ وحده دون جُهدٍ أو عملٍ. ومِن الناحيةِ الاجتماعية، فإنّ الْمجتمعَ لا يستفِيدُ شيئًا مِن العملياتِ الربوِيَةِ؛ لأنّها لا تُضِيفُ شيئًا إلى ثروتِه ولا تُزِيدُ مِن قدرتِه وإمكاناتِه.

وحرّم بُيُوعَ الغَرَرِ: والغررُ هو في الأصلِ الْخَطر، وتدخُلُ فيه البيوعُ التِي لا يُحيطُ بِكَنهِهَا الْمتبَايِعَانِ، وهو الجهلُ بالثَمَنِ أو الْمُثمِنِ، أو سلامتِه، أو أجلِه. والأمثلةُ على هذا البيعِ كثيْرةٌ، منها بيعُ الثمارِ قبل أن تَنضَجَ، وبيعُ السَمكِ في الْماءِ، والطيْرِ في الْهواء، وبيعُ حَمَلِ الحيَوان قبل أنْ يُولَدَ. وتَحريْمُ هذا النوعِ مِن البيوع ثابتٌ بِسُنَّةِ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم، فعَن أبِي هريرة قال: 'نَهَى رسولُ الله عن بيعِ الغررِ.' وحكمةُ تَحريْمِ هذا النوع مِن البيوعِ هي سَدُّ بَابِ الْخِلافَاتِ والْمُنَازعاتِ.

الوضيعةِ	رکھے ہوئے	الْمُقرِضُ	قرض دینے والا	الْمقتَرِضِ	قرض لینے والا
تَضَخُّمِ	بڑا ہونا، بھاری ہونا	استقطَعَ	اس نے کم کیا / کاٹا	الكسلِ	سستی، بے کاری

وحَرَّمَتِ الشريعةُ أيضًا استغلالَ النفوذِ للحصولِ على الْمالِ: عن طريقِ استغلالِ السلطَةِ أو النُفُوذِ، وحديث ابن اللَتبِيَةِ ظاهرٌ فالرسول صلى الله عليه وسلم قد استَعمَلَهُ على صدقاتِ بنِي سليمٍ، فعندما رَجَعَ قال: هذا لكم، وهذه هدايا أُهدِيَتْ إلَيَّ، فغَضِبَ رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم وقام وخَطَبَ الناسَ فقال بعدَ أن حَمِدَ الله وأثنَى عليه: 'أمّا بعد، فإنّي أستَعمِلُ رجالًا مِنكم فِي أمورٍ مِمّا ولّانِي الله، فيأتِي أحدُكُم فيقول: هذا لكم، وهذه هِدَايَا أُهْدِيَتْ إلَيَّ، فهلّا جَلَسَ في بيتِ أبيه أو بيتِ أمِّهِ فينظُرُ أيُهدَى إليه أم لا؟.'

وحرّم الإسرافَ والتَرف: فكما قيَّدَ الإسلامُ وسائلَ كسبِ الْمَالِ، فإنّه قيّد كذلك طريقَ إنفاقِ الْمال والتصرُّفِ فيه فيمنَعُ الإسرافَ والتبذيرَ والترفَ قال تعالى: 'إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُواْ إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ.' [الإسراء: 27]، وقال سبحانه: 'وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا فَتِلْكَ مَسَاكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَن مِّن بَعْدِهِمْ إِلَّا قَلِيلًا.' [القصص: 58]. ويدعُو الإسلامُ إلى التوسُّطِ والاعتدال فِي الإنفاق: 'وَالَّذِينَ إِذَا أَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا.' [الفرقان: 67].

وحرّم كنْزَ الْمال: ويُحَرِّمُ الإسلامُ كذلك كَنْزَ الْمالِ ومَنْعَه من التَدَاوُلِ، يقول الله سبحانه وتعالى: 'وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ.' [التوبة: 34].

ثانيًا: تَدَخُّلُ الدولة فِي النشاطِ الاقتصادي: مِن حقّ الدولةِ في ظلّ الإسلام أنّ تتدخلَ في النشاط الاقتصادي الذي يُبَاشِرُه الأفرادُ، سواءٌ لِمراقبةِ هذا النشاطِ أو لتنظيمِه، أو لتباشُرِ بنفسِها بعض أوجُهِ النشاط الاقتصادي الذي يُعجِزُ عنه الأفراد، أو يَسِيئُونَ مباشرتَه.

من ذلك تدخُّلُ ولِيِّ الأمرِ لتحقيقِ التوازنِ الاقتصادي بين أفرادِ الْمجتمع إذا لاحَظَ اختلالَ ذلك التوازنِ، وهو ما فعله رسول الله صلى الله عليه وسلم حين وَزَعَ فَيئُ بنِي النضيْرِ على الْمهاجرين وحدَّهم دونَ الأنصار، اللهم إلّا رجُلَيْنِ فقيْرَين؛ وذلك لكي يُقِيمَ التوازُنَ بيْن الْمهاجرين الذين كانُوا قد تركُوا أموالَهم فِي مكّةَ وفَرُّوا بدينِهم إلى المدينةِ، وبين الأنصارِ الذين كانوا يَملِكُون الْمالَ والثروةَ،

آج کا اصول: لفظ 'لا بُدَّ' کا معنی ہے 'اس سے فرار ممکن نہیں' یعنی 'یہ ضروری ہے کہ' جیسے لابُدّ أنْ تَعَلَّمَ الكِتَابَةَ (یہ ضروری ہے کہ آپ لکھنا سیکھ لیں)، لابد مِنَ الإختِبَار (امتحان دینا ضروری ہے) وغیرہ۔ اگر لابد کے ساتھ اسم استعمال کیا جائے تو اس اسم سے پہلے 'من' استعمال کیا جاتا ہے۔

ومن ذلك أيضًا بيعُ عمرَ السِلعِ الْمُحتَكَرَةِ جَبْرًا عن مُحتَكرِيها بثَمَنِ الْمِثل.

وسائلُ حِمايةِ الملكية الخاصة والعامةِ

شَرَعَ الإسلامُ لِحمايةِ تلك الْملكيةِ أموراً تُحَقِّقُ تواجُدَها، والإبقاءَ عليها:

1- حسنُ النية فِي التملُّكِ، والشكر لصاحبِ النِعمة، واستصحَابِ تقوى الله، وتنمِيَةُ الوازِعِ الدينِي، مُهَابَةً لله وخوفًا منه.

2- إخراجُ الزكاة، وعدمِ كنْزِ الأموال، وإخراجُ النفقاتِ الواجبة والْمستَحَّبَة.

3- تَحريْمُ الاعتداءِ على الأموالِ بأيِّ نوعٍ كان، كالسَرِقَةِ والغَصَبِ.

4- أداءُ الأمانةِ كما أمر اللهُ بِها.

5- كِتَابةُ الدِينِ، وتوثِيقِ العُقُودِ، والْمُعاملات.

6- الاعتدالُ بالاستِمتَاعِ بِمَبَاهَجِ الدُنيا، وعدمُ الإعراض عن الآخرة.

7- الْحجرُ على السفيهِ لصالِحِ نفسِه وصالِح غيْره: والسفيهُ هو: الْمتلافُ الْمُبَذِّرُ لِمالِه؛ إمّا لعدمِ حُسنِ التصرّفِ كما في الصبِي والْمجنُون، وإما لِفسقِه، ورغبَته في الاستِمتَاعِ بِمَلاذِ الدنيا، فهؤلاء الثلاثةُ يَمنَعُونَ من التصرف في أموالِهم. والحِجر على الإنسانِ لِحقّ غيْرِه كالحجرِ على الْمُفلِسِ لِحَقِّ غُرَمَائِه، وعلى الْمريضِ فِي التبَرُّعِ بزيادةٍ على الثُلُثِ.

8- إيْجادُ فُرَصِ العملِ وتَهيئَتُهُ للناس.

9- رِقَابَةُ السلطة: مِن وسائلِ حِماية الْملكيّةِ رقابةُ السلطة، ولقد كان لولايةِ الْمُحتَسِبِ أبلَغُ تأثيْر فِي حِمايةِ الأموال مِن الضِياع، وذلك بِمُراقبتِه للأسواقِ والنظرِ فِي مكايِيلِها، وموازينها، ومتابعةِ الأسعار، وحالات الغشّ والاحتكار، ومراقبة الْخَيَّاطيْنَ والْحدَّادِين، والأطباء، والصِيَادلَةِ ويضمّنهم ما أتلفوه بسببِ إهْمالِهم، وتفريطِهم.

يُبَاشِرُ	وہ عمل میں لاتا ہے	استصحَابِ	ساتھ چاہنا	مكايِيلِ	پیمائش کے آلات
مراقبةِ	کنٹرول	تنمِيَةُ	ترقی، نشوونما	الأسعار	قیمتیں، سعر کی جمع
لاحظَ	اس نے ملاحظہ کیا	مَبَاهَجِ	رنگینیاں، فوائد	الصِيَادلَةِ	میڈیکل اسٹور، فارماسسٹ

ثالثًا: التْكَافُلُ الْاجْتمَاعِيُّ

والركنُ الثالثُ مِن أركان الاقتصاد الإسلامي هو مَبدأُ التكافلِ الاجتماعي، ومُؤَدِّي التكافل الاجتماعي أنّ تَضمَّنَ الدولةَ لكلّ فردٍ فيها مُستَوَى لائقًا للمعيشةِ، بِحيثُ إذا حَالَ الفقرَ أو الْمرضَ أو الشُيخُوخَةَ دون تَحقيقِ هذا الْمستَوَى تَكَفَّلَتِ الدَولةُ عن طريقِ الزكاةِ بِتحقيقِه.

وهذا الْمستَوى اللائقُ للمعيشةِ هو ما أطلَقَ عليه الفقهاءُ المسلمونُ 'حدُّ الكفاية' تَمَيُّزًا له عن 'حدِّ الكفافِ'. وإذا كانتِ الزكاة هي الوسيلةُ الأولى لتحقيقِ التكافُل الاجتماعي إلا أنّ الإسلامَ لَم يكتف بِحصيلة الزكاةِ، وإنّما قرَّرَ أنّ في الْمالِ حقًّا آخرَ سِوى الزكاة، وشَرَّعَ الإرثَ تفتيتًا لِلثروة.

الزكاة: الزكاةُ فريضةٌ شرعِيَّةٌ أَلْزَمَ بِها الإسلامُ كلَّ مسلمٍ توافَرَ لديهِ نصابَ الزكاة. والزكاةُ ركنٌ من أركان الإسلام، بل هي الركنُ الاجتماعي البارزُ مِن أركان الإسلام؛ لأنّها حقُّ الجماعةِ فِي عُنُقِ الفرد، تُحصَلُ لكي تَكفُلَ لطائفةٍ منها كفايتُهم. وسُمِيَّتْ 'زكاة' لأنّها تُزَكِّي النفسَ والْمجتمعَ، وفي ذلك يقول الحق تبارك وتعالى: 'خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِم بِهَا.' [التوبة 103].

والزكاةُ ليست مُجرّد إحسانٍ متروكٌ لاختيارِ المسلم، بل هي فريضةٌ إلزامِيَّةٌ تستوفِيهَا الدولةُ إلى جانبِ الضرائِبِ الأخرى، ولا يَجُوزُ استعمالُ حصيلَتها أو توزيعِها إلّا فِي الأهدافِ والْمصارِفِ التِي حددتْها آيةُ الصدقات من سورة التوبة. والإمام هو الذي يَتولّي جَمعَ الزكاة عن طريقٍ من ينذُبُه لِهذا الغرضِ، وقد كان عليه الصلاة والسلام يُرسِلُ وُلاتَه إلى الأقاليمِ يَجمَعُون الزكاةَ من الأغنياءِ الذين تَجِبُ عليهم لِيُوَزِّعُوها على من يَستَحِقُّونَها. والزكاة حقٌ معلومٌ للفقيْرِ في مال الغنِي، فالْمالُ الذي تَجِبُ فيه الزكاةُ يكون شركَةٌ بيْن الفُقَراءِ وبيْن أصحابِ الأموال. ولِهذا قَرَّرَ الفقهاءُ أنّ الْمالَ إذا وجبتْ فيه الزكاةُ لا يَجُوزُ بيعُه، وإذا باعَهُ صاحبُه يكون بيعَه باطلا.

التْكافُلُ	ایک دوسرے کی کفالت	شُيخُوخَةَ	بڑھاپا	تفتيتًا	حصے، ٹکڑے
مُستَوَى	لیول	الكفاية	کافی ہونا	تستوفِي	وہ پورا لیتا ہے
لائقًا	لائق، مناسب	الكفافِ	کنارہ	الضرائِبِ	ٹیکس، ضریبہ کی جمع

كذلك أنّه إذا مات شخصٌ ولَم يُؤَدِّ الزكاةَ، كانتِ الزكاةُ دَينًا مُعلَّقًا بالْمالِ، يقدّمُ سِدَادَهُ مِن هذا الْمالِ على سائرِ الدُيُونِ.

ولكي تَجِبَ الزكاة في المالِ، اشتَرَطَ أن يكونَ الْمالُ مِما يقتَنِى للنَمَاءِ لا لِسدِّ الحاجات، أي أن يكونَ من أموالِ الإنتاجِ وليس من أموالِ الاستهلاك. فإذا كان الْمالُ مِما يقتنِى للنماءِ فإنّه تَجب فيه الزكاة ولو لم يُنمِهِ صاحبُه بالفعل كالنُقُودِ، أما إذا كان المال مِما لا يتَخذُ للنماء وإنّما للانتفاعِ الشخصِيِّ كأثاثِ الْمنْزِل وأدوَاتِ الْحِرفَةِ والدارِ الْمُعَدَّةِ لسُكنَى صاحبِها، فإنه لا تَجِبُ فيه الزكاة.

الآثارُ الاقتصاديةِ والاجتماعيةِ للزكاة

(1) الآثارُ الاقتصادية للزكاةِ:

أولًا – تأثِيْرُ الزكاة على الاستِثمارِ: فمجرّدُ تَحصيلِ الزكاة من شأنِه أن يُدفَعَ للناس إلى استثمارِ أموالِهم، وإلا أتَتْ عليها الزكاةُ، فمُستَحِقُّو الزكاةِ سوف يُنفِقُونَ منها في قضاءِ حاجاتِهم الاستِهلاكيَّةِ، سواء أكانتْ سِلعًا أو خدماتٍ. وهذا من شأنِه أن يُدعَمَ تَيارُ الاستهلاك، ومن المعروف اقتصاديًا أنّ زيادةَ الاستهلاك تُؤَدِّي إلى الاستثمار.

ثانيا – تأثِيْرُ الزكاة على إعادةِ توزيعِ الثروة: ومن أسبابِ نَجاحِ الزكاة كوسيلةِ مِن وسائلِ إعادةِ توزيعِ الثروةِ. أنّها تُفرَضُ على جَميعِ الأموال النَامِيَةِ، وبذلك تَتَّسِمُ بالشمولِ وباتِّساعِ قاعدةِ تطبيقِها. كذلك فكونُ الزكاةِ تَتَكرّر سنويًّا. فإنّ ذلك يَجعَلُ منها أداةٌ دائمةٌ لإعادةِ توزيعِ الثروة.

سِدَادَ	ادائیگی	أثاث	اثاثے	الآثارُ	نتائج، آثار
الدُيُونِ	قرضے، دَین کی جمع	الْمنْزِل	گھر	استهلاكية	استعمال ہو جانے والی اشیاء، Consumables
يقتَنِي	وہ حاصل کرتا ہے	أدوَاتِ	آلات	يُدعَمَ	اس پر سبسڈی دی جاتی ہے
نَماءِ	ترقی، پیسے کا بڑھنا	الْمُعَدَّةِ	تیار شدہ	تَيار	Current assets
النُقُودِ	کیش، نقدر قم	سُكنَى	رہائشی	اتِّساعِ	وسیع ہونا

ثالثًا – تأثيرُ الزكاة على العمل: أما كيف تشجعُ الزكاة على العمل؟ فمِن الْمعلومِ اقتصاديًا أنّ عمليةَ إعادةِ توزيعِ الدخلِ من شأنِها أن تَقلّلَ مِن حدةِ التفاوُتِ في الدُخولِ، وهذا أمرٌ له تأثيرُه الكبيْرُ فِي علاجِ البِطالَةِ.

فالزكاةُ تقومُ بعمليةِ نقلِ وحداتٍ مِن دخولِ الأغنياءِ إلى الفُقَراءِ. ومن المعلومِ أنّ الأغنياءَ يَقِلُّ عندَهم الْمَيلُ الْحَدِّي للاستهلاكِ [1]، ويزيدُ عندهم الْميلُ الحدي للادخَارِ. أمّا الفقراءُ فعلى العكسِ يزيدُ عندهم الْميل الحدي للاستهلاك، وينقُصُ عندهم الْميل الحدي للادخارِ. ويَترَتَّبُ على ذلك نتيجةٌ هامةٌ وهي أن حصيلةَ الزكاةِ سوف توَجَّهَ إلى طائفةٍ مِن الْمجتمَعِ يزيدُ عندها الْميلُ الحدي للاستهلاك.

وهذا يُؤَدِّي بدَورِه إلى زيادةِ الطلبِ الفعّالِ، الأمر الذي يترتبُ عليه الزيادةُ فِي طلبِ سِلعِ الاستهلاكِ فتُروِّجُ الصناعاتُ الاستهلاكيَّةُ، ويؤدِّي ذلك إلى رواجِ السِلعِ الإنتاجيَّةِ الْمُستخدِمَةِ في صناعةِ السِلعِ الاستهلاكيّة، وبذلك يزيدُ الإنتاجُ وتزيد تبعًا لذلك فرصَ العَمَلِ الْجديدةِ.

(۱) یہ جدید میکرو اکنامکس کا ایک تصور ہے۔ جب کسی شخص کی آمدنی بڑھتی ہے تو وہ خرچ بھی زیادہ کرتا ہے اور اس کی بچت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ اسے بالترتیب Marginal Propensity to Consume (MPC) اور Marginal Propensity to Save (MPS) کہا جاتا ہے۔ ایسی صورت میں بچت کی رفتار، خرچ کی رفتار سے زیادہ ہوتی ہے۔ یہ مثال دیکھیے:

Income $	**Consumption** $	**Saving** $	**MPC** (Change in Consumption/Change in Income)	**MPS** (Change in Saving/Change in Income)
1000	1000	0	100%	0%
2000	1800	200	80% (1800 – 1000) / (2000 – 1000)	20% (200/1000)
3000	2500	500	70% (2500 – 1800) / (3000 – 2000)	30% (300/1000)

اس مثال میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ آمدنی میں اضافے سے خرچ میں اضافہ ہو رہا ہے مگر اس کی MPC میں کمی ہو رہی ہے۔ جبکہ بچت میں یہ معاملہ الٹ ہے۔ اگر ایک شخص امیر ہوتا چلا جاتا ہے تو پھر اس کی آمدنی کا بڑا حصہ بچت میں چلا جاتا ہے۔ اس طرح دولت چند ہاتھوں میں مرکوز ہو کر رہ جاتی ہے جس سے امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا چلا جاتا ہے۔ زکوۃ امیر سے لے کر غریب کو دی جاتی ہے۔ غریب اسے خرچ کرتا ہے تو اشیاء کی طلب پیدا ہوتی ہے۔ پیداوار بڑھتی ہے اور روزگار بڑھتا ہے۔

الْمَيلُ الْحَدِّي	رجحان، Marginal propensity	ادخَارِ	ذخیرہ اندوزی	تُرَوِّجُ	اسے گردش میں لایا گیا
توزيعِ الدخل	آمدنی کی تقسیم	استهلاكِ	استعمال کر کے ختم کرنا	صناعاتُ	صنعتیں

(2) الآثارُ الاجتماعيةِ للزكاة

تظهَرُ الآثارُ الاجتماعية للزكاة من ناحِيَتَيْنِ: ناحيةُ أخذِها مِن الأغنياءِ، وناحيةُ إعطائِها للفقراءِ. فمن ناحيةِ أخذِها من الأغنياء فإنّ ذلك من شأنِه أنْ يُطَهِّرَ هؤلاء الأغنياءَ مِن الشُحِّ والبُخلِ ويُعودُهم على البَذلِ والعطاءِ لإخوانٍ لَهم عاجِزِين عَن الكَسَبِ. وهذا مِن شأنِه أن يَعمُقَ فيهم الشعورُ بواجبِ التكافُلِ الاجتماعي.

ومِن ناحية إعطاءِ الزكاة للفقراءِ، فإنّ مِن شأنِ ذلك أن يطهّرَ نفوسَهم مِن الْحِقدِ والْحسدِ، ويُخَلِّصُ الْمجتمعُ من الفِتَنِ والاضطراباتِ. وبذلك يأمُنُ الأغنياءُ كثيْرًا مِن شُرُورِ الفُقراء، ويَسُودُ الأمنُ والْمُوَدَّةُ أرجاءَ الْمجتمع.

ومن ذلك تَبيَّنَ أنّ للزكاةِ أثرين هامَّيْنِ مِن الوجهَةِ الاجتماعية: فهِي تَقَلُّلٌ من التفاوُتِ الطَبَقِي، وتُحَافِظٌ على الأمنِ العام فِي الدَولَةِ.

الإنتاجُ في الاقتصادِ الإسلامي

... يَحتَلُّ موضوعُ الإنتاجِ حيزًا كبيْرًا في نفوسِ الناس على اختلافِ درجاتِهم ومُستوياتِهم. وذلك لارتباطِهِ بزيادةِ الدخل ورفعِ مُستوى المعيشة.

ويُنَاقش هذا الموضوعُ مِن خلال دورِ الإنسان في الاكتسابِ والارتِزَاقِ. ثُم نظرةُ المسلم إلى العملِ باعتبارِه المصدرِ الرئيسي للإنتاج، وأنواعِ العملِ الْمُتَاحةِ واختلافِها وتعدُّدِها، وارتباطِ العملِ بِمسالِكه السليمةِ الطيِّبَةِ. وأهَمّية تَجنُّبه للوسائل الخبيثةِ في العملِ والارتزاقِ. ثُم نُبَيِّنُ حقوقَ العُمَّالِ وواجباتِهم، ثُم نعالِجُ العناصِرَ الرئيسيَّةَ لتكوينِ رأسِ الْمال.

النظرةُ الْمادِيَةُ للإنتاج وعوامِلِه ووسائلِه أنّه هو الأمرُ الأساسي في حياةِ الإنسانِ والْمجتمع بِمعنَى أن يكونَ الإنتاجُ هو السيّدُ الآمِر، والإنسان هو العبدُ الذليل الْخَاضِعُ.

الْحِقدِ	نفرت، کینہ	التفاوُتِ الطَبَقِي	طبقاتی فرق	الْمُتَاحة	مہیا، جو پہنچ میں ہوں
الارتِزَاقِ	رزق کمانا			رأسِ الْمال	سرمایہ، Capital

الْمسلمُ والعمَلُ

يعتَبِرُ الإسلامُ العملَ هو الوسيلةُ الأُولى للارتزاقِ والدعَامَةِ الأساسية للإنتاج. يقول الرسول صلى الله عليه وسلم: 'ما من مسلم يغرس غرسًا أو يزرع زرعًا فيأكل منه طيْرٌ أو بَهيمةٌ إلا كان له به صدقة.' [رواه مسلم].

والأرضُ على سِعَتِها هي ميدانُ عملِهِ وحركتِه. لا يُحَدُّ عزيْمَتُه، ولا يَقِفُ أمامَ طَمُوحِه إلّا ما حَدَّه الله عز وجل مِن حُدودِ الحلالِ والحرام. قال تعالى: 'هُوَ الَّذِى جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذَلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ.' [الملك: 15]، ولا يقتَصِرُ مفهومَ العملِ على الاحترافِ أو الامتهانِ أو الاستِصناعِ أو الاتّجارِ. وإنّما يَتَّسِعُ حتّى يشمَلَ كلَ عملٍ أو منفعةٍ يُؤَدِّيهَا الإنسانُ مقابلَ أجرٍ يستحقّه. سواءٌ أكان عملًا يَدَوِيًّا أو ذهنيًّا أو إداريًّا أو فنيًّا، وسواء أكان لشخصٍ أو لِهَيئَةٍ معيَّنة أو للدَولةِ. فالأولوِيَّةُ الخاصةِ والعامةِ عَمَلٌ.

واجبات العمل

1- أنْ تعرفَ مستلزَماتِه ومتطلباتِه حتّى يتمكّنَ العاملُ من الوفاء بِها، فيُتقِنُ العملَ ويؤّديه على أحسنِ وجهٍ.

2- الإخلاص والإتقان؛ قال تعالى: 'إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا.' [الكهف 30]، ومن إتقانِ العمل حسنُ رعايتِه والشعورِ بالمسؤولِيَةِ تَجاهَه.

3- الوفاء بالعُقُودِ: يقول الله تعالى: 'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ أَوْفُواْ بِالْعُقُودِ.' [المائدة: 1].

4- الحسابُ والْمساءَلَةُ: ومن الواجبات التِي فَرَضَها الإسلام وأصلح بِها الحياةَ فِي شتّى نواحِيها، واجبُ الحساب و المساءلة. فإنّ النفسَ الإنسانية إذا تركتْ لشهواتِها انحَرَفَتْ. ولذلك أقام الإسلامُ فيها رقيبَيْنِ دائمَيْنِ يكمل أحدهُما الآخر: الأول فواعظُ الإيْمانِ في قلب كل مسلم. والثاني فسلطانُ القانونِ، وقد كان الرسول صلى الله عليه وسلم يُحاسِبُ عُمَّالِه

طَمُوحِ	شدید خواہش، عزم	الاتّجارِ	تجارت	إداريًّا	ایڈمنسٹریشن
استِصناعِ	صنعت	يَدَوِيًّا	ہاتھ سے کیا جانے والا کام	هَيئَةِ	تنظیم، ادارہ

حُقُوقُ العُمَّالِ

1– استيفاءُ الأجر: يقول الله تعالى في الحديثِ القُدسي: 'ثلاثةٌ أنا خَصمُهُم يومَ القيامة، رجلٌ أُعطِي بِي ثُم غَدَرَ، ورجلٌ بَاعَ حُرًّا فأكَلَ ثَمنَه، ورجلٌ استأجر أجيْرًا فاستَوفَى مِنه ولَم يُعطِه أجرَه.' وقال رسول الله عليه الصلاة والسلام: 'أعطوا الأجيْرَ أجرَه قبل أن يَجِفَّ عرقُه.'

2– حقُّ الكفايةِ والرعايةِ: وهو ضمانُ كفالةِ العامليْنَ، وتوفيْرُ الخدماتِ الصِحيَّةِ والتعليميَّةِ والاجتماعيَّةِ لَهم ولذُويهِم. وهذا أمرٌ مقرّرٌ لِجميعِ أبناءِ الْمجتمعِ مكفولٌ لَهم. فهو مِن مسؤليّةِ كلّ راعٍ في رعيَّتِه، ومن المسؤليةِ التِي تقوم عليها الدولةُ وترعَاها. عن المُستَورِدِ بن شداد الفهري عن النبِي صلى الله عليه وسلم قال: 'من وَلِّي شيئًا فلم تكنْ له امرأةٌ فليتزوَّجْ امرأةً، ومن لم يكن له سكنٌ فليتخذْ مسكنًا، ومن لم يكن له مَركَبٌ فليتخذْ مركبًا، ومن لم يكن له خادمٌ فليتخذ خادمًا، فمن اتّخذ سوى ذلك كنْزًا، أو إبلًا جاء يوم القيامة غالًا أو سارقًا.'

حوافِزُ الإنتاجِ في الإسلام

1– ترغيب الإسلام فيه وارتباطُه بالعبادة: قال الله تعالى: 'فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهِ وَإِلَيْهِ النُّشُورُ.' [الملك: 15]، ويقول الرسول صلى الله عليه وسلم: 'ما أكل أحدٌ طعامًا قط خيْرا من أن يأكُلَ من عمل يدِه، وإنّ نبِي الله داود كان يأكل من عمل يده.' [رواه البخاري] ويقول الرسول صلى الله عليه وسلم: 'إنّما الأعمال بالنيات، وإنّما لكل امرئ ما نوى.' فالنيةُ تُحَوِّلُ العاداتِ إلى عباداتِ يقول صلى الله عليه وسلم: ((وإنّك لن تُنفق النفقةَ تبتَغِي بِها وجهَ الله إلا أُجِرْتَ عليها حتّى ما تَجعل فِي فَمِ امرأتِك.' [متفق عليه].

2– نَهي عنِ السؤال والاستِجدَاءِ: يقول صلى الله عليه وسلم: 'لأن يأخُذَ أحدُكم حبلَهُ فيأتِي بِحُزمَةٍ مِن الحطبِ على ظهرِه فيكفّ بِها وجهه، خيرٌ له من أن يسألَ الناس، أعطوه أو منعوه.'[رواه البخاري] ويقول: 'لا يزال الرجلُ يسأل الناس حتّى يأتِي يومَ القيامة وليس في وجهِ مُزعَةُ لَحمٍ.'[متفق عليه]

3– منعُ الزكاةِ عن الأقوياَءِ القادرين على الكسب...

حوافِزُ	ترغيبات	الاستِجدَاءِ	بھیک مانگنا	مُزعَةُ	ٹکڑا

4- القيامُ بدورِ الاستخلافِ في الأرضِ، وبيان ما يتطلّبُهُ مِن تعاون بين الناس: وتَنمِيةُ هذا الشعورِ يَجعلُ الْمستخلفَ الصالِحَ يدرك أهَمية الإنتاجِ ليس لأجله فقط، ولا لأجل عصرِه، بل مسؤلية عامّة أمام الأجيال اللاحقة.

5- الاستِشعارُ بتسخيْرِ الله الكونَ للإنسانِ لغرض عمارةِ الأرض وأهَمية الاستفادة من ذلك.

عناصِرُ الإنتاجِ الْمشروعِ

أولًا – العمل: هو كل مَجهودٍ بدنِيٍّ، أو ذهنِيٍّ يُقصَدُ به الإنسان إيْجادٌ أو زيادةُ منفعةٍ مُباحَةٍ.

ثانيًا – رأس الْمال: و رأس الْمالِ ينقسم إلى قسمين: الأول: رأس الْمال النقدي. الثاني: رأسُ المال العينِيِّ: من آلاتٍ، ومُعِدَّاتٍ، وأدواتٍ، وعقَارٍ.

ثالثًا – الاستفادةُ من خيْرَات الأرضِ والْموارِدِ الطبيعية الأخرى: فخيْرات الأرض كثيْرة ومتنوعة، سواءٌ ما كان في باطِنِها، أم عليها.

الإنتاجُ الْمحرَّمُ في الاقتصاد الإسلامي: ويشمَل

1- تنمِيةُ الْمالِ عن طريق الإضرارِ بالْمجتمعِ

2- الربا

3- بيوعُ الغرَرِ

4- استغلالُ النفوذِ للحصولِ على الْمال

5- السرقة: وهي أخذُ الْمالِ على وجهِ الْخفيَةِ والاستِتَارِ من حرَزِه.

6- الغَصبُ: وهو الاستيلاءُ على مالِ الغيْرِ بغيْرِ حقٍّ

7- أجرةٌ وثَمَنٌ ما حرّم فِعلَه، وعملَه كمهرِ البَغِي، وحلوانِ الكاهن.

8- الرشوة

9- الاحتكار

10- القُمَارُ والْمَيسِر

الاستِشعارُ	شعور حاصل کرنا	عقَارِ	پراپرٹی، جائیداد	مهرِ البَغِي	طوائف کی آمدنی
العينِيِّ	سامان کی صورت میں (نہ کہ کیش)	الاستيلاءُ	قبضہ کرنا	حلوانِ الكاهن	کاہن کی آمدنی

الوظائفُ الاقتصادية للدولة الإسلامية

الْمجالات التِي يشرع للدولةِ التدخُّل فيها لتَوجِيهِ الاقتصاد:

1- منعُ بيعٍ ما حرّم شرعًا.

2- منعُ الغشّ بكافةِ أشكالِه وصُوَرِه، سواءٌ كان فِي المطعُومات، أم في المكاييل والموازين، أو العملات ونَحو ذلك.

3- منع بيع ما يَضُرُّ بالصِحَةِ العامة.

4- منع العَبَثِ بِمصالِح وأموالِ الناس العامة.

5- منع العملِ فِي الْمجالاتِ الْمحرَّمة.

6- منع التقصيْرِ في أداءِ العَمَلِ والامتِنَاعِ عنه.

7- تَحديدُ الأُجُورِ والأسعارِ إذا غالَى الناسُ فيها أو امتَنَعُوا عنها.

8- إلغاءُ الوسطاءِ، والسَمَاسَرَةِ، أو تَحديدُ عددِهم حتّى لا تَتَراكَمَ الأرباح على ثَمَنِ التكلُّفة، وبالتالي إلى غلاءِ السِلع دون مُسَوَّغٍ.

الْمجالات التِي لا يَجُوزُ للدولةِ التدخّل فيها:

1- تَحليلُ ما حرّم الله، مثل السَمَاحِ للبُنُوكِ الربَوِيَّةِ بِممارسةِ نشاطِها.

2- تَحرِيْمُ ما أحلَّ الله تعالى، كمنعِ الناس مِن الطيّباتِ التِي أُحِلَّتْ لَهم دُونَ مصلحةٍ بيِّنةٍ.

3- الإضرار بِمصلحةِ الجماعة لأجلِ نفعِ بعضِ الأفراد، أو الإضرارُ بِمصلحة الأفرادِ لأجلِ أفرادِ غيْرِهم، أو تقديْمُ مصلحةِ الجماعةِ على مصلحةِ الفرد لأجلِ الشَهوةِ أو الإضرار بِهذا الفرد.

الإنفاق في الاقتصاد الإسلامي

أهدافه

1- ابتغاءُ وجهِ الله ومرضاتِه: يقول الله تعالى: 'مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنبُلَةٍ مِّئَةُ حَبَّةٍ وَاللهُ يُضَاعِفُ لِمَن يَشَاءُ وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ.' [البقرة: 261].

الوسطاءِ والسَمَاسَرَةِ	مڈل مین، بروکر، ایجنٹ	التكلُّفة	لاگت	غلاءِ	قیمتیں چڑھنا

2– التعاونُ بين أفراد الْمجتمع، وتَحقيق التكافلِ الاجتماعي: الإنفاق يُربِي في النفوسِ سِمَة التعاون، يقول الرسول صلى الله عليه وسلم: ما آمَنَ بِي من بَاتَ شَبعَانَ وجارُه جائعٌ إلى جنبِه.

3– تَخفِيفُ الضَغطِ والطلبِ على الزكاةِ الْمَفروضَةِ.

ضوابطُ الإنفاقِ فِي الاقتصادِ الإسلامي

1– أن يُنفقَ الْمالُ في وجهِه الشرعي؛ لغرضِ تَحصيلِ أمرٍ دينِي أو دُنيَوِيٍ.

2– أن ينفقَ الْمالُ على الْمباحاتِ، أو الْمسنونات، أو الواجبات.

3– أن يكونَ إنفاقُ الْمال في الْمباحات على قدرِ الحاجةِ.

4– أن يكونَ الإنفاقُ متوازنًا مع الكَسَبِ.

مَجالُ الإنفاقِ فِي الإسلام

أ – النفقة: ويشمل:

1– النفقةُ على النفسِ

2– النفقة على الزوجةِ

3– نفقة الأقاربِ

4– نفقة خادمِ المرأةِ؛ قد تكون المرأة مِمن يَنبغِي لَها أن تَخدِمَ.

5– نفقة الرقيق

6– نفقة البهائمِ والْجماداتِ: يتعيَّنُ على الإنسان أن ينفقَ على بَهائمه. رُوِيَ عن النبِي صلى الله عليه وسلم: أنّ امرأةً عُذِّبَتْ فِي هِرَّة حَبستْها حتّى مَاتَتْ جوعًا.

والجماداتُ مِما لا روحَ لها كالدورِ والعقّارِ والزُرُوعِ والآلاتِ، ونَحو ذلك يتعيّنُ الإنفاق عليها إذا كان ذلك لازمًا لاصلاحِها؛ لأنّ إهْمالَها من إضاعةِ الْمال المَنهِيِّ عنه حتّى لا تَخرِبَ.

ب – الإنفاق في سبيل الله ونُصرةِ المسلمين والمتضرِّرين من الحروبِ والْمُجاعاتِ والكوارثِ ونَحو ذلك.

ج – الإنفاق على ذوي الحاجة مِن اليتامى، والأرامِلَ والمساكين.

د – بذُل الأجرَةِ لمستحقِيها من النفقة الواجبة.

هِرَّة	بلی	الْمجاعات	قحط	الكوارثِ	آفت، تباہی

العُقُودُ

هو: ارتِبَاطُ إيْجَابٍ بِقبولٍ على وجهٍ مشروعٍ يُثبِتُ أثرَه فِي مَحَلِّهِ.

للعقد ركنان: الإيْجابُ والقبول. ثُم إنّ الاقتصادَ الإسلامي يأخذ فِي الاعتبار:

1 – عقودُ المعاملاتِ، ينظر فيها للمقاصدِ والْمصالِح: يُفَرِّقُ الإسلامُ بين العباداتِ والمعاملاتِ في الْمنهَجِ والتشريع. فعلى حينٍ أنّ العباداتِ الأصلُ فيها التوقُّفُ على ما جَاءَ به الشرعُ، أمّا المعاملاتِ فالأصلُ فيها الإباحةُ؛ لتحقيقِ مصالِحِ العبادِ في المعاش والحياةِ، ورفعِ الحَرَجِ عنهم.

2 – العقودُ في الإسلام تَنعَقِدُ بكل ما يدلّ على مقصودِها: فلم يشترط لَها صيغةٌ معيّنةٌ، بل كلّ ما دَلَّ على الإيْجابِ والقبول عُدَّ عقدًا وتَرَتَّبَتُ عليه آثارُه ما دَامَ قد عقده مَن لَهم أهليّةُ التَعَاقُدِ، وتَمَّ فيما يَجُوز التعاقدُ فيه....

3 – والعقودُ في الإسلام لا تَتِمُّ إلا برضا الْمتعاقدَين واتفاقِهما؛ يقول الله سبحانه: 'إِلَّا أَن تَكُونَ تِجَارَةً عَن تَرَاضٍ مِّنكُمْ.' [النساء]، وقد أوصَى رسول الله صلى الله عليه وسلم الرجلَ الذي شَكَى له بأنّه يُخدَعُ في المعاملات أن يقولَ عند بيعِه وشرائِه: 'لا خِلابَةَ' أي: لا خديعةَ. فكان خيارُ الغبَنِ[1]، وخيار الْمجلسِ[2]، وخيار الشرطِ[3]، وخيار الرُؤيَةِ[4].

4 – كما يُوجِبُ الإسلام توثيقَ العقود ضمانًا للحقوقِ وإقامة العدلِ بينَ الناس بالكتابةِ والإشهادِ عليها، خاصّةً العقودُ ذات الآجالِ الطويلة والمراحلِ المتعدّدة. وعقُودُ الدين؛ ليضمنَ لكلّ ذي حق حقَّه، وليَبتَعِدَ الناسُ عن التنازُعِ والتغابُن، يقول الله تعالى: 'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا تَدَايَنتُم بِدَيْنٍ إِلَى أَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكْتُبُوهُ.' ويقول سبحانه: 'وَاسْتَشْهِدُواْ شَهِيدَيْنِ من رِّجَالِكُمْ فَإِن لَّمْ يَكُونَا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتَانِ مِمَّن تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَاء أَن تَضِلَّ إْحْدَاهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدَاهُمَا الأُخْرَى.' [البقرة: 282]

معاہدے کو ختم کرنے کا اختیار ان صورتوں میں دیا گیا ہے۔ (۱) ایک پارٹی معاہدے کی کسی شق کی خلاف ورزی کرے۔ (۲) ایک پارٹی معاہدے پر دستخط سے پہلے اسے کینسل کر دے۔ (۳) معاہدے میں اسے ختم کرنے کی کوئی شرط ہو۔ (۴) خرید و فروخت کا معاہدہ ہو۔ جب خریدار چیز کو دیکھے اور اس کی کوالٹی اچھی نہ ہو تو وہ اس معاہدے کو کینسل کر دے۔

العُقُودُ	معاہدے	إيْجَابٍ	ایجاب، آفرینا	خيارُ	معاہدہ ختم کرنے کا اختیار

5 – ويَجِبُ أن تُحقِّقَ العُقودُ العدلُ بيْن المتعاقدين وتبتَعِدُ عن الظلمِ؛ لأنّ الأصلَ أنه لا يُحِلُّ مالَ امرئٍ مسلمٍ إلّا عن طيبِ نفس منه.

6 – ويَجِبُ أن تحقق العقودُ والمعاملاتُ مقاصدَ الشريعةِ في العبادة والأخلاق: وذلك بأن تُعظَّمَ شعائرُ الله وتُعمَلَ على إقامتِها والْمحافظةِ عليها. فإذا خَالفَتْ ذلك وأرَادتْ أن تولي وجههَا شطرَ المنافِعِ الْماديّةِ وحدَها، غير ملتفِتَةٍ لِهذه الحدودِ والآداب، فقد تولّاها الشيطانُ ودخلَتْ فِي أحابِيلَ وسائلِ الكسب الخبيث.

يقول الرسولُ صلى الله عليه وسلم: 'إن الله طيِّبٌ لا يَقبَلُ إلا طيّبًا.' ومن هنا فقد نَهى الإسلام عن جُملة مِن العقود والمعاملات؛ لما يترتب عليها من المفاسدِ ومخالفات منها:

– النهي عن البيعِ وقتُ النداءِ للصلاة وخاصّة الجمعة؛ لتعيُّنِها عن كلّ مسلمٍ مقيمٍ خالٍ من الأعذار الشرعية. يقول الله تعالى: 'يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِي لِلصَّلَاةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ.' [الجمعة: 9].

– النهي عن بيعِ الرجل على بيع أخيه؛ لِما يُؤَدِّي هذا إلى الاعتداءِ على حقٍّ ثَبَتَ للمُشتَرِي الأول.

– النهي عن بيع الأشياءِ التِي يستعمِلُها مشتَرِيها فيما حرّم الله وتؤدي إلى الْمحرّم.

– النهي عن التحايُل.

7 – ولا تَتِمُّ العقودُ والمعاملاتُ إلا بضبطِ الْمقادِير وتَحديدِ الأثْمان.

8 – والإسلام يُوجِبُ الصدق والإحسان ويُحَرّم الغشّ والتدليسَ والالتواءَ: يقول الرسول صلى الله عليه وسلم: 'البيِّعانِ بالخيار ما لَم يتفرَّقا، فإن صدقَا وبيَّنا بُورِك لَهما في بيعهما، وإن كتَمَا وكذبا مُحقت بركةُ بيعِهما.' ويذكُرُ العداء بن خالد رضي الله عنه قال: كتب لي النبِي صلى الله عليه وسلم: 'هذا ما اشتَرَى محمد رسول الله من العداءِ بن خالد بَيعُ المسلمِ من المسلمِ لا داءَ، أي لا عيب، ولا خبثةَ ولا غائلة، أي ولا أخلاق سيئة.' [رواه البخاري].

أحابِيلَ	جال، احبولہ کی جمع	التحايُل	دھوکہ دہی	الْمقادِير	مقدار کی جمع

إنّ الشريعةَ لا تَجري المعاملةَ ولا تنفِذُها، ولكن تَعطِي المشتريَ حقّ ردِّ الْمُبيع وتَعويضِ البائعِ عما أخَذَ من إنتاجِ مبيعه؛ قال الرسول صلى الله عليه وسلم: 'لا تُصِرّوا الإبلَ والغنمَ، فمَن ابتاعَهَا بعدُ فإنّه بِخَيْرِ النظرين بعد أن يَحتَلِبَها، إن شاء ردَّها وصاعٌ مِن التمر.' [رواه البخاري]

نَماذِجُ لبعضِ أنواعِ العُقودِ في الاقتصاد الإسلامي

عقدُ السَلَم: وهو عقدٌ على موصوفٍ بالذمّةِ بثمنٍ مقبوضٍ بِمجلسِ العقد. والسلمُ لا يصِحُّ إلا إذا تَوَفَّرَتْ فيه الشروطُ التالية:

1– أن يكونَ مِما يَنضَبِطُ بالصفاتِ التي يَختَلِفُ الثمنُ باختلافِها ظاهرًا.

2– معرفةُ قدرِه بالكيلِ إن كان مكيلًا، والوزنِ إن كان موزونا، وبالذراعِ إن كان مذروعًا.

3– أن يَجعلا له أجلًا معلومًا.

4– أن يكون المسلم فيه عام الوجود في محله مأمون الانقطاع فيه.

5– أن يذكرَ جنسَه، ونوعَه، وجودتَه، ورداءتَه، وكِبْرَه، وصغرَه، وطُولَه، وقصرَه، وعرضَه، وسُمكَه، ونعومتَه، وخشونتَه وهكذا.

6– أن يقبضَ رأسَ مالِ السلمِ فِي مجلسِ العقدِ قبل تفرُّقِهما.

7– أن يسلمَ في الذمة.

عقدُ الْمضاربةِ: هو أن يدفعَ إنسانٌ مالَه إلى آخر يَتَّجِرُ فيه، والربحُ بينهما وهي من العُقُود الْجائزةِ بإجْماعِ العلماء، ولكل من الطرفين فسخُها إن شاء.

عقود التأميْنِ: وهو أسلوبٌ متعددُ الطرقِ، والصُوَرُ لتحصيْنِ الإنسانِ ضِدُّ الْمخاطِرِ الْمختلفةِ والْمتوقِّعةِ في حياتِه، أو في مسالِكِ أنشطتِهِ الاقتصادية. وعقودُ التأميْنِ على نوعيْن:

الأول: التأميْنُ التجاري[1] بشتّى صوَرِه وأشكالِه: وهذا النوع قرّر تحريْمَه مجلسُ هيئةِ كبارِ العلماءِ بالمملكة العربية السعودية للأدلّةِ التاليةِ:

1– أنّ عقدَ التأميْنِ من عقودِ الْمُعَاوضَاتِ الْمالِيَةِ الاحتماليةِ المشتملةِ على الغررِ الفاحِشِ؛ فإنّ الكارثةَ قد تَقَعَ، وقد لا تقع فالجهالةُ قائمةٌ فيما يُعطِي وفيما يأخُذ.

عقدُ السَلَم	ایڈوانس ادائیگی کا معاہدہ	نعومة	نرمی	الْمضاربة	کاروباری شراکت
سُمكَ	موٹائی	خشونة	سختی، کھردراپن	التأميْن	انشورنس

2– عقد التأمين من ضروبِ الْمُقامَرة.

3– أنّ في التأمين التجاريِّ رِبَا الفضلِ والنَسِيئَةِ.

4– أن التأمينَ التجاري من الرهانِ الْمُحرَّم؛ لأن كلًّا منهما فيه جهالةٌ وغررٌ.

5– عقدُ التأمين التجاري فيه أخذُ مالِ الغيْرِ بلا مقابلٍ.

6– في عقدِ التأمين التجاري الإلزامُ بما لا يلزَم شرعًا.

الثاني: التأمِيْنُ التعاوُنِي: وهذا النوعُ أقرَّ جوازَه هيئةُ كبارِ العلماء للأدلة التاليةِ:

1– أن التأمينَ التعاونِيَّ من عقود التبَرُّعِ التي يُقصَد بِها أصالةُ التعاوُنِ على تفتيتِ الأخطار.

2– خلوّ التأمين التعاونِي من الرِبا بنَوعَيهِ.

3– أنّه لا يُضِرّ جهلَ المساهِمِيْنَ في التأمين التعاوني؛ لأنّهم متبَرِّعُون فلا مُخاطرةَ ولا غررَ ولا مُقامَرة.

عقود الرهنِ: وهو الْمال يجعلُ وثيقةً بالدَينِ الْمُستوفَى منه إنْ تَعَذَّرَ وفاؤُه من الْمَدِينِ. قال الله تعالى: 'فَرِهَانٌ مَّقْبُوضَةٌ.' [البقرة: 283].

المعاملاتُ المصرفِيَّةُ: وتشمَلُ الْمباحثَ التالية:

الأول – الوَدَائِعُ: الوديعةُ تسليطُ الْمالكِ غيْرَه على حفظِ مالِه صراحةً، أو دلالةً. وهي من العقودِ المشروعةِ.

الثاني – القُرُوضُ: وهو دفعُ مالٍ لِمن ينتَفِعُ به ثُم يردّ بدلَه، وهي من العقود الْمستحبَّة.

الثالث – بيع العملاتِ بالأجل...

الرابع – بيعُ السنداتِ[1]: يعتبِرُ السَنَدُ مِن القروضِ المصاحبةِ لفائدةٍ رَبَوِيَّةٍ وعلى هذا فبيعُ السنداتِ وشراؤُها حرام؛ لأنّها من الربا الصريح.

(۱) فرض کیجیے ایک کمپنی ۱۰۰ روپے پر ایک بانڈ جاری کرتی ہے جسے ایک سال بعد وہ واپس کرے گی۔ کمپنی اس کے محض ۹۰ روپے وصول کرتی ہے۔ ظاہر ہے کہ باقی ۱۰ روپے صریحاً سود ہیں۔

الْمُقامرة	جوا	المساهِمِيْنَ	حصے دار، شیئر ہولڈر	الوَدَائِعُ	وقف، ٹرسٹ

تنْظِيمُ السُّوق

يهتَمّ الإسلامُ بأن يكونَ تداولُ السلعةِ فِي السوقِ الْمُعَدُّ لَها حُرًّا بعيدًا عن التلاعُبِ. ومن هنا اهتَمّ الإسلامُ بِجُملةٍ مِن الضوابطِ الأخلاقيَّة والتشريعِيَّةِ؛ ليَجعلَ مِن السوق ميدانًا كريْمًا للتَنافُسِ الشريف.

1- وجوبُ عرضِ السلعة في سوقِها وترك صاحبِها حتّى يصِلَ بِها إلى السوق. فيُعرِضُها ويُعرِف سِعرَها، وفي ذلك تقليلٌ للوساطةِ بين الْمُنتجِ والْمُستَهلِكِ حتّى لا تتحمّل السلعة زيادةَ النفقاتِ بزيادةِ الأيدي التِي تتداولُها، وخاصةً أنواع الطعامِ؛ لشدّة حاجَةِ الناس إليه. قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: 'لا تلقّوُا الرُكبانَ ولا يَبع حاضرٌ لبادٍ.'

2- وجوبُ عرضِ السِلعة بأمانةٍ وصدقٍ وعدمِ التلاعُبِ فِي أسعارِها بالزيادةِ فِي ثَمَنِها؛ لِجَعلِ الْمشتري يشتريها بالسعرِ الزائدِ. عن ابن عمر رضي الله عنهما قال: 'نَهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن النَجشِ.' ومرَّ رسول الله صلى الله عليه وسلم على صُبْرةٍ مِن طعامٍ، فأدخل يدَه فيها فنَالتْ أصابِعُه بَلَلًا فقال: 'ما هذا يا صاحبَ الطعام؟' قال: 'أصابتْهُ السماءُ يا رسول الله!' قال: 'أفلا جعلتَهُ فوقَ الطعام؟ كي يراهُ الناس، من غشّ أمتِي فليس منّي.'

3- ضبطُ الْمقاييس والْموازينِ والمكاييل حتّى يُمكن إيفاءُ الْمتبايعَيْنِ حقوقِهم، ولا يَقَعُوا في التَطفيفِ والْحَيفِ.

4- تيسُّرُ السلع للناس جَميعًا ومُحاربةُ الاحتكارِ بكلّ أنواعِه، وخاصّة فيما تَشتَدُّ إليه حاجةُ الناسِ، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم: 'لا يَحتَكِرُ إلا الْخَاطِئُ.'

5- مراقبةُ أسعارِ السلع الْمعروضةِ فِي السُوقِ، والْحَيلُولَةُ دون ارتفاعِها فوق سِعرِ الْمِثل، وتعيّن سعر لَها، وفرضُه على التُجَّارِ إن دعَتِ الحاجة؛ إقامة للعدل ومنعًا للظلم.

التلاعُبِ	کھیلنا، دھوکہ دینا	مُستَهلِكِ	استعمال کرنے والا	التَطفِيفِ	کم تولنا
التَنافُسِ	مقابلہ بازی	النَجشِ	دھوکے سے قیمت بڑھانا	الْحيفِ	غلط، عدم انصاف
الْمُنتجِ	پیدا کرنے والا	صُبْرةِ	ذخیرہ، ڈھیر	الْحَيلُولَةُ	روکنا

السماتُ الاقتصاديةُ للتخلُّفِ الاقتصادي في الدُوَلِ الإسلامية

1- انْخِفاضُ الدخلِ القومي الحقيقي

2- انْحرافُ الْجهازِ الإنتاجِي: ويُقصَدُ به اعتمادُ البلادِ اقتصاديًا على سلعةٍ واحدةٍ، أو عددٍ مُحدَّدٍ من السِلَع.

3- التبعِيَةُ الاقتصادية: وهي أن يكونَ مُستوى النشاطِ الاقتصادي مَحكومًا بِمراكزَ خارجَ الْحدودِ، مِما يُؤَدّي إلى سعي الاقتصادِ الْمُسيطِرِ إلى الحصولِ على أكبَرِ نفعٍ من اقتصاد الدول المسيطر عليها، دون نظرٍ لِحاجاتِها الداخلية، ودُونَ مراعاةِ لِمُتطلِّباتِ اقتصادِها، ولِهذه التبعيةِ جُذورُها التاريْخِيةُ التِي ليس هذا مَجال الْحديثِ عنها، لكن مِن مظاهرِ هذه التبعية:

أ – ظاهرةُ سيطرَةِ الاستثمارِ الأجنبِي

ب – اعتمادُ البلادِ على الخارجِ للحصولِ على السلعِ المصنعة

ج – تركُّزُ التجارةِ الخارجيةِ فِي سُوقٍ معيّنةٍ

د – تَدهورُ معدلِ التبادُلِ الدُوَلِي

العلاجُ لِمشكلتِنَا الاقتصاديةِ

الأول: الرجوعُ إلى الإسلام والأخذُ بتعاليمِه لإنقاذِ البشَريَّة من مشكلتِها الاقتصادية: يقول الحقُّ تبارك وتعالى: 'يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُم لِمَا يُحْيِيكُمْ.' [الأنفال 24]

إنّ هذه الدعوة لتتضمَّنُ الحياةَ بكل معانِيها، وصُوَرِها، لتحريرِ الإنسانِ مِن ظلمِ النظام الرأسمالي القائمِ على تنمِيَةِ الطبقيةِ بيْنَ أفرادِه، فالنظامُ الاشتراكي الذي استَعبَدَ الإنسانَ وسَلَبَ منه الحريَّةَ وحقَّ الامتلاكِ حتّى عاش فقيْرًا ذليلًا، لا يَملِك مِن مُقوِّماتِ الحياة ما يستطِيعُ أن يَسُدُّ عوزَه أو يقضي فاقَتَهُ.

السماتُ	اشارے، علامتیں	الْجهازِ الإنتاجِي	صنعتی ادارے	تَحريرِ	آزادی
انْخِفاضُ	کم ہونا، گرنا	سيطرَةِ	غلبہ	فاقَة	فاقہ، غربت

الثاني: تنمِيةُ الْمواردِ البشرية، وتوظيفُها التوظيفَ الصحيح: إنّ توظيفَ عناصرِ الإنتاجِ البشَريةِ التوظيفُ الصحيح، وتوفِيْرُ الْمُناخِ الأمنِي لِممتلكاتِه وحقوقِه ومدِّه بِحوافِزٍ مُتجدِّدَةٍ مِن خلال ما يطرَح مِن مشروعاتٍ وما يتوفَّرُ من طاقاتٍ، وخدماتٍ أساسية لتشجيعِ الْمؤَسَّسَاتِ الْخاصةِ على ارتِيَادِ مَجالات إنتاجية جديدة. والْمجتمعُ الناجحُ يُدرِكُ حقيقةَ توظيفِ القوى البشرية التوظيفُ الصحيح، فيُهَيِّئُ لأبنائِه الفرصَ المتكافِئَةَ وفقَ حاجاتِ الأمّة ومتطلباتِها، وفي ضَوءِ ذلك يتمّ اختيارُ العاملين، فيُعيْنُ الرجلَ المناسبَ في المكانِ الناسبِ؛ ليكون الإنتاجُ أبلغَ.

الثالثُ: التوسُّع في الإنتاجِ النافعِ: لئن كان الإنتاجُ بِحدّ ذاتِه مطلبًا أساسيًا فإنّ المقدارَ المطلوبَ منه هو الأهمُّ. فالإنتاج لا يعنِي إنتاجَ أيِّ شيء، وكلُّ شيء مهما كان الطلبُ عليه؛ لأنّ الإنتاجَ ينبغي أن يكونَ فيما ينفعُ الإنسان مِما هو يدورُ في حِيزِ الفضيلة الشرعيةِ، فلا ينبغي إنتاجُ ما يُحرِّمُ الإسلامُ استخدامَه مهما كان العائِدُ مِن الرِبح. وتعطَى الأولوية في الإنتاجِ للأشياءِ الضروريةِ النافعة التي ينبغي استثمارُها وفقَ احتياجاتِ الأمة من سلعٍ، وموادٍ لازمةٍ.

كما ينبغي التوسُّعُ في مَجالِ الإنتاج الزراعيّ والحيوانِيّ، خاصةً في البحارِ التِي تُشكِّلُ نسبةَ 28% من سطحِ الأرضِ ففيه مِن الشرابِ، والكساءِ، والحليَةِ، والْمعادنَ، والحيواناتِ الْمائيةِ الشيء الكثير.

ولقد جرى تقديرُ نسبةٍ ما يَصطَادُ الإنسانُ منها، فتبيَّنَ أنّه لا يتجاوَزُ 1% وأنّ مقدارَ ما يستعملُه العالَم مِن البَروتيناتِ المستخرجةِ من الْمُحيطَاتِ يبلُغُ ثلاثيْنَ مليون طن في العامِ. والسمكُ لا نقوم بتغذيتِه وإطعامِه، إنّما يُغذِيه الخالقُ سبحانه، فما علينا إلا التوسّعُ في اصطِيَادِه لا سيّما أنّ التقاريرَ العلميةَ تؤكد أنّ الأسْماكَ التِي تعيشُ جنوبِي خطِّ الاستواءِ لَم تَمَس فِعليًّا.

مواردِ البشرية	انسانی وسائل	ارتِيَادِ	بڑھنا	مُحيطَاتِ	سمندر
التوظيفَ	روزگار	الفُرَصَ	مواقع	طن	ٹن، وزن کا پیمانہ
الْمُناخِ	ماحول	يَصطَادُ	وہ شکار کرتا ہے	التقاريرَ	رپورٹس
مؤَسَّسَاتِ	ادارے، تنظیمیں	بَروتيناتِ	پروٹین	خطِّ الاستواءِ	خط استوا

كما يلزَمُ توجيهُ الإنتاج الزراعي إلى غرضه الصحيحِ، وهو إطعامُ البشرِ بدلًا مِن زراعةِ القمحِ والذُّرَةِ لغرضِ إنتاجِ الكحولِ وقَصَبِ السُكرِ لإنتاجِ البترول. كما أنّ ثُلُثَ إنتاجِ العالَمِ مِن الْحُبُوبِ يستخدِمُ لغذاءِ الْخنازِيرِ، ولأجلِ الآلاتِ والخنازيرُ يُحَرَّمُ البشر من مثل هذا! ماذا يعنِي توجيهُ قُدرَاتِ الأمّة إلى زراعةِ الحشيشِ والقاتِ والدُخانِ واستهلاكِ الأرض لأجلِ ذلك؟

الرابع – رفع مُستوى الْمعيشة: ويتحقّقُ ذلك من خلال النقاط التالية:

1– تَهيئةُ فُرَصِ العملِ.

2– تأمِيْنُ الكسبِ، والرزقُ للعاجزين عنه من الأيتامِ، والأراملِ، والمساكيْنِ، ومَن في حكمِهم.

3– التوزيعُ العادِلُ للدَخَلِ، فلا يستأثِرُ بالْمالِ طائفةٌ دون أخرى.

4– الْمحافظةُ على ثرواتِ الأمة من الاختِلاسِ أو النَهب أو السِرقة، وتوظيفُها للتنميةِ الاقتِصاديةِ.

5– عدم استنْزافِ ثرواتِ الأمة من موادٍ خامٍ وغيرها بشكلٍ سريعٍ والاقتصارُ على استخراجِها وفقَ خُطَطٍ مُحدّدةٍ مهما كانتِ الحاجةُ إليها؛ لأن للأجيالَ اللاحقةَ حقٌّ في تلك الثرَواتِ.

الخامس – الأخذُ بالوسائلِ العِلمية الحديثةِ التي تُسَاعِدُ على الإنتاج: التقدّمُ العلميُّ لا يَختصّ به قومٌ دُون قومٍ، وهو من العلوم المشتركةِ التي ينالُها مَن رَغِبَ فيها، وأراد الوُصولَ إليها، والإسلامُ قد أمَر بذلك.

السادس – الحَدُّ مِن التبعِيَةِ للعالَمِ الخارجِيِّ وزيادةُ التكامُلِ بين بُلدان العالَم الإسلامي.

القَمحِ	گندم	الحشيشِ	حشیش، افیون	النَهب	لوٹنا، ڈاکہ مارنا
الذُّرَةِ	مکئی	الدُخانِ	دھواں، تمباکو	استنْزافِ	استعمال کرکے ختم کرنا
الكحولِ	الکحل	اختِلاسِ	غبن کرنا	الأجيالَ	نسلیں، جیل کی جمع
قَصَبِ السُكرِ	گنا			التكامُلِ	باہمی تعاون

اس سبق میں ہم ابن بطوطہ کے سفر نامے کے کچھ اقتباسات کا مطالعہ کریں گے۔ ان کا تعلق مراکش سے تھا۔ انہوں نے 725 – 1353CE / 1325 – 754H کے زمانے میں ایشیا، افریقہ اور یورپ کا سفر کیا۔ ان کے سفر کی مجموعی طوالت کا اندازہ 120,000 کلو میٹر کیا گیا ہے۔

تعمیرِ شخصیت
انسانوں سے محبت کو اپنے تمام کاموں کی بنیاد بنائیے۔ اللہ کی مخلوق سے محبت کیجیے۔

تُحفةُ النظارِ فِي غرائِبِ الأمصارِ وعجائبِ الأسفارِ

تأليف: أبو عبد اللّه ابن محمّد اللاّواتِي المعروف بابنِ بطوطة

كان خُرُوجِي من 'طَنجةَ'[1] مَسقَطُ رأسِي فِي يوم الخميس الثاني مِن شهرِ الله رجبَ الفرد عامَ خَمسة وعشرين وسبعِمائة (725)، مُعتمدًا حجَّ بيتِ الله الحرامِ، وزيارةَ قبْرِ الرسول عليه أفضلُ الصلاة والسلامِ، منفرِدًا عن رفيقٍ آنسٍ بِصُحبتِه وراكبٍ أكون في جُملة، لِباعثٌ على النفسِ شديدَ العزائم وشوقٌ إلى تلكِ الْمعاهدِ الشريفة كامِنٌ فِي الحيازِم. فحزمتُ أمرى على هِجرِ الأحباب مِن الإناث والذُكور، وفارقتُ وطنِي مفارقةَ الطُيُورِ لِلوُكُورِ. وكان والدَاي بِقَيدِ الحياةِ فتحمّلتُ لبُعدهِما وصبًا، ولقيتُ كما لَقَيَا مِن الفراقِ نصبًا وسنّي يومئذٍ اثنتان وعشرون سنةً.

فوصلتُ مدينة 'تِلمَسَانَ' وسُلطانُها يومئذ أبو تاشفين... ووافقتُ بِها رسولَي مَلِكِ إفريقيةَ السلطانِ أبي يَحيَى... وفي يوم وصولي إلى تلمسان، خرج عنها الرسولانِ المذكوران، فأشار عَليَّ بعضُ الاخوان بِمرافقتِهِما. فاستَخَرْتُ اللهَ عز وجل في ذلك وأقمتُ بتلمسانَ ثلاثًا في قضاءِ مآربِي. وخرجتُ أجِدُ السيرَ في آثارهما، فوصلتُ مدينةَ 'مليانة'، وأدركتُهما بِها، وذلك في إبانِ القيظِ. فلَحِقَ الفقيهَيْنِ مرضٌ أقَمنَا بسببِه عشرًا. ثُم ارتَحلْنا وقد اشتَدّ المرضُ بالقاضي منهما. فأقمنا ببعضِ الْمياهِ على مسافةِ أميالٍ مِن مليانة ثلاثًا. وقَضَى القاضي نَحبَهُ ضُحَى اليوم الرابع. فعادَ ابنُه .. ورفيقُه .. إلى مليانة فقبَرُوهُ بِها.

(۱) طنجہ، مراکش کا ایک شہر جو بحیرہ روم کے تنگ ترین مقام پر عین اسپین کے سامنے واقع ہے۔

مَسقَطُ رأسِي	میری جائے پیدائش	وُكُورِ	گھونسلے	سنّي	میری عمر
كامِنٌ في الحيازِم	سینے میں چھپا ہوا	وصبًا	تھکن	إبانِ القيظِ	شدید گرمی کا وقت

وتركتُهم هنالك، وارتَحلتُ مع رُفقَةٍ مِن تُجَّارِ 'تُونُسَ'[1] ... فوصلنا مدينة 'الجزائر'[2].... وكان قد توفّي من تُجار تونس الذين صحبتُهم من مليانة محمد بن الحجر وتَرَكَ ثلاثةَ آلاف دينارٍ مِن الذَهَبِ. وأوصى بِها لرجلٍ مِن أهل الجزائر يُعرفُ بابن حديدة، لِيُوَصِّلَها إلى ورثتِهِ بتونس. فانتَهَى خبْرَه لابنِ سَيِّدِ الناسِ المذكورِ فانتَزَعَهَا مِن يَدِهِ. وهذا أوّل ما شاهدتُه مِن ظُلمِ عُمَّالِ الْمُوَحِّدِين [3] ووُلاتِهم.

(۱) تیونس۔ شمالی افریقہ کا ایک چھوٹا سا ملک۔ (۲) الجزائر۔ افریقہ اور مسلم دنیا کا دوسرا بڑا ملک۔ (۳) ایک شاہی خاندان جس نے افریقہ پر حکومت کی۔

آج کا اصول: واؤ بیک وقت حرف عطف بھی ہے اور حرف جر بھی۔ جب اسے بطور حرف عطف استعمال کیا جاتا ہے تو یہ 'اور' کا معنی دیتا ہے۔ جب اسے بطور حرف جر استعمال کیا جاتا ہے تو یہ 'مجھے قسم ہے' کا معنی دیتا ہے۔ واؤ کی ایک تیسری قسم بھی ہے جسے واؤ الْحال کہتے ہیں۔ اس صورت میں واؤ 'جبکہ' یا 'اس حالت میں' کا معنی دیتا ہے۔ یہ کسی خاص وقت کی صورتحال بیان کرتا ہے۔ اس صورت میں اسے جملہ اسمیہ اور فعلیہ دونوں کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے فَنَادَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَهُوَ قَائِمٌ يُصَلِّي فِي الْمِحْرَابِ (فرشتوں نے انہیں پکارا جبکہ وہ محراب میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے)، وَمَنْ يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ مِنْ ذَكَرٍ أَوْ أُنْثَى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَأُولَئِكَ يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ (جو کوئی مرد یا خاتون نیک عمل کرے اس حالت میں کہ وہ صاحب ایمان ہو تو وہ سب جنت میں داخل ہوں گے)، وَأَخْذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ (ان کے سود لینے کی وجہ سے جبکہ انہیں اسے منع بھی کیا گیا تھا) وغیرہ۔
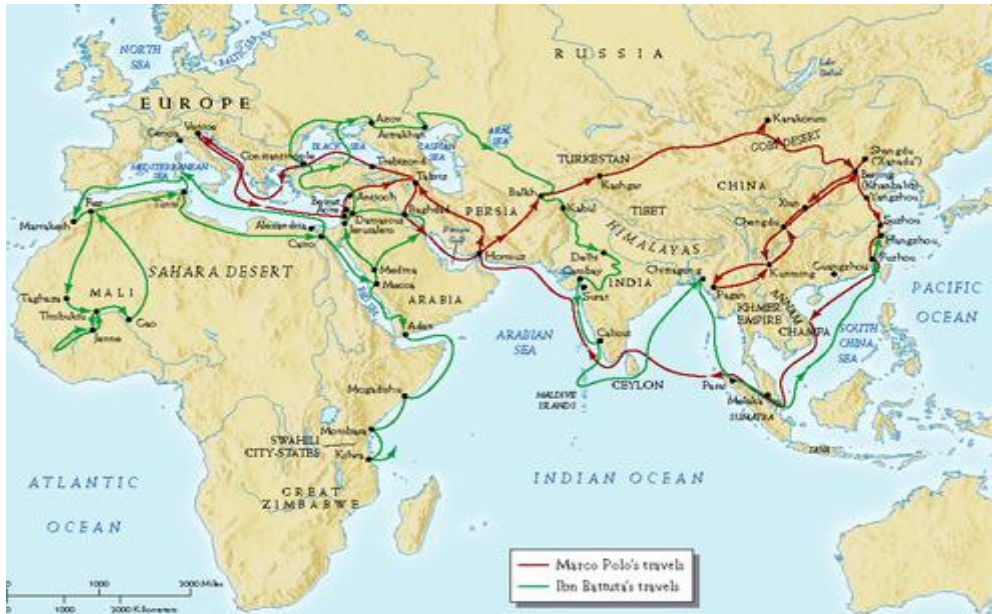
ابن بطوطہ کے سفر کا مارکو پولو کے سفروں سے ایک موازنہ

بشکریہ www.wwnorton.com

ولما وصلنا إلى 'بِجَايَةَ' كما ذكرتُه، أصابتنِي الحُمى. فأشار عليّ... الزبيديُّ بالإقامةِ فيها حتّى يَتَمَكَّنَ البَرءُ منّي. فأبيتُ وقلتُ: 'إنْ قَضَى الله عز وجل بالْموتِ فتكون وفاتِي بالطريقِ وأنا قاصِدُ أرضِ الْحجازِ.' فقال لي: 'أما إن عزمتَ فَبِعْ دابتَكَ وثقل المتاع. وأنا أُعِيْرُكَ دابةً وخِباءً وتصحَبنَا خفيفًا.' فإنّنا نَجِدُ السيرَ خوفَ غارةِ العربِ في الطريقِ، ففعلتُ هذا، وأعارنِي ما وَعَدَ به. جزاه الله خيْرًا. وكان ذلك أوّلَ ما ظَهَرَ لي مِن الألطاف الإلَهِيَةِّ فِي تلكِ الوجهةِ الحجازيةِ.

وسِرنَا إلى أن وصَلنَا مدينةَ 'قُسنطينية'. فنزلنَا خارجَها وأصابَنَا مطرٌ جُودٌ، فاضطَرِرنَا إلى الخروجِ عن الأخبِيَةِ ليلًا إلى دورٍ هنالك. فلما كان مِن الغدّ تلقانا حاكمُ المدينةِ وهو من الشُرفاءِ الفضلاءِ يُسمَّى بأبِي الحسن. فنظَرَ إلى ثيابِي وقد لَوَّثَهَا المطرُ، فأمَرَ بغسلِها في دارِه، وكان الإحرامُ منها خَلقًا. فبَعَثَ مكانَه إحرامًا بَعلَبَكِيًّا وصرّ فِي أحدِ طرفَيه دينارَين مِن الذهب. فكان ذلك أولَ ما فَتَحَ به على وجهتِي....

وصلنا إلى مدينة 'تونس' فبَرَزَ أهلُها ... فأقبَلَ بعضُهم على بعضٍ بالسلامِ والسؤالِ ولَم يُسَلِّمْ عليّ أحدٌ لعدمِ معرفتِي بِهم. فوجدتُ من ذلك النفسِ ما لَم أملِكْ معه سوابِقَ العبْرةِ واشتَدّ بُكائِي، فشعَرَ بِحالِي بعضُ الحُجّاج فأقبل عليّ بالسلامِ والإيناسِ. وما زال يُؤَنِّسُنِي بِحديثِه حتّى دخلتُ المدينة ونزلتُ منها بِمدرسة الكتبيِيْن....

آج کا اصول:

بعض اوقات فعل ماضی کو ماضی کا کوئی واقعہ بتانے کی بجائے محض دعا کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے صلى الله عليه وسلم (آپ پر اللہ کا درود اور سلام ہو)، رضي الله عنه (اللہ ان سے راضی ہو)، غَفَرَ الله له (اللہ اسے معاف کرے)، لا فَضَّ الله فاك (اللہ تمہارا منہ نہ توڑے یعنی تم اسی طرح بات کرتے رہو)، لا أراكَ اللهُ مكروهًا (اللہ تمہیں کوئی ناپسندیدہ چیز نہ دکھائے) وغیرہ۔

أُعِيْرُكَ	میں تمہیں قرض دیتا ہوں	الألطاف	لطف و کرم	الإيناسِ	گھل مل جانا
خِباءً	خیمہ	إحرامًا بَعلَبَكِيًّا	بعلبک کا بنا احرام	يُؤَنِّسُنِي	وہ مجھ سے گھل مل گئے

وأظلّنِي بتونسَ عيد الفطر، فحضرتُ المصلَّى. وقد احتَفَلَ الناسُ لشُهودِ عيدِهم. وبرزُوا في أجْملِ هيئَةٍ وأكملِ شارةٍ. ووافَى المسجدَ السلطانُ أبو يَحيَى ... راكبًا وجَميعُ أقاربِه وخواصِه وخدمِ مَملكتِهِ مشاةٌ على أقدامِهم في ترتيبٍ عجيبٍ. وصلّيتُ الصلاة، وانقضتِ الخطبةُ، وانصرفَ الناسُ إلى منازِلِهم.... وخرجنا من تونس في أواخِرِ شهر ذي القَعدة سالكِيْنَ طريقَ الساحلِ.... بعده وصلنا إلى مدينة 'طرابلس'[1]. فأقمنا بِها مدّة وكنتُ عَقَدتُ ب 'صفاقس' على بنتٍ لبعضِ أُمَناءِ تونس. فبَنَيتُ عليها بطرابلس. ثُم خرجتُ من طرابلس في أواخِرِ شهرِ الْمحرَّم مِن عام ستة وعشرين.... ووقع بينِي وبيْنَ صِهري مشاجَرةٌ، أوجَبَتْ فراقُ بنتِه وتزَوَّجتُ بنتًا لبعضِ طلبةِ 'فاس'. وبنيتُ بِها بِقَصرِ الزَعافِيَةِ، وأولَمتُ وليمةً... [2]

ثُم وصلنا في أول جَمادى الأولى إلى مدينةِ 'الإسكندرية'[3] حَرَسَهَا اللهُ، وهي الثغرُ الْمحروسُ، والقطرُ المأنوسُ، العجيبةُ الشأنِ، الأصيلة البُنيان، بِها ما شِئتَ مِن تَحسين وتَحصيْن ... ولِمدينة الاسكندرية أربعةُ أبوابٍ، ... ولَها الْمرسى العظيم الشأنِ ولَم أرَ في مراسِي الدُنيا مثله إلا ما كان مِن مرسى 'كولَم' و 'قاليقوط'[4] ببلادِ الْهندِ، ومرسى الكفارِ ب 'سرادِقِ' ببلاد الأتراك [5] ومرسى 'الزيتون' ببلاد الصين. وسيَقَعُ ذكرُها.

قصدتُ الْمَنَارَ[6] في هذه الوجهة فرأيتُ أحدَ جوانبِه مُتَّهَدِمًا. وصفتُه أنّه بِناءٌ مُربَّعٌ، ذاهبٌ في الْهواءِ، وبابُه مرتفعٌ على الأرضِ وإزاءُ بابِه بناءٌ بقدر ارتفاعِه، وُضِعتْ بينهما ألواحُ خُشُبٍ يَعبُرُ عليها إلى بابِه. فاذا أزيلتْ لَم يكنْ له سبيلٌ. وداخلُ البابِ موضعٌ لِجُلوسِ حارسِ الْمنار. وداخلُ المنارِ بيوتٌ كثيْرةٌ. وعرضُ الْمَمرِّ بداخلِه تسعةُ أشبارٍ، وعرض الحائطِ عشرةُ أشبار، وعرضُ المنار من كل جهةٍ من جهاتِه الأربع مائة وأربعون شِبْرًا وهو على تَلٍّ مرتفعٍ....

(١) طرابلس، موجودہ لیبیا کا دارالحکومت۔ (٢) اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس دور میں شادی کتنی آسان تھی۔ (٣) اسکندریہ، موجودہ مصر کا دوسرا بڑا شہر۔ (٤) کالی کٹ، جنوبی بھارت کی بندرگاہ۔ (٥) عرب تمام وسطی ایشیائی لوگوں کو ترک کہتے تھے۔ (٦) یہ مینار دنیا کے سات قدیم عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔ ٢٥٠ ق م میں تعمیر کیا گیا اور ١٣٢٠ء میں گر گیا۔

شارةٍ	اشارہ، ظاہری ہیئت	أولَمتُ	میں نے ولیمہ کیا	مُربَّع	مربع، اسکوائر
بَنيتُ	میں نے ازدواجی تعلق قائم کیا	الْمرسى	بندرگاہ	أشبارٍ	ہاتھ (بطور پیائش)، شبر کی جمع

ومن غرائبِ هذه المدينة عُمودُ الرخامِ الْهائلُ الذي بِخارجِها، المسمى عندهم بعمود السَوَارِي وهو متوسط في غابةِ نَخل. وقد امتاز عن شجراتِها سُمُوًّا وارتفاعًا....

ثُم وصلتُ إلى مدينةِ مصر[1] هي أمُّ البِلادِ، وقرارةُ فرعونَ ذي الأوتاد، ذاتُ الأقاليم العريضة والبلاد الأريضة، المُتناهِيَةُ في كثرة العمارة المتناهية بالحسَنِ والنضَارةِ .... ولَها خصوصيةُ النِيل الذي أجلّ خطرُها، وأغناها عن أن يَستَمِدَّ القطرُ قطرَها. ...

ومسجدُ عمرو[2] بن العاص مسجد شريفٌ كبيْرُ القدرِ شهيْرُ الذِكر، تُقام فيه الجمعة. والطريُق يعترِضُه مِن شرقٍ إلى غربٍ وبشرقِه الزاويةُ حيثُ كان يدرّس الإمامُ أبو عبد الله الشافعي. وأمّا المدارسُ بِمصر فلا يُحيطُ أحدٌ بِحصرِها لكثرتِها: وأمّا الْمارستانِ الذي بين القصرَينِ عِند تُربةِ الملك المنصورِ قلاوُون، فيُعجِزُ الواصفُ عن مَحاسِنه. وقد أعدّ فيه من المرافِقِ والأدويَةِ ما لا يَحصُر. يذكر أن مجباه ألفُ دينارٍ كلَ يوم.

وأمّا الزوايا[3] فكثيْرةٌ. وهم يُسمّونَها الخوانِقَ. واحدتُها خانِقَةٌ. والأمراء بِمصرَ يتنافَسونَ في بناءِ الزوايا وكلُّ زاويةٍ بِمصر معيّنة لطائفةٍ مِن الفقهاء، وأكثرهم الأعاجِمُ. وهم أهلُ أدبٍ ومعرفةٍ بطريقةِ التصوّفِ. ولكلّ زاويةٍ شيخٌ وحارسٌ. وترتيب أمورِهم عجيب. ومن عوائِدهم في الطعام أنّه يأتِي خديْمُ الزاوية إلى الفقراءِ صباحًا، فيُعين له كل واحدٍ ما يشتَهيه من الطعام. فإذا اجتَمَعُوا للأكلِ جعلُوا لكلّ إنسانٍ خُبُزَه ومَرَقَهُ في إناءٍ على حدّة لا يشارِكُه فيه أحدٌ. ...

ولهم كسوةُ الشتاء وكسوة الصيفِ ومرتّب شهرِي من ثلاثيْنَ درهَما للواحدِ في الشهر إلى عشرين. ولَهم الحلاوةُ مِن السكرِ في كل ليلةِ جُمعة، والصابون لغَسلِ أثوابِهم، والأجرةُ لدخولِ الحمامِ، والزيتُ للاستصباح. وهم أعزابٌ. وللمتزوّجيْنَ زوايَا على حدّة. ومن المشترطِ عليهم حضورُ الصلواتِ الخمسِ، والْمبِيتُ بالزاوية، واجتماعُهم بقُبَّةَ داخلَ الزاوية.

(۱) موجودہ نام، قاہرہ۔ (۲) یہ ایک تاریخی مسجد ہے جو فاتح مصر سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے تعمیر فرمائی۔ (۳) زاویہ یا خانقاہ اس عمارت کو کہتے ہیں جو صوفیانہ تعلیم کے لئے بنائی گئی ہو۔

الرخامِ	سنگ مرمر	الْمارستانِ	ہسپتال	مَرَقُ	سالن
الزاويةُ	خانقاہ	مجباه	اس کی آمدنی	أعزابٌ	اکیلا، غیر شادی شدہ

ومن عوائدهم أن يَجلسَ كلُّ به. وإذا صلّوا صلاة الصبحِ قرأوا سورة الفتح، وسورةَ الملك، وسورة عم، ثم يُؤتِى بِنُسَخٍ من القرآن العظيم مجزأةً، فيأخُذُ كل فقيْرٍ جُزءًا، ويَختَمُونَ القرآنَ، ويذكُرُون، ثُم يقرأ القُرّاءُ على عادةِ أهلِ المشرق. ومثل ذلك يفعلون بعد صلاةِ العصر.

ومن عوائِدهم مع القادِمِ أنّه يأتِي بابَ الزاوية فيقِفُ به مشدودَ الوسطِ، وعلى كاهلِه سجادةٌ، وبيَمِناهُ العكازُ، وبيسراه الإبريقُ. فيعلَمُ البوّاب خديمَ الزاويةِ بِمكانِه فيخرُجُ إليه، ويسألُه مِن أيّ البلادِ أَتَى، وبأيّ الزوايا نَزَلَ فِي طريقِهِ ومن شيخِه. [1] فإذا عَرَفَ صحّةَ قولِه أدخَلَهُ الزاوية، وفَرَشَ له سجادتَه في موضعٍ يليقُ بِه، وأراه موضَعَ الطهارةِ، فيُجدّد الوضوءَ، ويأتِي إلى سجادتِه، فيُحِلّ وسطَه، ويصلّي ركعتيْن، ويصافِحُ الشيخَ ومن حَضَرَ ويقعدُ معهم....

ونِيلُ[2] مصرَ يفضُل أنْهار الأرضِ عذوبةَ مذاقٍ واتّساعَ قُطرٍ وعظم منفعة. والْمُدُنُ والقُرى بضِفَّتَيهِ منتظِمةٌ، ليس في المعمورِ مثلها. ولا يُعلَم نَهرٌ يزرَعُ عليه ما يزرع على النيل. وليس في الأرضِ نَهر يسمّى بَحرًا غيرَه... ومَجرى النيل من الجنوبِ إلى الشمالِ خلافا لِجميعِ الأنْهارِ...

والنيل أحدُ أنْهارِ الدنيا الخمسةِ الكبار: وهي النيلُ والفرات والدجلة[3] وسَيحونُ[4] وجَيحونُ[5]. وتَماثَلَها أنْهارٌ خَمسةٌ أيضا: نَهرُ السندِ[6] ويُسمّى 'بنج اب'[7] ونَهر الْهندِ ويسمّى 'الكنك'[8]، وإليه تَحُجُّ الْهُنُود. وإذا حرّقُوا أمواتَهم رَمَوا برمادِهم فيه. ويقولون هُو من الجَنة. ونَهر الْجونِ[9] بالْهند أيضًا، ونَهر اتل[10] بصحراءِ 'قفجقٍ'، وعلى ساحلِه مدينةُ 'السرا'، ونَهر السروِ[11] بأرض الخطا. وعلى ضِفَّتِه مدينة 'خان بالق'، ومنها ينحَدِرُ إلى مدينة الخنسا ثُم إلى مدينة الزيتون بأرض الصِين، وسيُذكَر ذلك كلُّه في مواضِعه ان شاء الله.

(۱) یہ قرون وسطی کے مسلمانوں کی مہمان نوازی کو ظاہر کرتا ہے۔ کسی بھی ملک کا طالب علم ان کی درسگاہوں میں تعلیم حاصل کر سکتا تھا۔ سرحد پار کرنے کے لئے کسی ویزے کی ضرورت نہ تھی۔ (۲) نیل، دنیا کے سب سے بڑے دریاؤں میں سے ایک۔ (۳) فرات اور دجلہ۔ ترکی و عراق کے دو دریا۔ (۴) سیر دریا، ازبکستان۔ (۵) دریائے آمو، افغانستان۔ (٦) دریائے سندھ، پاکستان۔ (۷) پنجاب۔ (۸) گنگا، بھارت۔ (۹) جمنا، بھارت۔ (۱۰) دریائے وولگا، روس۔ (۱۱) دریائے ہانگ ہو، چین۔

العكازُ	لاٹھی	الإبريق	کنٹینر، باکس	ضِفَّتَين	(دریا کے) دو کنارے

ذكرُ الأهرام والبَرابِي: وهي من العجائب المذكورةِ على مرِّ الدُّهورِ. وللناس فيها كلام كثيْرٌ، وخوضٌ في شأنِها، وأوليّة بنائِها.... إنّ دارَ العلم والْملك بمصر مدينة 'منف'[1]، وهي على بريدٍ من الفُسطاط[2]. فلما بُنِيَتِ الإسكندريةُ انتقل الناسُ إليها، وصارت دارُ العلمِ والْملِكِ، إلى أن أتى الإسلام فاختَطّ عمرو بن العاص رضي الله عنه مدينةَ الفسطاط، فهي قاعدةُ مصر إلى هذا العهد.... والأهرام بناءٌ بالحجرِ الصلدِ المنحوتِ، متناهي السموّ مُستديرٌ متّسع الأسفل، ضيّق الأعلى كالشكلِ المخروطِ ولا أبوابَ لَها، ولا تعلمُ كيفيةَ بنائها....

ثم سِرنَا حتّى وصلنا إلى مدينة 'غزّة'، وهي أول بلاد الشام مِما يلي مصر مُتسعةُ الأقطار، كثيْرة العمارة حسَنةُ الأسواقِ، بِها المساجد العديدةُ والأسوارُ عليها.

ثُم سافرتُ من غزة إلى 'مدينة الخليلِ'[3]، صلى الله على نبينا وعليه وسلم تسليما، زَهِي مدينةٌ صغيرةُ الساحةِ كبيْرةُ الْمقدارِ مُشرقةُ الأنوارِ حسنةُ المنظرِ عجيبةُ المخبرِ، في بطنِ وادٍ. ومسجدُها أنيقُ الصنعةِ مُحكمُ العملِ بديع الحسنِ سامي الارتفاعِ، مبنِي بالصخرِ المَنحُوت.. فيه قبَر إبراهيمَ وإسحاق ويعقوب صلوات الله على نبينا وعليهم. ويقابِلُها قبورٌ ثلاثةٌ، هي قبورُ أزواجهم...

ثم سافرتُ من هذه المدينةِ إلى القدس. فزُرت في طريقي إليه تربةُ يونس عليه السلام، وعليها أبنِيةٌ كبيْرةٌ ومسجدٌ. وزرت أيضا بيتَ لحم[4]، موضعُ ميلاد عيسى عليه السلام. وبه أثرُ جِذعِ النخلة، وعليه عمارةٌ كثيْرةٌ. والنصارى يُعظِّمونه أشدَّ التعظيم، ويُضيفُونَ من نَزَلَ به.

ثُم وصلنا إلى بيتِ المقدس [5]، شرَفَهُ الله، ثالثُ المسجدِين الشريفين في رُتبةِ الفل، ومَصعَدُ رسول الله عليه وسلم تسليما، ومَعرجةُ إلى السماء. والبلدة الكبيْرةُ مبنيةٌ بالصخر المنحوت.... ذكر المسجد المقدس . وهو من المساجد العجيبةِ الرائقة الفائقةِ الحسن، يقال: إنه لا يُوجَد على وجه الأرض مسجدٌ أكبَرُ منه...

(۱) ممفس، فراعین کا قدیم شہر۔ (۲) فسطاط، سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا بسایا شہر۔ اب اس کا نام قاہرہ ہے۔ (۳) حبرون، فلسطین۔ (۴) بیت لحم، فلسطین کا شہر۔ (۵) یروشلم۔

الدُهور	طویل مدت	المنحوتِ	تراش کر لکھا ہوا، منقش	زَهِي أنيقُ	شاندار اور خوبصورت
الصلدِ	سخت	المخروطِ	اہرام، مخروطی شکل کا	سامي	بلند

وصلتُ ... إلى مدينة دمشق الشام، فنَزلتُ منها بِمدرسةِ المالكيَّةِ المعروفة ب 'الشرابشية'. ودمشقُ هي التِي تفضّلَ جَميع البلادِ حُسنًا وتتقدمُها جَمالا، وكلّ وصفٍ، وإن طال، فهُو قاصرٌ عَن مَحاسِنها.... وأهل دمشق لا يعملون يومَ السبت عملًا، إنّما يَخرُجُون إلى الْمُنْتَزهاتِ وشُطُوطِ الأنْهار ودوحاتِ الأشجار، بيْنَ البساتِيْنِ النضرةِ والْمياهِ الجاريةِ. فيكونون بِها يومهم إلى الليل...

ذكرُ جامع دمشقَ الْمعروف بِجامع بنِي أميّةَ: وهو أعظمُ مساجدِ الدنيا احتفالًا، وأتقَنُها صناعةً، وأبدعُها حُسنا وبَهجةً وكمالا، ولا يُعلم له نظيْرٌ، ولا يُوجد له شبيهٌ... وفي قبلةِ المسجد المقصورة العُظمى التِي يُؤمّ فيها إمامُ الشافعية وفي الركنِ الشرقي منها إزاءُ الْمِحرابِ خزانةٌ كبيْرةٌ فيه المصحفُ الكريْمُ الذي وجَّهَهُ أميْرُ المؤمنين عثمانُ بن عفان رضي الله عنه إلى الشام.

وتُفتح تلك الخزانةُ كل يومَ جُمُعة بعد الصلاةِ فيزدَحِمُ الناسُ على لثمِ ذلك المصحف الكريم. وهنالك يحلف الناس غرماءهم ومن ادعوا عليه شيئا. وعن يسارِ المقصورةِ محرابِ الصحابة. ويذكر أهل التاريخ أنه أوّل محرابٍ وُضِعَ في الإسلام، وفيه يؤمُّ إمامُ المالكية. وعن يَمين المقصورة محراب الحنفيةِ[1] وفيه يؤمّ إمامُهم. ويليه محراب الحنابلة وفيه يؤم إمامهم...

شاهدتُ أيّام الطاعون الأعظم بدمشق ... أنّ ملكَ الأمراء نائب السلطان أرغون شاه أمَرَ مناديًا ينادي بدمشقَ أن يصومَ الناس ثلاثةَ أيامٍ، ولا يطبَخُونَ بالسوق. فصام الناس ثلاثةَ أيّامٍ متواليةٍ، كان آخرها يوم الخميس. ثُم اجتمع الأمراءُ والشرفاءُ والقضاةُ والفقهاء وسائر الطبقات على اختلافِها في الجامع، حتّى غَصَّ بهم، وباتوا ليلة الجمعة ما بين مصلّ وذاكرٍ وداعٍ. ثُم صلوا الصبح، وخرجوا جَميعا على أقدامهم، وبأيدِيهم المصاحف. والأمراء حفاة. وخرج جَميع أهل البلد ذُكورا وإناثا، صغارا وكبارا، وخرج اليهود بتوراتِهم، والنصارى بإنْجيلهم، ومعهم النساءُ والولِدانُ. وجَميعهم باكُونَ متضرّعون إلى الله بكُتُبِه وأنبيائِه، وقصدُوا مسجد الأقدام، وأقاموا به في تضرّعِهم ودعائهم إلى قُرب الزوال، وعادوا إلى البلد، وصلوا الجمعة. وخفّف الله تعالى عنهم عندما انتهى عدد الموتَى إلى ألفيْنِ في اليوم الواحد.

(۱) اس سے اس دور کی فرقہ واریت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ہر گروہ نے اپنی نمازیں دوسرے سے الگ کر لی تھیں۔

والأوقافُ[1] بدمشق لا تَحصُرُ أنواعُها ومصارفُها لكثرتِها. فمنها أوقافٌ على العاجزين عن الحج، يُعطَى لِمن يَحُجّ عن الرجل منهم كفايته. ومنها أوقافٌ على تَجهيزِ البنات إلى أوزواجِهن، وهنّ اللواتِي لا قدرةَ لأهلِهن على تَجهيزهن. ومنها أوقافٌ لِفكاكِ الأُسَارى. ومنها أوقافٌ لأبناء السبيل، يُعطون منها ما يأكلون ويلبَسون ويتزوّدون لبلادهم. ومنها أوقافٌ على تعديلِ الطُرُقِ ورصفِها لأنّ أزقةَ دمشق لكلّ واحدٍ منها رصيفانِ في جَنبَيهِ يَمرّ عليهما[2] الْمترجّلونَ، ويَمُرّ الرُّكبانُ بين ذلك. ومنها أوقافٌ لسوى ذلك من أفعال الْخيْر.

ثُم ارتَحلنا إلى مدينة بُصرى، وهي صغيْرةٌ ومن عادةِ الركبِ أن يُقيمَ بِها أربعًا لِيلحقَ بِهم مَن تَخلّفَ بدمشقَ لقضاءِ مآربِه. وإلى بُصرى وصَلَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم قبل البعثِ في تَجارةِ خديْجة (رضي الله عنها). وبِها مبْركُ ناقتِه قد بُنِي عليه مسجدٌ عظيم.... ثُم ارتَحلنا إلى معانٍ، وهو آخرُ بلاد الشام، ونزلنا مِن عقبةِ الصوان إلى الصحراءِ التِي يُقال فيها: داخلُها مفقُودٌ وخارجُها مولودٌ...

ثُم إلى تبوك وهو الموضَع الذي غزاه رسولُ الله صلى الله عليه وسلم... وفي الخامس من أيّام رحيلِهم عن تبوك يَصِلُون البئر الحجر حِجرُ ثَمود[3]. وهي كثيرة الْماءِ، ولكن لا يردّها أحدٌ مِن الناس، مع شدّة عطشِهم، اقتداءً بفعلِ رسول الله صلى الله عليه وسلم حيْنَ مرَّ بِها في غزوةِ تبوك، فأسرَعَ براحلتِه وأمَّرَ أن لا يَسقِيَ منها أحد... وهنالك ديارُ ثَمودَ في جبالٍ مِن الصخرِ الأحْمرِ منحوتةً، لَها عَتَبٌ منقوشةٌ يظُنّ رائيهَا أنّها حديثةُ الصنعةِ، وعظامُهم نَخِرةٌ في داخِلِ تلك البيوتِ. إن في ذلك لعبْرةٌ، ومبْرك ناقة صالح عليه السلام بين جبَلَينِ هنالك، وبينهما أثر مسجدٍ يُصلّي الناس فيه...

(۱) مسلمانوں کے شہروں میں اعلی درجے کے رفاہی کام موجود تھے۔ ابن بطوطہ نے ایک غلام کا قصہ بیان کیا ہے جس نے غلطی سے اپنے آقا کا ایک قیمتی برتن توڑ دیا۔ وہ یہ ٹوٹا ہوا برتن لے کر وقف کے دفتر آیا۔ انہوں نے اسے اتنی رقم دے دی کہ وہ نیا برتن خرید کر سزا سے بچ سکے۔ (۲) یہ اس دور کا ٹریفک کا نظام تھا۔ (۳) مدائن صالح، سعودی عرب۔

فكاكِ	غلاموں کو آزاد کرنا	أزقةَ	گلی، سڑک، زُقاق کی جمع	عَتَبٌ	دروازے
رصفِ	برابر کرنا	الحجر	مدائن صالح کا نام	نَخِرةٌ	گلا سڑا

وفي اليوم الثالث ينْزِلُون البلدَ المقدس الكريم الشريفِ.... وفي عَشيِّ ذلك اليومِ دخلنَا الحرمَ الشريف، وانتهينا إلى المسجد الكريم. فوقفنَا ببابِ السلام مسلمِين، وصلّينا بالرَوضةِ الكريْمةِ بين القبْرِ والمنبَرِ الكريم، واستَلَمنَا القطعةَ الباقيةَ من الجذعِ الذي حَنَّ إلى رسولِ الله صلى الله عليه وسلم. وهي مُلصَقَةٌ بعُمودٍ قائمٍ بين القبْرِ والمنبَرِ عن يَميْن مستقبلَ القبلة.

وأدّينا حقَّ السلام على سيّدِ الأوليْنَ والآخرين، وشفيعَ العُصاة والمذنبيْنَ، والرسول النبِي الهاشِمِيّ الأبطحي محمد صلى الله عليه وسلم تسليما وشرف وكرم وحقَّ السلام على ضَجِيعَيهِ وصاحبَيه أبي بكر الصديق وأبِي حفصٍ عمر الفاروق رضي الله عنهما.

ذكرُ مسجدِ رسول الله وروضتِه الشريفة: المسجدُ الْمعظّم مستطيلٌ، تُحَفُّهُ مِن جهاتِه الأربع بلاطاتٍ دائرة به، ووسطُه صِحنٌ مفروشٌ بالْحَصَى والرمل، ويدُورُ بالمسجد الشريف شارع مبلَّطٌ بالحجر المنحوت. والروضةُ المقدسة صلوات الله وسلامه على ساكنِها في الجهةِ القبليّةِ مِما يلي الشرق من المسجد الكريم. وشكلُها عجيبٌ لا يُتَأتّى تَمثيله. ووهي منورَّةٌ بالرخامِ البديعِ النحتِ الرائقِ النعتِ...

وفي الصفة القبلية منها مِسمارُ فضّةٍ هو قبالةُ الوجهِ الكريم. وهنالك يَقِفُ الناس مستقبلينَ الوجه الكريم مستدبِرين القبلةَ، فيسلّمون وينصرفون يَمينا إلى وجهِ أبي بكر الصديقِ، ورأسُ أبي بكر رضي الله عنه عند قدمَي رسول الله صلى الله عليه وسلم، ثُم ينصرفون إلى عمر بن الخطاب، ورأس عمرَ عند كتفَي أبي بكر رضي الله عنهما.

وفي الجوفِي من الروضة المقدسة، زادَها الله طيبا، حوضٌ صغيْرٌ مرخَّم... وفي وسط المسجد الكريم دفةٌ مطبّقةٌ على وجه الأرض، مقفَّلةٌ على سردابِ له مدرج يفضي إلى دار أبي بكر رضي الله عنه خارج المسجد، وعلى ذلك السردابُ كان طريق عائشة أم المؤمنين رضي الله عنها إلى داره، ولا شكَّ أنه هو الخوخةُ التِي ورد ذِكرُها في الحديث...

حَنَّ إلي	اس نے خواہش کی	ضَجِيعَين	دو ساتھ سونے والے	دفّةٌ مطبّقةٌ	بند دروازہ
مُلصَقَةٌ	علاقہ	مِسمارُ فضّةٍ	چاندی کا کیل	سردابِ	محفوظ جگہ

وكان رحيلُنا من المدينة، نريدُ مكةَ شرّفَهُما اللهُ تعالى. فنَزلنا بقُربِ مسجد ذي الحليفةِ الذي أحرَمَ منه رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم.... وهنالك تَجرَّدتُ من مَخيطِ الثياب واغتسلتُ ولبِستُ ثوبَ احرامي، وصلّيتُ ركعتيْنِ وأحرَمتُ بالحجّ مُفردًا. ولَم أزلْ مُلبّيًا في كلّ سهلٍ وجبلٍ وصُعُودٍ وحُدُورٍ إلى أن أتيتُ شعبَ علي عليه السلام، وبه نزلتُ تلك الليلةَ...

ثُم رحلنا منه، ونزلنا ببدرٍ حيثُ نَصرَ اللهُ رسولَه صلى الله عليه وسلم، وأنْجَزَ وعدَه الكريمَ. واستأصَلَ صنادِيدَ المشركين. وهي قريةٌ فيها حدائقُ نَخلٍ متّصلة، وبِها حِصنٌ مَنيعٌ يدخل إليه مِن بطنِ وادٍ بين جبالٍ. وببدرٍ عيْنُ فوارةٍ يَجري ماؤُها. وموضَعُ 'القليب' الذي سَبَّحَ به أعداء الله المشركون. هو اليومُ بستانٌ. وموضعُ الشهداء رضي الله عنهم خلفه....

فوصلنا عند الصباحِ إلى البلدِ الأميْن مكةَ شرَّفها الله تعالى، فورَدنا منها على حرمِ الله تعالى، ومبوَّإِ خليلِه إبراهيم، ومبعثِ صفيةِ محمد صلى الله عليه وسلم. ودخلنا البيتَ الحرام الشريف، الذي من دخله كان آمِنًا، مِن باب بنِي شيبة، وشاهَدنا الكعبة الشريفة، زادها الله تعظيما.... وطُفنا بِها طوافَ القُدوم، واستلمْنا الحجرَ الكريم، وصلّينا ركعتيْن بِمقامِ إبراهيمَ. وتعلَّقنا بأسنارِ الكعبة عند الْملتزِمِ بيْن الباب والحجر الأسود، حيث يُستجاب الدعاءُ، وشرِبنا من ماءِ زمزمَ... ثُم سَعَينا بين الصفا والمروةِ، ونزلنا هنالك بدارٍ، بِمقربة من بابِ إبراهيم....

ومِن عجائِبِ صنع الله تعالى أنّه طَبَعَ القلوبَ على النُزوعِ إلى هذه المشاهدِ الْمُنِيفَةِ، والشوقِ إلى الْمثولِ بِمعاهدها الشريفة. وجعل حبَّها مُتَمكِّنًا في القلوب.... والمسجدُ الحرام في وسطِ البلد. وهو متّسع الساحَةِ. طولُه من شرق إلى غرب أزيد من أربعمائة ذراعٍ.... والكعبةُ العُظمَى في وسطه. ومنظرُه بديعٌ. ومَرآه جَميلٌ. لا يتعاطى اللسانُ وصفَ بِدائِعه، ولا يُحيطُ الواصفُ بِحُسن كمالِه. وارتفاعُ حيطانِه نَحوُ عشرين ذراعا؛ وسَقفُه على أعمِدةٍ طوالٍ....

مطالعہ کیجیے! بہت سے لوگ سلو پوائزن کے ذریعے اپنے بیوی بچوں کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر رہے ہیں۔ کیوں اور کیسے؟
http://www.mubashirnazir.org/PD/Urdu/PU04-0001-Smoking.htm

حُدُورٍ	ڈھلوان	فوارةٍ	فوارہ	أسنارِ	دروازے کا کنارہ، دہلیز
استأصَلَ	اس نے قائم کیا	مبوَّإِ	مقرر کرنے کی جگہ	بديعٌ	شاندار

وإذا كان في أوّل يومِ شهر ذي الحجة، تُضرَبُ الطُبُولُ والدَبَادِبُ في أوقاتِ الصلوات بُكرةً وعشيّةً، إشعارُها بالموسمِ المبارك. ولا تزالُ كذلك إلى يوم الصُعُودِ إلى عرفات. فإذا كان اليومُ السابع من ذي الحَجَّة، خَطَبَ الخطيب إثرَ صلاةِ الظهر خطبة بليغة، يُعلِّم الناس فيها مناسِكَهم، ويعلّمهم بيومِ الوقفةِ. فإذا كان اليوم الثاني بَكَّرَ الناسُ بالصُعودِ إلى مِنَى.

وأمراءُ مصر والشامِ والعراق وأهل العلمِ يَبِيتُونَ تلك الليلةَ بِمِنَى وتَقَعُ الْمُباهاةُ والمفاخرةُ بيْن أهلِ مصر والشام والعراق في إيقادِ الشمع. ولكنّ الفضلَ في ذلك لأهلِ الشام دائما. فإذا كان اليوم التاسعُ رَحَلُوا من منَى بعد صلاةِ الصبح إلى عرفة. فيَمُرّون في طريقِهم بوادي مُحسّر، ويُهَروِلُونَ، وذلك سُنّةٌ. ووادي محسر هو الحدّ ما بين مزدلفة ومنَى. ومزدلفةٌ بسيطٌ مِن الأرض فَسيحٌ بين جبلَيْنِ. وحولَها مصانعُ وصهاريجُ للماءِ، مِما بَنَتْهُ زبيدةُ ... زوجةُ أميْرِ المؤمنين هارون الرشيد. ...

وفي آخر بسيط عرفات جبلُ الرحْمة، وفيه الموقف... وبِمقربةٍ منه الموضَعَ الذي يَقِفُ في الإمام ويَخطُبُ ويَجمع بين الظهرِ والعصرِ... ولَما وقع النفرُ بعد غروب الشمس، وصلنا مزدلفةَ عند العشاءِ الآخرةِ، فصلّينا بِها المغرب والعشاء جَمعًا بينهما حسبُ ما جرّت سنةُ رسولِ الله صلى الله عليه وسلم.

ولَما صلينا الصُبحَ بِمزدلفة غدَونا منها إلى منَى بعد الوُقُوفِ والدعاء بالْمِشعَرِ الحرام... ولَما انتهى الناس إلى منَى بادَرُوا الرميَ جَمرةَ العَقَبة، ثُم نَحروا وذبَحوا، ثُم حلّقُوا وحلّوا مِن كلّ شيء إلا النساء والطيب حتّى يطوفوا طوافَ الافاضةِ...

ووقَفُوا للدعاء بِهاتيْنِ الجَمرتَيْنِ اقتداءً بفعلِ رسول الله صلى الله عليه وسلم. ولَما كان اليومُ الثالثُ تَعَجَّلَ الناسُ الانْحدارَ إلى مكةَ شرفها الله، بعد أن كملَ لَهم رميٌ تسع وأربعين حصاةً. وكثيرٌ منهم أقام اليومَ الثالث بعد يومِ النحرِ حتّى رمي سبعين حصاة....

الطُبُولُ	طبلہ	الْمُباهاةُ	فخر کا اظہار	صهاريجُ	تالاب
الدَبَادِبُ	ڈھول	إيقادِ الشمع	شمع روشن کرنا	حصاةٍ	کنکریاں

وفي الموفي عشرين لذي الحَجّة خرجتُ مِن مكةَ صحبةَ أميْرِ ركبِ العراقِ البهلوان محمد الحويح.. وخرجنا بعد طوافِ الوداع إلى بطنِ مرّ، في جَمع من العراقيِّيْنَ والْخُراسانِيِّيْنَ والفارسيِّيْن والأعاجمِ.... ثُم رحلنا ونَزلنا الْموضِع الأجفرَ... وبِهذا الموضع بيوتٌ كثيْرةٌ للعرب، ويَقصِدُون الركب بالسمنِ واللَبَنِ وسوى ذلك، وبه مصنَعٌ كبيْرٌ يَعُمُّ جَميع الركب مِما بَنَتْهُ زبيدةُ رحْمة الله عليها. وكلّ مصنعٍ أو بركةٍ أو بئرٍ بِهذا الطريق التِي بيْن مكةَ وبغداد، فهي من كريْمِ آثارِها جزاها الله خيْرا، ووفّى لَها أجرَها....

ثُم نزّلنا القادسيةَ حيث كانتِ الوقعة الشهيْرةُ على الفُرُسِ التِي أظهَرَ الله فيها دين الإسلام وأذلَّ الْمَجُوسَ عبَدَةَ النارِ... وفيها حدائقُ النخلِ وبِها مشارعُ مِن ماءِ الفُرات. ثُم رحلنا منها فنَزلنا مدينةَ مشهَدِ علي بن أبي طالب رضي الله عنه بالنَجفِ، وهي مدينةٌ حسنةٌ في أرضٍ فَسِيحةٍ صلبةٍ مِن أحسن مُدُنِ العراقِ وأكثرُها ناسًا وأتقَنُها بناءً. ولَها أسواقٌ حسنةٌ نظيفةٌ.

دخلناهَا مِن باب الحضرةِ، فاستَقبَلْنا سوقَ البقاليْنَ والطباخيْنَ والخبازين. ثُم سُوقَ الفاكهة، ثُم سوقَ الخياطيْنَ والقيساريةِ، ثُم سُوقَ العطّارين، ثُم الحضرةُ حيث القبْر الذي يزعَمُون أنّه قبْرُ علي عليه السلام. وبإزائِه المدارسُ والزوايا والخوانقُ معمورةٌ أحسنَ عمارة، وحيطانُها بالقاشانِي وهو شِبهُ الزليج عندنا لكن لونَه أشرَقُ ونقشَهُ أحسنُ.

ويدخل من بابِ الحضرة إلى مدرسةٍ عظيمةٍ يسكُنُها الطَلَبَةُ والصُوفيةُ مِن الشيعةِ. ولكلّ واردٍ عليها ضيافةُ ثلاثةِ أيّام من الْخُبْزِ واللَحمِ والتمر مرّتيْن في اليوم ... ثم رحلنا منه ونزلنا بالقُرب مِن البصرة، ثم رحلنا فدخلنا ضَحوةَ النهار إلى مدينة 'البَصرة' ... ثُم ركِبتُ مِن ساحلِ البصرة في صَنبوق، وهو القاربُ الصغيْرُ إلى 'الأبلة'... ثُم رحلنا منها إلى مدينةِ 'فيْروزان'... وصلناها بعد صلاةِ العصر فرأينَا أهلَها قد خرجوا لتَشييعِ جنازةٍ، وقد أوقَدُوا خلفَها وأمامَها المشاعِلَ، وأتَّبَعُوها بالْمَزامِيْرِ والْمُغنِيْنَ بأنواعِ ألأغانِي الْمُطرِبَة، فعجِبنَا من شأنِهم، وبِتنا بها ليلة....

مشارعُ	پراجیکٹ (نہر)	العطّارين	عطر فروش، میڈیکل اسٹور والا	المشاعِلَ	مشعل کی جمع
فَسِيحةٌ	کھلا	الزليج	پھسلنے والا سنگ مرمر	الْمَزامِيْرِ	آلات موسیقی
البقاليْنَ	جنرل اسٹور والے	القاربُ	کشتی	ألأغانِي	گانے

ووصلنا بعد العصر إلى مدينة أصفهان مِن عراق العجمِ... ومدينة أصفهانَ مِن كبار الْمدن وحسَّانِها إلا أنّها الآن قد خَرَبَ أكثرُها بسببِ الفتنة بيْن أهلِ السنة والروافض... وبِها الفواكهُ الكثيْرةُ، ومنها الْمِشمِش الذي لا نظيْرَ له، يُسمّونه بِقَمرِ الدين، وهُم يَيبِسُونه ويَدخِّرُونه، ونَوَاهُ يَنكَسِرُ عَن لَوزٍ حُلوٍّ. ومنها السفرجلُ الذي لا مِثيلَ له في طيبِ الْمطعَمِ وعَظمِ الجَرَمِ. والأعنابُ الطيبةُ. والبطيخُ العجيبُ الشأنِ الذي لا مثيلَ له في الدُنيا إلا ما كان مِن بطيخِ بُخارىٰ وخوارزم، وقشرُه أخضَرُ، وداخله أحْمر...

ثُم سافرنا منها إلى 'بغداد' .... مدينة دارالسلام، وحضرةِ الإسلام، ذات القدر الشريف، والفضل المنيف، مثوى الخلفاءِ العلماء.... ولبغداد جسرَانِ اثنان معقُودانِ.. والناس يعبُرُونَهُما ليلًا ونهارًا، رجالًا ونساءً. فهم في ذلك في نُزهةٍ متصلة ببغدادَ مِن المساجد التِي يَخطب فيها. وتُقام فيها الجمعةُ أحد عشر مسجدًا... وكذلك المدارسُ إلا أنّها خربَتْ. [1]

وحَماماتُ بغدادَ كثيْرةٌ وهي من أبْدعِ الحمامات، وأكثَرُها مطلِيّةٌ بِالقارِ مسطَّحةٌ به، فيُخيّل لرائِيه أنّه رخامٌ أسود... وفي كل حَمام منها خلواتٌ كثيْرة... وفي داخلِ كل خلوةٍ حوضٌ مِن الرخام فيه أنبُوبَانِ: أحدهُما يَجري بالْماءِ الحارِ والآخر بالْماء البارِدِ. فيدخل الإنسان الخلوة منها منفردًا لا يشارِكه أحد إلا إن أراد ذلك... [2]

وهذه الْجهةُ الشرقية مِن بغداد حافلةُ الأسواق عظيمةِ الترتيب، وأعظمُ أسواقِها سوقٌ يُعرف بسوقِ الثلاثاء. كلّ صناعةٍ فيها على حدةٍ وفي وسطِ هذا السوقِ 'المدرسةُ النظامية'[3] العجيبةُ التِي صارت الأمثال تضرِبُ بِحُسنها وفي آخرِه 'المدرسة المستنصرية'...

(۱) ابن بطوطہ بغداد اس وقت پہنچے جب تاتاری اسے تباہ کر چکے تھے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے اندرونی جھگڑے بھی انہیں تباہ کر رہے تھے۔ (۲) اس دور میں گھروں میں نہانے کا انتظام مشکل تھا۔ لہٰذا غسل کے لئے مخصوص حمام ہوتے تھے جہاں ٹھنڈے گرم پانی کا اہتمام ہوا کرتا تھا۔ (۳) یہ مسلم دنیا کی سب سے بڑی یونیورسٹی تھی۔

الروافض	شیعہ مکتب فکر	لَوزٍ	بادام	جسرَانِ	دو پل (دریائے دجلہ پر)
الْمشمِش	خوبانی	السفرجلُ	ناشپاتی	مطلِيةُ القارِ	تارکول سے لیپ کیا ہوا
يَيبِسُون	وہ خشک کرتے ہیں	البطيخُ	تربوز	أنبُوبَانِ	دو پائپ

وبِها المذاهب الأربعة لكلّ مذهبٍ إيوانٌ فيه المسجد، وموضَعُ التدريسِ. وجلوسُ الْمدرِّس في قبّةٍ مِن خشبٍ صغيْرةٍ على كرسي... وعلى يَمينه ويساره مُعِيدَانِ [1] يُعيدان كل ما يُمليه، هكذا ترتيب كل مجلسٍ من هذه الْمجالِسِ الأربعة....

فظهر لي أن أسافرَ إلى الموصل وديار بكر، لأشاهدَ تلك البلاد... ووصلنا بعدهُما إلى الموصل... وهي مدينة عتيقةٌ كثيْرةُ الخَصبِ... ثُم رحلْنا من الموصل ونزلنا قريةٌ تُعرف بِعَيْنِ الرصد وهي على نَهرٍ عليه جسرٌ مبنِيٌّ وبِها خانٌ كبيْرٌ.... ثم رحلنا منها ونزلنا جزيرة ابن عمر وهي مدينةٌ كبيْرة حسنة مُحيطٌ بِها الوادي، ولذلك سُميت جزيرة وأكثرها خرابٌ.... ويوم نزَلنا بِها رأينا جَبلَ الجُودِيِّ المذكور في كتاب الله عز وجل الذي استَوتْ عليه سفينةُ نوحٍ عليه السلام وهو جبلٌ عالٍ مستطيلٌ ... ثُم رحلتُ عائدا إلى بغداد... حتى وصلتُ مكةَ حرم الله تعالى...

فخرجتُ تلك الأيّام مِن مكة قاصدًا بلاد اليمن .... ثُم وصلتُ إلى 'جدة'، وهي بلدةٌ قديْمةٌ على ساحلِ البحر. يُقال: إنّها مِن عُمارةِ الفُرُسِ، وبِخارجِها مصانعُ قديْمةٌ، وبِها جُبابٌ لِلماءِ مَنقورةٌ في الحجرِ الصلدِ.... وركبتُ البحرَ في مركبٍ له... فوصلت إلى بلدة 'السَرجَة'.. بلدةٌ صغيْرةٌ يسكُنُها جَماعة من أولاد الْهلبِي، وهم طائفةٌ مِن تُجّار اليمن، أكثرُهم ساكنونَ بصنعاء. ولَهم فضلٌ وكرمٌ وإطعامٌ لأبناء السبيل، ويُعِينُون الحجّاج، ويركبونَهم في مراكِبِهم، ويزودونَهم من أموالِهم.

وانصرفتُ مسافرًا إلى مدينةِ 'صنعاء'، وهي قاعدةُ بلادِ اليمن الأولى. مدينةٌ كبيْرة حسنةُ العمارةِ، بناؤها بالآجُر والْجَصّ، كثيرةُ الأشجارِ والفواكِهِ والزرعِ، معتدلةُ الْهواءِ، طيبةُ الْماءِ. ومن الغريب أنّ الْمطرَ بِبلادِ الْهِندِ واليمن والحبشةِ، إنّما يَنْزِلُ في أيام القَيظ، وأكثر ما يكون نزولُه بعدَ الظُهرِ مِن كلّ يومٍ في ذلك الأوان....

(۱) لاؤڈ اسپیکر کی ایجاد سے پہلے بڑے مجمع کو پڑھانے کا طریقہ یہ تھا کہ کچھ بلند آواز والے لوگ مقرر کیے جاتے تھے۔ جو استاذ کی بات سن کر اسے بلند آواز میں دوہراتے۔ ان سے سن کر اور لوگ دوہراتے اور یوں بات مجمع کے آخر تک پہنچ جاتی۔

مُعِيدَانِ	دوہرانے والے	خانٌ	منگولوں کا سردار، خان	الآجُر والْجَصّ	ٹائلیں اور اینٹیں
قاعدةُ	مرکزی شہر	جُبابٌ مَنقورةٌ	کھودے گئے کنویں	القَيظ	گرمی

ثُم سافرتُ منها إلى مدينة 'عدن'، مَرسى بلاد اليمنِ، على ساحلِ البحر الأعظم. والجبالُ تَحُفُّ بِها ولا مدخلَ إليها إلا من جانبٍ واحدٍ؛ وهي مدينة كبيْرةٌ، ولا زرعَ بِها ولا شجرَ ولا ماءَ. وبِها صهاريجُ يَجتَمِعُ فيها الْماءُ أيّامَ المطر... وهي مرسى أهلُ الْهِند. تأتِي إليها المراكبُ العظيمةُ مِن كنبايت وتانه وكولَم [1] وقالقوط وفندراينه والشاليات ومنجرور وفاكنور وهنور وسندابور [2] وغيرها. وتُجّار الْهندِ ساكنونَ بِها، وتُجار مصر أيضا. وأهلُ عدن ما بيْن تُجار وحَمّالِيْن وصيّادِينَ للسَمَكِ. وللتجّار منهم أموالٌ عريضة، وربّما يكونُ لأحدِهم المركبُ العظيمُ بِجميعِ ما فيه لا يُشاركه فيه غيْرُه لِسِعَةِ ما بين يدَيه مِن الأموال، ولَهم في ذلك تفاخُرٌ ومباهاة....

ثُم سافرنا منها في البحرِ خَمسَ عشرةَ ليلة ووصلنا مَقدَشُو [3]... وهي مدينة مُتناهِيَةٌ في الكِبَر. وأهلها لَهم جَمالٌ كثيْرةٌ ينحَرُونَ منها الْمئين في كل يوم. ولَهم أغنامٌ كثيْرة، وأهلها تُجّارٌ أقوياءُ. وبها تصنَعُ الثيابَ المنسوبة إليها التِي لا نظيْرَ لَها. ومنه تُحَمَّلُ إلى ديارِ مصر وغيرها. ومن عادة أهل هذه المدينة أنه متَى وَصَلَ مركبٌ إلى المرسى تَصعَدُ الصنابقُ، وهي القواربُ الصغار إليه. ويكون في كل صنبوقٍ جَماعة من شُبّان أهلها، فيأتي كل واحد منهم بطبقٍ مُغطَى فيه الطعامُ. فيُقدِّمُهُ لتاجرٍ من تُجارِ المركب، ويقول: 'هذا نزيلِي.'

وكذلك يفعلُ كلُّ واحد منهم. ولا ينْزلُ التاجر من المركب إلا إلى دار نزيلِه من هؤلاء الشبّان إلا ما كان كثيْرُ التردُّدِ إلى البلد، وحصلتْ له معرفةُ أهله. فإنه ينْزلُ حيث شاء. فإذا نزل عند نزيلِه باعَ له ما عندَه واشترى له. ومَن اشترى منه ببخسٍ أو باعَ منه بغيْرِ حُضُورِ نزيلِه، فذلك البيعُ مردودٌ عندهم. ولَهم منتفعةٌ في ذلك. ولما صَعُدَ الشبّان إلى المركب الذي كنتُ فيه، جاء إلي بعضِهم. فقال له أصحابِي: 'ليس هذا بتاجر، وإنّما هو فقيه.' فصَاحَ بأصحابِه وقال لَهم: 'هذا نزيلُ القاضي.'[4] وكان فيها أحدُ أصحاب القاضي فعَرَفَه بذلك، فأتى إلى ساحل البحرِ في جُملة مِن الطلبة، وبعث إلي أحدهم. فنَزلتُ أنا وأصحابِي وسلّمتُ على القاضي وأصحابِه...

(۱) کولمبو، سری لنکا۔ (۲) سنگاپور۔ (۳) موغادیشو، موجودہ صومالیہ کا دارالحکومت۔ (۴) بادشاہ اور امراء شہر میں داخل ہونے والے ذہین علماء کو اپنا مہمان بنالیتے تاکہ ان کے علم اور تجربے سے فائدہ اٹھائیں۔ یہ ان کا عام معمول تھا۔

حَمّالِيْن	قلی، لوڈر	نزيلِي	میرا مہمان	الشبّان	نوجوان لڑکے

فقال لي: 'إن العادةَ إذا جاء الفقيهُ أو الشريفُ أو الرجلُ الصالِحُ لا ينْزِلُ حتّى يَرَى السلطانَ.' فذهبتُ معهم إليه كما طَلَبُوا. .... وهذا السلطانُ له تواضُعٌ شديد، ويَجلِسُ مع الفقراءِ ويأكل معهم، ويعظّم أهلَ الدينِ والشرَف....

وركِبنَا البحرَ مِن 'كَلوا'[1] إلى مدينةِ 'ظفار[2] الحموض'... وهي آخرُ بلادِ اليمنِ على ساحلِ البحرِ الْهندي. ومنها تُحمَلُ الخيلُ العتاقُ إلى الهند... ثُم سافرنا منها إلى مدينة 'قيس'... وفيهم طائفةٌ مِن عرب بنِي سفاف، وهم الذين يَغُوصُونَ على الْجَوهَرِ...

ومغاصُ الجوهر فيما بيْن 'سيْراف' و 'البحرين' في خورٍ راكدٍ مِثلُ الوادي العظيم. فإذا كان شَهر إبريل وشهر مايو[3]، تأتِي إليه القواربُ الكثيْرةُ، فيها الغوّاصون وتُجار فارس والبحرين والقطيف[4]. ويَجعلُ الغواص على وجهِه مهما أراد أن يغوصَ شيئًا يكسُوهُ مِن عِظَمِ الغيلم، وهي السَلحَفاةُ. ويُصنع من هذا العظمِ أيضًا شكلًا شِبهَ الْمِقراضِ. يشدُّهُ على أنفه. ثُم يَربُطُ حبلًا في وسطِه، ويغُوصُ.

ويتفاوتُونَ فِي الصبْرِ فِي الْماء. فمنهم من يصبرُ الساعةَ والساعتيْنِ فما دون ذلك. فإذا وصل إلى قعرِ البحرِ، يَجِدُ الصدفَ هنالك فيما بين الأحجار الصغارِ. مُثبتًا فِي الرمل. فيقتَلِعُهُ بيدِه، أو يقطعُه بِحديدةٍ عنده مُعدَّةٌ لذلك. ويَجعلها في مِخلاةِ جلدٍ منوطةٌ بِعُنقه. فإذا ضَاقَ نفسُه، حرَّكَ الحبلَ، فيُحِسّ به الرجلُ الْمُمسِّكُ للحبلِ على الساحلِ. فيَرفعُه إلى القاربِ. فتُؤخذ مِنه المخلاة. ويُفتح الصدفَ فيوجد في أجوافِها قطعَ اللحمِ تقطَعُ بِحديدةٍ. فإذا باشَرَتِ الهواءُ جَمَدَتْ فصارت جواهِرَ. فيجمع جَميعَهَا من صغيْرٍ وكبيْر. فيأخذ السلطانُ خُمُسَه، والباقي يشترِيه التجّار الحاضرون بتلك القواربِ...[5]

(۱) افریقہ کی ایک بندر گاہ۔ (۲) موجودہ عمان اور یمن کا درمیانی علاقہ۔ (۳) اپریل یا مئی۔ (۴) قطیف، سعودی عرب کا ایک شہر۔ (۵) ابن بطوطہ خلیج فارس میں سفر کرکے عراق میں داخل ہوئے جہاں سے وہ ترکی جا پہنچے۔

العتاقُ	پرانا	خورٍ راكدٍ	کھڑا پانی، سمندری کریک	الصدفَ	سیپ
يَغُوصُونَ	وہ غوطہ لگاتے ہیں	الغَيلم سُلحَفاةُ	کچھوا	حديدةٍ	لوہے کا ٹکڑا
الْجَوهَرِ	موتی	الْمِقراضِ	قینچی	مِخلاةِ جلدٍ	چمڑے کا تھیلا

فوصلنا إلى 'أرزنْجان'[1] ... وهي من بلادِ صاحبِ العراق. مدينةٌ كبيْرةٌ عامرةٌ. وأكثر سُكّانِها الأرمَنُ[2]. والمسلمون يتكلّمون بها التُركية. ولَها أسواقٌ حسنةُ الترتيب. ويُصنَع بِها ثيابٌ حِسانٌ تُنسب اليها. وفيها معادنُ النُحاس. ويصنعون منه الأوانِيَ والبياسيس التِي ذكرناها، وهي شِبهُ المنار عندنا.... وانصرفنَا إلى مدينةَ 'أرز الروم'. وهي من بلاد ملك العراق، كبيرةُ الساحةِ، خَرَبَ أكثرها بسببِ فتنةٍ وقعتْ بين طائفتَيْنِ من التُركمانِ بها. ويشقّها ثلاثةُ أنْهارٍ...وكنتُ سَمعتُ بِمدينةِ بلغارَ[3]... وكنتُ أردتُ الدخولَ إلى أرضِ الظُلمةِ، والدخولُ إليها من بلغار... والسفر إليها لا يكونُ إلا فِي عجلاتٍ صِغارٍ تَجُرُّهَا كلابٌ كبار. فإنّ تلك الْمفازةَ فيها الجليد[4]، فلا يثبُتُ قدمُ الآدمي ولا حافِرِ الدابةِ فيها....

ولَما وصلنا مدينةَ 'الحاج ترخان'[5]، رغبتْ الخاتونُ بيلون ابنةَ ملكِ الرُومِ مِن السلطانِ أن يأذنَ لَها في زيارةِ أبيهَا لِتَضَعَ حَملَها عنده وتعود إليه، فأذّن لَها. ورغبتُ منه أن يأذنَ لي في التوجُّهِ صحبْتُها لمشاهدةِ 'القسطنطينية[6] العُظمى'... ورحّل السلطانُ في تشييعِها مرحلةٌ، ورجع هو والْمَلكةُ ووليُّ عهدِه. وسافر سائر الخواتين[7] في صُحبتِها مرحلةً ثانيةً ثُم رجعن.... ونزلنا على عشرةِ أميالٍ من القسطنطينية.... وكان دخولنا عند الزوالِ أو بعدِه إلى القسطنطينية العُظمى.

وقد ضربوا نَوَاقِيسَهم حتّى ارتَجَتِ الآفاقُ لاختلاطِ أصواتِها. ولَما وصلنا الباب الأول مِن أبواب قصرِ الملِك وجدنا بِه مائةَ رجلٍ، معهم قائدٌ لَهم فوق دُكّانِه. وسَمِعتهم يقولون: سراكنوا سراكنوا، ومعناه 'المسلمون'. ومَنَعُونا مِن الدخول... فذكرتُ له شأنَنا فأمر بدخولنا. وعيَّنَ لنا دارا بِمقربةٍ مِن دارِ الخاتون. وكتب لنا أمرًا بأنْ لا نعترِضَ حيثُ نذهبُ مِن المدينةِ. ونُودِيَ بذلك في الأسواقِ.وأقَمنا بالدار ثلاثًا، فبعث إلينا الضيافةُ مِن الدقيقِ والْخبزِ والغنم والدجاجِ والسمن والفاكهة والحوتِ والدراهمُ والفرشُ. وفي اليوم الرابع دخلنا على السلطان.

(۱) ارزنجان اور ارض روم ترکی کے شہر ہیں۔ (۲) آرمینیا۔ (۳) بلغاریہ۔ (۴) کتا گاڑی آج بھی برفانی علاقوں میں عام ہے۔ (۵) الحاج ترخان آج بھی بحیرہ کیسپین کی بندرگاہ ہے۔ یہاں سے ابن بطوطہ نے دریائے وولگا کے ساتھ سفر کیا۔ (۶) استنبول۔ (۷) وسطی ایشیا میں خاتون سے مراد اعلیٰ رتبے والی عورت ہے۔ رومی شہنشاہ نے اپنی بیٹی کی شادی منگول بادشاہ سے کر دی تھی۔

الأوانِي	برتن	الجليد	برف	تشيِيع	دور تک چھوڑنے جانا
الْمفازة	صحراء، اونچا نیچا میدان	حافِرِ الدابةِ	جانور کے سم	نَوَاقِيسَ	ناقوس کی جمع، بگل

ذكرُ سلطانِ القُسطُنطِينية[1]: واسْمُه تكفُور ابـ`ن السلطان جرجيس[2]. وأبوه السلطان جرجيس بقيد الحياة، لكنّه تزهّدُ وتَرهّبُ وانقطع للعبادةِ في الكنائِس... ثم وصلتُ إليه فسلّمت عليه، وأشَارَ إلى أن أجلِسَ فلم أفعلْ. وسألنِي عن بيتِ المقدس، وعن الصخرةِ الْمقدّسة، وعن القَمامةِ، وعن مَهدِ عِيسَى، وعن بيت لحم، وعن مدينة الخليل عليه السلام، ثم عن دمشق ومصر والعراق وبلاد الروم، فأجبتُه عن ذلك كلّه. واليهودِيّ يُترجِمُ بينِي وبينه. فأعجبَه كلامي وقال لأولاده: 'أكرِمُوا هذا الرجلَ وأمِنُوه.'

ثُم خَلَعَ عليّ خِلعةً، وأمر لي بفرسٍ مُسَرَّجٍ مُلَجَّمٍ، ومُظَلَّةٌ من التِي يَجعلها الملكُ فوقَ رأسِه، وهي علامةُ الأمان. وطلبتُ منه أن يُعيْنَ مَن يَركبُ معيَ بالمدينة في كلّ يوم، حتّى أُشاهِدَ عجائبَها وغرائبها، وأذكُرها في بلادي. فعَيَّنَ لي ذلك...

ذِكرُ المدينة: وهي متناهيةٌ فِي الكِبَرِ، منقسمةٌ بِقسمَيْنِ بينهما نَهرٌ عظيمُ الْمَدِّ والْجَزَرِ... وكانت عليه فيما تَقدَّم قنطرةٌ مَبنِيةٍ فخربَتْ. وهو الآنَ يُعبَرُ في القوارب. واسمُ هذا النهرِ 'أَبْسُمِي' [3].... وأحدُ القسمَيْنِ من المدينةِ يُسمّى 'أصطنبول'.. وهو بالعُدوةِ الشرقيةِ مِن النهر. وفيه سكنَى السلطانِ وأربابِ دولتِه وسائر الناسِ... وفي أعلاهُ قلعةٌ صغيْرةٌ وقصر السلطان. والسُور يُحيطُ بهذا الجبَلِ، وهو مانعٌ لا سبيلَ لأحدٍ إليه مِن جِهةِ البحر. وفيه نَحوُ ثلاثَ عشرةَ قريةً عامرةً والكنيسةُ العُظمى هي في وسطِ هذا القِسمِ من المدينة.

وأما القسم الثانِي منها فيُسمى 'الغلطة'[4] وهو بالعُدوة الغربية من النهر.. وهذا القسمُ خاصٌ بنصارَى الإفرنج يسكُنُونه. وهم أصناف.... وعليهم وظيفةٌ في كل عامٍ لِملكِ القسطنطينية... وجَميعها أهل تِجارةٍ، ومرسَاهم من أعظمِ المراسي. رأيتُ به نَحو مائةِ جُفُنٍ... ذكرُ الكنيسةِ العُظمى: وإنّما نذكُرُ خارجَها، وأما داخُلها فلم أُشاهِدْه. وهي تُسمّى عندهم 'أياصوفيا'[4]....

(۱) قسطنطنیہ اس کے ۱۲۰ سال بعد فتح ہوا۔ (۲) جارج۔ (۳) آبنائے باسفورس۔ (۴) آیا صوفیہ، مشہور گرجا اور مسجد۔

تَرهَبُ	وہ راہب بن گیا	مُسَرَّجٍ مُلَجَّمٍ	زین اور لگام کسا ہوا	قنطرةُ	پل
الكنائِس	گرجے، کنیسہ کی جمع	مُظِلَّةٌ	چھتری	يُعبَرُ	اسے عبور کیا جاتا ہے
خَلَعَ	اس نے خلعت پہنائی	الْمَدِّ والْجَزَرِ	سمندری مد و جزر	السُور	فصیل، دیوار

ولَما ظهر لِمن كان في صُحبةِ الخاتونِ مِن الأتراكِ، أنّها على دينِ أبيها وراغبةٌ في الْمقامِ مَعَه، طَلَبُوا مِنها الإذنَ في العودةِ إلى بلادهم، فأذِنتْ لَهم، وأعطتْهُم عطاءً جزيلًا... ثُم وصلتُ إلى مدينةِ 'الحاج ترخان' حيثُ فارقنَا السلطان أوزبك... فسافرْنَا على نَهر 'أتل'[1] وما يَلِيهِ مِن الْمياه ثلاثا وهي جامدةٌ. وكنا إذا احتَجنَا الْماءَ قطعنَا قطعًا مِن الجليدِ وجعلناه في القُدرةِ حتّى يصيْرَ ماءً، فنشرَبُ منه ونطبَخُ به...

وصلنا إلى 'خوارزمَ'[2]، وهي أكبَرُ مُدنِ الأتراكَ وأعظمُها وأجْملُها وأضخمُها. لها الأسواقُ المليحةُ والشوارعُ الفسيحةُ والعمارةُ الكثيْرةُ والْمحاسنُ الأثيْرةُ. وهي ترتَجُّ بسُكّانِها لكثرتِهم، وتُموّجِ بِهم موج البحر. .. وبِخارجِ خوارزم نَهر جيحون[3]... وهو يُجمِّدُ في أوانِ البَردِ كما يُجمّد نَهر أتل. ويسلُكُ الناسُ عليه، وتبقى مدةُ جَمودِه خَمسةَ أشهُر. وربّما سَلكُوا عليه عند أخذِه في الذَوبانِ فهلكوا. ويسافر فيه أيّام الصيفِ بالمراكبِ إلى 'تِرمذ'[2]، ويَجلبون منها القمحَ والشعيْرَ، وهي مسيْرةُ عشرٍ لِلمُنحَدِرِ....

ثُم سِرنا في بساتِيْنَ متصلةٍ وأنْهارٍ وأشجارٍ وعمارةٍ يومًا كاملا، ووصلنا إلى مدينة 'بُخارَى'[2] التِي يَنسُبُ إليها إمام الْمحدثين أبو عبد الله محمد بن إسْماعيل البخاريُّ... سافرتُ إلى مدينة 'سَمرقند'[2]. وهي من أكبَرِ الْمُدنِ وأحسنُها وأتَمّها جَمالا.... وأهلُ سَمرقند لَهم مكارمٌ وأخلاقٌ ومَحبةٌ في الغريبِ. وهم خيْرٌ مِن أهلِ بُخارَى. وبِخارجِ سَمرقند قبَرُ قثمِ بن العباس بن عبد المطلب، رضي الله عن العباس وعن ابنه...

ووجدنا بِهذا الجبلِ عيْنَ ماءٍ حارةٍ، فغسلنا منها وجوهَنا فتَقَشَّرَتْ وتألَّمنَا لذلك. ثُم نزلنَا بِموضعٍ يُعرف ب 'بنج هيْر'[4]، ومعنى 'بنج' خَمسةٌ و 'هيْر' هو الجبل. فمعناه خَمسة جبالٍ. وكانتْ هنالك مدينةٌ حسنةٌ كثيْرةُ العمارة على نَهرٍ عظيمٍ أزرق، كأنه بَحرٌ يَنْزِلُ من جبالِ 'بدخشان'[5]...

(۱) دریائے وولگا شمالی روس سے بہتا آتا ہے اور بحیرہ کیسپین میں گرتا ہے۔ (۲) یہ تمام شہر موجودہ ازبکستان میں ہیں۔ (۳) دریائے آمو یا جیحون موجودہ افغانستان اور تاجکستان و ازبکستان کے درمیان سرحد ہے۔ (۴) پنج شیر۔ (۵) افغانستان کا علاقہ۔

يُجمِّدُ	وہ جم جاتا ہے	الذَوبانِ	برف پگھلنا	الْمُنحَدِرِ	ڈھلوان

وصلنَا إلى وادي السِند المعروف ب 'بنج آب'[1]، ومعنَى ذلك الْمِياه الخمسة. وهذا الوادي مِن أعظمِ أودِيَةِ الدنيا، وهو يُفيضُ في أوّان الْحَر، فيزرَعُ أهل تلك البلاد على فيضِه، كما يفعل أهلُ الديارِ الْمصريةِ في فيضِ النيل...

والبَريدُ[2] ببلادِ الهندِ صنفان: فأما بريدُ الخيلِ... وهو خيلٌ تكون للسلطانِ، في كل مسافةِ أربعةِ أميالٍ. وأمّا بريدُ الرجالةِ، فيكون في مسافةِ الْميلِ الواحد منه ثلاثُ رُتَبٍ... وترتيبُ ذلك أن يكونَ في كلّ ثُلُثِ ميلٍ قريةٌ معمورةٌ، ويكون بِخارجِها ثلاثُ قُبابٍ يَقعَدُ فيها الرجال، مستعدينَ لِلحركة، قد شَدّوا أوساطَهم. وعند كل واحدٍ مِنهم مِقرعَةٌ مقدارَ ذراعَيْن. بأعلاها جلاجلُ نُحاسٍ. فإذا خرج البَريدُ من المدينةِ، أخذ الكتابَ بأعلَى يدِه والمقرعةَ ذات الجلاجل باليدِ الأخرى يَشتدّ بِمُنتهى جهدِه. فإذا سَمِعَ الرجالُ الذين بالقبابِ صوتَ الجلاجلِ تأهَّبُوا. فإذا وصلَهم، أخذ أحدُهم الكتابَ مِن يدِه ومرّ بأقصى جُهدِه، وهو يُحرّك المقرعة حتّى يصل إلى الداوةِ الأُخرى. ولا يزالون كذلك حتّى يصل الكتابَ إلى حيث يراد منه....

وربّما حَمَلُوا على هذا البَريدِ الفواكهَ المستطرفةَ بالهندِ مِن فواكهِ خراسانَ[3]. يَجعلونَها في الأطباقِ، ويشتدّون بها حتّى تصلَ إلى السلطان. وكذلك يَحملُونَ الكبار مِن ذوي الرُتَبِ. يَجعلون الرجلَ على سريرٍ، ويرفعونَه فوقَ رُؤُوسِهم ويسيْرُونَ به شدّا. وكذلك يَحمِلونَ الْماءَ لشُربِ السلطان. إذا كان بدولةِ أباد[4]، يَحملونَه من نَهر الكنكِ الذي تَحُجُّ الهنودُ إليه....

وسافرت مع علاء الملك.... فرأيتُ هنالك ما لا يَحصُره العدُّ مِن الحجارةِ على مثلِ صُوَرِ الآدمِيِّينَ والبهائِمَ.[5] وقد تغيَّرَ كثيْرٌ منها ودَثَرَتْ أشكالَه، فيبقى منه صورةُ رأسٍ أو رجُلٍ أو سواهُما. ومن الحجارةِ أيضا على صورةِ الحبوبِ من البِرّ والحِمَّصِ والفول والعدسِ...

(۱) اس زمانے میں موجودہ پاکستان کو سندھ کہا جاتا تھا۔ (۲) یہ قدیم دور میں ڈاک کا نظام تھا جس میں ایک چوکی سے دوسری چوکی تک ڈاک پہنچائی جاتی تھی۔ (۳) اب یہ پاکستان، ایران اور افغانستان کے مابین منقسم ہے۔ (۴) دولت آباد، مہاراشٹر، بھارت۔ تغلق خاندان کا دار الحکومت۔ (۵) بدھ دور کے یہ مجسمے اب بھی پاکستان کے شمالی علاقہ جات اور ٹیکسلا میں موجود ہیں۔

الْميلِ	ميل	مقرعةٌ	کوڑا، چھڑی	الأطباقِ	بڑے تھال، طباق
قُبابٌ	گنبد	جلاجلُ	گھنٹیاں	الحِمَّصِ	چنے
مُستعِدِّينَ	تیار، مستعد	المستطرفةَ	شروع ہونے والی	الفول	مٹر، پھلیاں

فوصلت إلى مدينة 'أوجه'[1]... ثم سافرتُ من 'أوجه' إلى مدينة 'مُلتان'[2]... وهي قاعدةُ بلادِ السِند، ومسكنُ أميرِ أُمَرائِه. وفي الطريقِ إليها على مسافةِ عشرةِ أميال الوادي المعروف بِ 'خسرو أباد'، وهو من الأودِيَةِ الكبار، لا يُجاز إلا بالمراكِب... وأهلُ الهندِ يزرَعون مرّتيْن في السنةِ. فإذا نزل المطرُ عندهم في أوَانِ القَيظِ، زرعُوا الزرعَ الخريفِي، وحصدُوه بعد ستّيْن يومًا مِن زراعتِه...

رأيت الناس يهرَعُون من عسكرِنا، ومعهم بعض أصحابنا. فسألتُه ما الْخَبَر؟ فأخبَروني أنّ .. من الهنودِ مَاتَ، وأَجَّجَتِ النارُ لِحَرقِهِ، وامرأتُه تُحَرِّقُ نفسَها معه.[3] ولَما احتَرَقَا جاءَ أصحابِي وأخبَرُوا أنّها عانَقَتِ الْمَيِّتَ حتّى احترقتْ معه. وبعد ذلك كنتُ في تلكَ البلاد أرَى المرأةَ مِن .. الهنودِ مُتزَيِّنَةٌ راكبةٌ، والناس يتّبعونَها من مسلمٍ وكافر، والأطبالُ والأبواقُ بين يديها، ومعها البَراهَمةُ، وهم كُبَراءُ الهنود. وإذا كان ذلك ببلادِ السلطانِ، استأذَنُوا السلطانَ فِي إحراقِها فيُؤذَنُ لَهم فيُحرِّقُونَها....

وصلنا إلى حاضرة 'دهلي' قاعدة بلادِ الْهند. وهي المدينة العظيمةُ الشأنِ الضخمةُ الجامعةُ بين الحُسنِ والحِصانةِ، وعليها السُورُ الذي لا يُعلَمُ له في بلادِ الدُنيا نظيْرٌ. وهي أعظَمُ مدنِ الهندِ، بل مدنِ الإسلامِ كلّها بالْمشرق... وجامِعُ دهلي كبِيْرُ الساحةِ، حيطانُه وسقفُه وفرشُه كلّ ذلك مِن الحجارةِ البيضِ الْمَنحوتَةِ، أبدَعَ نَحتٍ، مُلصَقةٌ بِالرصَاصِ أتقَنِ إلصاقِه، لا خشبَةَ به أصلا. وفيه ثلاثَ عشرةَ قبةً مِن حجارةٍ، ومنبَرُه أيضا من الحجرِ، وله أربعةٌ مِن الصُحُون.

(۱) اب یہ ڈیرہ غازی خان کے قریب چھوٹا سا شہر ہے جو 'اچ شریف' کہلاتا ہے۔ ابن بطوطہ نے غالباً موجودہ اٹک سے دریائے سندھ میں سفر کا آغاز کیا اور اچ آکر اترے۔ (۲) اس دور میں ملتان پورے جنوبی پاکستان کا دارالحکومت تھا۔ (۳) اسے ستی کی رسم کہتے ہیں۔ اگرچہ شہروں میں یہ رسم ختم ہو چکی ہے مگر انڈیا کے دور دراز علاقوں میں ابھی جاری ہے۔

الخريفِي	خزاں سے متعلق	عانَقَتِ	اس نے معانقہ کیا	مُلصَقةٌ	پلستر کیا گیا
يهرَعُون	وہ جلدی کرتے ہیں	الأبواقُ	سینگ	الرصَاصِ	سیسہ
أجَّجَتِ	اسے سلگایا گیا	البَراهَمةُ	برہمن	الصُحُون	صحن کی جمع

وبِخارجِ دهلي الحوضُ العظيمُ[1] المنسوبُ إلى السلطان شَمسُ الدين التَمش، ومنه يشربُ أهلُ المدينة، وهو بالقربِ مِن مُصلاها. وماؤُها يَجتَمِعُ من ماءِ المطَر. وطُولُه نَحوُ ميلَيْنِ وعَرضُه على النصفِ مِن طوله.... فإذا قلّ الْماءُ دخل إليها الناسُ، وداخلُها مسجدٌ. وفي أكثرِ الأوقات يُقيم بِها الفقراءُ المنقطِعُون إلى الله المتوكِّلُون عليه، وإذا جَفَّ الْماءُ في جوانبِ هذا الحوض زَرَعَ فيها قصَبُ السُكرِ والخيارِ والقثاءِ والبطيخِ الأخضرِ والأصفرِ وهو شديدُ الحلاوةِ صغيْرُ الْجَرَمِ...

ولَما استولَى القحطُ على بلادِ الهند والسند، واشتدَّ الغلاءُ حتّى بلغ مِن القُمحِ إلى ستةِ دنانيْرَ، أمَرَ السلطانُ أن يُعطَى لجميعِ أهلِ دهلي نفقةُ[1] سِتّة أشهُرٍ مِن الْمخزنِ، بِحساب رَطَلٍ ونِصفٍ مِن أرطالِ الْمغربِ، لكلّ إنسانٍ في اليوم، صغيْرًا وكبيْرًا حُرًّا وعبدًا. وخرج الفقهاءُ والقضاةُ يكتبون الأزمةَ بِأهل الحاراتِ، ويَحضَرون الناسَ، ويُعطى لكل واحدٍ عولةَ ستةِ أشهر يَقتَاتُ بِها.

وكان شاه أفغان خالفَ على السلطانِ بأرضِ ملتانَ مِن بلاد السند، وقتل الأميْرَ بِها. وكان يُسمى به زادٌ، وادعَى السلطنةَ لِنفسِه. وتَجهَّزَ السلطانُ لقتالِه، فعلِمَ أنه لا يُقاوِمُه. فهَرَبَ ولَحِقَ بقومِه الأفغان، وهم ساكنونَ بِجبالٍ مَنيعةٍ لا يَقدِرُ عليها، فاغتَاظَ السلطان مِما فعلَه، وكتب إلى عمّاله أن يقبَضُوا على مَن وَجدُوه من الأفغانِ ببلاده..

وبِمدينة 'دولة آباد' سُوقُ للمُغنِيْنَ والْمُغنِياتِ[2] تُسمّى سُوق 'طرب آباد'. مِن أجْملِ الأسواق وأكبَرها، فيه الدكاكيْنُ الكثيْرةُ. كلّ دكّانٍ له بابٌ يُفضِي إلى دارِ صاحبِه. ولِلدارِ بابٌ سَوَى ذلك. والْحانُوتُ مزيّنٌ بالفرش، وفي وسطِه شكلُ مَهدٍ كبيْرٍ، تَجلِسُ فيه المغنيةُ أو تَرقَدُ، وهي متزيّنةٌ بأنواع الحُلِيِّ، وجواريهَا يَحرِكنَ مَهدَها. وفي وسطِ السوقِ قبّةٌ عظيمةٌ مفروشةٌ مزخرفةٌ، يَجلسُ فيها أميْرُ المطربيْنَ بعد صلاةِ العصر من كل يوم خَميس، وبيْنَ يدَيه خدّامُه ومَماليكُه. وتأتِي المغنياتُ طائفةً بعد أخرى، فيغنيْنَ بين يديه ويَرقَصنَ إلى وقتِ المغرب، ثُم يَنصَرِفُ. وفي تِلك السوقِ المساجدُ للصلاةِ.

(١) اس سے بادشاہ کے رفاہی کاموں کا اندازہ ہوتا ہے۔ (٢) یہ بادشاہ کی عیش پرستی کی تفصیل ہے۔کچھ عرصہ تغلق کے پاس کام کرنے کے بعد ابن بطوطہ نے چین کا رخ کیا۔

الغلاءُ	قیمتوں کا بڑھنا	الأزمةَ	بجران	الْحانُوتُ	شراب خانے

وبَحرُ الصين لا يُسافِرُ فيه إلا بِمراكب الصين. ولنذكر ترتيبَها. ومراكب الصين ثلاثة أصنافٍ: الكبّار منها تُسمّى 'الجنوك'، واحدُها جُنكٌ، والمتوسطة اسْمها 'الزَو'والصغار اسم أحدِها 'الكَكَم'... ولَما حَانَ وقتُ السفر إلى الصين، جهّزَ لنا السلطانُ السامِريّ[1] جُنكًا من الجنوك الثلاثة عشر التِي بِمرسى 'قالقوط'... وتفرّق أصحابِي إلى الصين والجاوةَ[2] وبنجالةَ[3]...

فبعدَ عشرة أيّام مِن ركوبِنا البحرِ بقالقوطَ، وصلنا جزائرَ 'ذيبةُ الْمهلِ'... وهذه الجزائرُ إحدَى عجائبِ الدنيا، وهي نَحوُ ألفَي جزيرةٍ، ويكون منها مائةٌ فما دونَها مجتمعاتٌ مستديرةٌ كالحلقةِ، لَها مدخلٌ كالبابِ، لا تدخُلُ المراكبُ إلا منه. وإذا وصل المركب إلى إحداها، فلا بدّ له من دليلٍ مِن أهلها يسيْرُ به إلى سائرِ الجزائر... وأهل هذه الجزائرِ أهل صلاحٍ وديانةٍ وإيْمانٍ صحيحٍ ونيّةٍ صادقة، أكلُهم حلالٌ، دعاؤهم مُجابٌ. وإذا رأى الإنسان أحدهم قال له: 'الله ربّي ومحمد نبيي وأنا أمّي مسكين.' وأبدانُهم ضعيفة، ولا عهدَ لَهم بالقتالِ والْمحاربةِ وسلاحُهم الدعاء...

ومِن عوائدِهم إذا قَدِمَ عليهم مركب، أن تخرجَ إليه الكنادِرَ، وهي القوارب الصغارُ، واحدُها 'كُندُرة'... وفيها أهل الجزيرةِ معهم التنبول أو الكرنبة، وهو جوزُ النارجيلِ الأخضر، فيُعطي الإنسانُ مِنهم ذلك لِمن شاء مِن أهل المركب، ويكونُ نزيلُه، ويَحمِلُ أمتِعَته إلى دارِه، كأنّه بعضُ أقربَائِه. ومَن أراد التزوّجَ مِن القادمين عليهم تزوَّجَ. فإذا حَانَ سفرَه، طَلَّقَ المرأةَ لأنّهن لا يَخرجنَ عَن بلادِهن. ومن لَم يتزوجْ، فالمرأةُ التِي يَنْزل بدارِها، تطبَخُ له وتَخدمُه وتُزوِّدُه إذا سافر، وتَرضَى منه في مقابلةِ ذلك بأيسَرِ شيءٍ مِن الإحسان....

ذكر جبل 'سرنديب'[4]: وهو مِن أعلى جبال الدنيا. رأينَاه من البحر... وفيه كثيرٌ مِن الأشجار التي لا يسقطُ لَها ورقٌ، والأزاهِيْرُ الْملوّنة، والوردُ الأحْمر على قدرِ الكفّ. ويزعَمُون أنّ في ذلك الوردِ كتابةٌ يُقرَأُ منها اسم الله تعالى واسم رسوله عليه الصلاة والسلام.... وأثرُ القدمِ الكريْمةِ قدمُ أبِينا آدم صلى الله عليه وسلم في صخرةٍ سوداءَ، مرتفعةٌ بِموضعٍ فسيح. وقد غاصتِ القدم الكريمةُ في الصخرةِ، حتّى عاد موضعها منخفضًا. وطولُها أحد عشر شبْرًا...

مستديرةٌ	دائرے میں	جوزُ	نٹس، گری	النارجيلِ	ناریل

وأول مدينة دخلناها من بلادِ 'بنجالة' مدينة 'سدكاوان'.... وصلنا إلى جزيرة 'الجاوة'... رأيناها على مسيْرةِ نصفِ يومٍ. وهي خضِرةٌ نضِرةٌ.... والعادةُ عندهم أنّه إذا ركِبَ السلطانُ الفيلَ، ركبَ مَن معه الخيلَ....

وأهل الصينِ كفارٌ يعبُدون الأصنامَ، ويُحرّقون موتَاهم كما تفعلُ الْهنُودُ. وملِكُ الصين 'تَترِي مِن ذرية 'تنكيز خان'[1]. وفي كل مدينةٍ مِن مُدُنِ الصين مدينةٌ للمسلميْنَ. يَنفَرِدُونَ بِسُكنَاهم. ولهم فيها المساجدُ لإقامةِ الجُمُعاتِ وسواها. وهم معظَّمون مُحترَمون. وكفارُ الصين يأكلون لُحُومَ الخنازيرِ والكلابِ، ويبيعونَها في أسواقِهم.... ويُباع الثوبُ الواحدُ مِن القُطنِ عندهم بالأثوابِ الكثيْرةِ مِن الحريرِ....

وأهل الصين لا يتبايَعُونَ بدينارٍ ولا درهمٍ. وجَميعُ ما يتحصّلُ ببلادِهم من ذلك يسبِكُونَه قطعًا، كما ذكرناه، وإنّما بيعُهم وشراؤهم. بقطعِ كاغذٍ[2]، كل قطعةٍ منها بقدرِ الكفّ، مطبوعةٌ بطابعِ السلطانِ... وصلنا مدينةَ صينَ 'كلان'... فوصلنا بعد سفر عشرة أيام إلى مدينة 'قنجنفو'[3]... وسِرنا منحدرِينَ في النهرِ إلى 'الخنساء'، ثم إلى 'قنجنفو'، ثم إلى 'الزيتون'[4]. فلما وصلتها وجدتُ الجنوكَ على السفر إلى الهندِ... [5]

وههنا انتَهتِ الرحلةُ الْمُسمّاة 'تُحفة النظار في غرائب الأمصار وعجائب الأسفار'. وكان الفراغُ مِن تقييدها في ثالث ذي الحجة عام ستة وخَمسين وسبعمائة.

(۱) چنگیز خان۔ (۲) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اہل چین نے سب سے پہلے کاغذی کرنسی ایجاد کی۔ (۳) کنگ فو۔ (۴) ایسا لگتاہے کہ اس دور کے عربوں نے مختلف شہروں کے نام اپنی مرضی سے رکھ لیے تھے کیونکہ ان کے لئے چینی زبان کے الفاظ بولنا مشکل ہوتا ہو گا۔ (۵) وطن واپسی کے بعد ابن بطوطہ نے دو چھوٹے سفر کیے۔ ان میں ایک مغربی افریقہ کی سلطنت مالی کا سفر تھا اور دوسرا اسپین کا۔

چیلنج! ایسا شخص جو کلام کرنے والے کے قریب ہو، کو پکارنے کے لئے کون سے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں؟ اگر ان الفاظ کو دور کے کسی شخص کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا کیا مطلب ہوتا ہے؟

القُطنِ	کاٹن، کپاس	الحريرِ	ریشم	كاغذٍ	کاغذ

اس سبق میں ہم قدیم مسلم مفکرین کی کچھ شاندار فلسفیانہ تحریروں کا مطالعہ کریں گے۔ ان اقتباسات کو اکٹھا کرنے کے لئے ہم نے محمد العربي الخطابي کے موسوعة التراث الفكري العربي الإسلامي سے مدد لی ہے۔

تعمیر شخصیت
تخلیقی ذہن اللہ تعالیٰ کا ایک مقدس تحفہ ہے اور سوچنے والا ذہن ایک وفادار خادم ہے۔

ماهِيةُ الإنسان وكيفيةُ تركيبِه (الراغب الأصفهانِي، الذريعة إلى مكارم الشريعة)

الإنسانُ مركّب من جسمٍ، مُدرِكٌ بالبصر، ونفسٌ مدركةٌ بالبصيْرةِ، وإليهما أشار تعالى بقوله: 'إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ. فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ.' (الحجر 29) فالإشارةُ بالروحِ إلى النفس ، وإضافتُه ـ تعالى ـ الروحَ إليه تشريفًا لَها، وعُنِي بِها النفس المذكورة في قوله تعالى : 'أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ.' (الانعام 93).

ووجود النفس في الإنسانِ لا يَحتاجُ إلى أن يُدلَّ عليه لوضوحِ أمرِه ، بل يَتَنبَّه الجاحدُ لها والغافلُ عنها بأنّها هي التِي بِحصولِها في الجسمِ تَحصلُ الحياةُ والحركة والحسّ والعلمُ والرأي والتمييزُ، ويكون الجسمُ متصرفًا بِها وحاملًا ومستحسنًا ومستطابًا ومُحِبًّا، وبفقدِها عدم هذه الأشياء فيصيْرُ جِيفةً يَحتاج إلى عدة تَحمُّلِه، وهي مَحل الأعراضِ الروحانيةِ كالجسم في كونِه محلا للأعراض الجسمانية.

وقد حثَّ اللّهُ تعالى على التدبّر في النفسِ والتفكّر فيها، وجَعَلَ معرفتَها مقرونةً بِمعرفتِه تعالى في قوله: 'وَفِي الْأَرْضِ آيَاتٌ لِلْمُوقِنِينَ. وَفِي أَنْفُسِكُمْ أَفَلَا تُبْصِرُونَ؟' (الذرايات 20، 21) وقال تعالى: 'سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ.' (فصلت 53) وقال صلى الله عليه وسلم: 'أعرَفُكم بربِّهِ أعرفكم بنفسِه.'...

وقالت الحكماءُ : قد ركّب اللّه الإنسان تركيبًا محسوسًا معقولًا ، على هيئةِ العالَمِ وأوجده شَبَهَ كل ما هو موجودٌ في العالَم حتّى قيل: 'الإنسانُ هو عالَمٌ صغيْر ومُختصرٌ للعالَمِ الكبيْر.' وذلك ليدلّ به على معرفة العالَم ، فيتوصّل بِهما إلى معرفة صانِعِهما. فغايةُ معرفةِ الإنسان لبارئِه تعالى أن يعرفَ العالَم، فيعلم أنّه مَوجُودٌ ، وأن له مُوجِدًا ليس مثله تعالى اللّه عن ذلك علوًّا كبيْرًا.

البصيْرةِ	عقل ودانش، بصیرت	مستطابًا	صحت مند	جِيفةً	مردہ

فضيلةُ الإنسان على سائرِ الحيوانات (أصفهانِي، الذريعة)

للإنسانِ فضلٌ على الحيوانات كلّها في نفسِه وجسمِه :

أما فضله في نفسِه فبِالْقُوَّةِ الْمُفكِّرة التي بِها العقلُ والعلم والحكمة والتمييز والرأي. فإنّ البهائمَ وإن كانتْ كلُّها تُحِسّ وبعضها يتَخيّل فليس لها فكرٌ ولا رَوِيَةٌ ولا استنباطُ الْمجهولِ بالْمعلومِ، ولا تعرفُ عِللَ الأشياءِ وأسبابِها. وليس في قوّتِها تعلُّم الصناعاتِ الفكريَّةِ. وإنّما يتعلّم بعضُها بعضَ الصناعاتِ الْمُتخيِّلَةِ وأقواها في ذلك الفيلُ والقِرَد.

وأما فضلُه في جسمه فباليَدِ العامِلة، واللسانِ الناطقِ، وانتصابِ القامةِ الدالة على استيلائِه على كل ما أُوجِد في هذا العالم. وقد نبّه الله تعالى على ذلك بقوله : 'لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ.' (التين 4) وبقوله : 'وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُوَرَكُمْ.' (غافر 64)

ولَم يَعنِ الصورةَ التخطيطِيةَ فقط، بل عناها والصورةَ الْمعقولة. ولتشريفِه تعالى إيّاه بذلك قال: 'وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ وَحَمَلْنَاهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنَاهُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَفَضَّلْنَاهُمْ عَلَى كَثِيرٍ مِمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيلًا.' (الإسراء 70)

ومن زعَمَ أنّ الإنسان خُلِقَ خلقةً ناقصةً عن الوحشيات من حيث إنّه لم يكف الْملبسُ كما كفيته، ولم يُعط سلاحًا في ذاتِه كما أُعطِيَ كثيْرٌ منها، فنَظرُه ناقصٌ. إذ قد أعطِي الإنسانُ بدلَ ذلك التميِيزَ الذي يُمكِنُه أن يتخذَ به كلّ مَلبسٍ وكل سلاحٍ حسبَ ما يريده ، فيتناوَلُه متَى أراد، ويضعَه متَى أحبَّ....

الإنسان وإن كان هو بكونِه إنسانًا أفضلَ موجودٍ، فذلك بشرطٍ أن يُراعِيَ ما به صارَ إنسانًا. وهُو العلمُ الحق والعملُ الْمُحكَم. فبقدرِ وجودِ ذلك المعنَى فيه يفضل... أما الإنسانُ مِن حيث ما يتَغَذَّى وينسِلُ فنباتٌ. ومن حيث ما يُحسّ ويتحرّك فحيوانٌ. ومن حيث الصورةِ التخطيطيةِ فكصورةٍ في جدار. وإنّما فضيلتُه بالنُطقِ وقواه ومُقتضاه.

القِرَد	بندر	استيلاء	غلبہ پانا	أن يُراعِيَ	وہ دیکھ بھال کرے
انتصابِ	نصب کرنا	التخطيطِية	ظاہری شکل سے متعلق	يتَغَذَّى وينسِلُ	وہ غذا لیتا اور نسل بڑھتا ہے

ولهذا قيل: ما الإنسانُ لولا اللسانُ إلا بَهيمةً مُهملة أو صورة مُمثَّلةً ، فالإنسان يُضارع الْمَلَكَ بِقُوةِ العلم والنطقِ والفهم، ويُضارع البهيمةَ بقوةِ الغذاءِ والنكاح.

فمَن صَرَفَ هِمَّتَهُ كلَّها إلى تربيَةِ الفكرِ بالعلمِ والعملِ، فخليقٌ أن يلحقَ بأفُقِ الْملَك فيُسمّى ملكًا وربّانيًّا كما قال تعالى: 'إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ.'

ومن صرف هِمته كلها إلى تربيةِ القوة الشهويةِ باتّباع اللذّاتِ البدَنيّة، يأكل كما تأكلُ الأنعامُ، فخليق أن يلحقَ بأفقِ البهائِم. فيصيْرُ إمّا غمرًا كَثورٍ أو شرهًا كخنْزيرٍ، أو ضَرِيًا ككلب، أو حقودًا كجملٍ، أو متكبّرًا كنمرٍ، أو ذا روغانٍ كثعلبٍ، أو يَجمعُ ذلك كله فيصيْرُ كشيطانٍ مريدٍ، وعلى ذلك قوله تعالى: 'وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوتَ.'

ولكون كثيْرٍ مِمّن صورته صورة إنسان وليس هو في الحقيقةِ إلا كبعضِ الحيوانِ. قال اللّٰه تعالى في الذين لا يعقِلُون عن اللّٰه : 'إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا.' وقال : 'إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ.' وقال تعالى: 'إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ.' فبيّن أنّ الذين كفروا ولَم يستعملوا القوةَ التِي جعلَها اللّٰه لَهم هُم شرّ الدواب. وقال تعالى: 'وَمَثَلُ الَّذِينَ كَفَرُوا كَمَثَلِ الَّذِي يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ إِلَّا دُعَاءً وَنِدَاءً صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ.'

الفِطرة الإنسانية (أبو علي مسكوية، الهوامل والشوامل)

للإنسان – بِما هو إنسان – أفعالٌ وهِمَمٌ وسجايا وشِيَمٌ قبل ورودِ الشرعِ. وله بدايةٌ في رأيِه وأوائلُ في عقلِه. لا يَحتاجُ فيها إلى الشرعِ، بَل إنّما تَأتِيه الشريعةَ بتأكيدِ ما عنده والتنبيهِ عليه فتثيْرُ ما هو كامِنٌ فيه وموجودٌ في فطرتِه. قد أخذه الله تعالى وسَطَرَه فيه مِن مبدأِ الخلق.

مُهملة	نظر انداز کیا گیا	ثور	بیل	نَمرٍ	چیتا
يُضارِع	وہ میچ کرتا ہے	شرهًا	بہت خواہش ہونا	ذا روغانٍ	دھوکہ دینے والا
خليقٌ	مناسب	ضَرِيًا	نقصان دہ	ثعلبٍ	لومڑی
غمرًا	سست، جو تیز نہ ہو	حقودًا	کینہ رکھتے ہوئے	مريدٍ	باغی

فكلّ من له غريزةٌ من العقلِ ونصيبٌ مِن الإنسانية، ففيه حركةٌ إلى الفضائلِ وشوقٌ إلى الْمحاسنِ. لا لشيءٍ آخرَ أكثر مِن الفضائل والْمحاسنِ التي يقتضِيها العقلُ وتُوجِبُها الإنسانيةُ. وإن اقتَرَنَ بذلك في بعضِ الأوقاتِ مَحبَّةُ الشكرِ وطلبُ السُمعةِ والتماسُ أمورٍ أخر.

ولولا أن مَحبة الشكرِ وما يتبعُه أيضًا جَميلٌ وفضيلةٌ لِما رُغِّبَ فيه ولولا أنّ الخالقَ تعالى واحدٌ لَما تَساوَت هذه الحال بالناس ولا استجاب أحدٌ لِمن دَعَا إليها وحضّ عليها إذا لم يَجدْ في نفسِه شاهِدًا لَها ومُصَدِّقًا بِها. ولَعمري إذا هذا أوضَحُ دليلٍ على توحيدِ الله تعالى ذِكرُه وتقدّس اسْمه.

التعاونُ والْمدَنيّة (مسكوية، الهوامل والشوامل)

قد تبيّن أنّ الإنسان لا تتِمّ له الحياةُ بالتفرُّدِ لحاجتِه إلى الْمعاوناتِ الكبيْرةِ مِمن يَعِدّ له الأغذيةَ الموافقة والأدويةَ والكسوةَ والْمنْزلَ والكِنَّ وغيْر ذلك من سائرِ الأسباب التِي بعضُها ضروريةٌ في المعيشةِ وبعضها نافعةٌ في تَحسيْنِ العيشِ وتفضيلِه حتّى يكون لذيذًا أو جَميلًا أو فاضلًا .

وليس يَجرى الإنسانُ مَجرى سائرِ الحيوانات التِي أُزِيْحتْ علتُها في ضروراتِ عيشِها وفيما تَقُومُ به حياتُها بالطبعِ. فالاهتداءُ إلى الغذاءِ والرياش وغيرِهما مِن حاجاتِ بدنه. ولذلك أمدّ بالعقل وأعين به ليستخدمَ به كلّ شيءٍ ويتوصّل بِمكانِه إلى كلّ أربٍ.

ولَما كان التعاونُ واجبًا بالضرورةِ والاجتماع الكثيْرِ طبيعيًا في بقاءِ الواحدِ، وَجَبَ لذلك أن يتمدَّنَ الناس أي يَجتمِعُوا ويتوزّعُوا الأعمالَ والْمِهنَ لِيتمّ من الجميعِ هذا الشيءِ المطلوب، أعنِي البقاءَ والحياة على أفضلِ ما يُمكن.

مطالعہ کیجیے! تعمیر شخصیت کا قرآنی طریقہ کار کیا ہے؟
http://www.mubashirnazir.org/PD/Urdu/PU03-0005-Quranic.htm

غريزةٌ	جبلت، فطرت	أُزِيْحتْ	اسے ہٹایا گیا	يتمدَّنَ	وہ مہذب ہوتا ہے
تَساوَت	وہ برابر ہے	أمدّ	اس نے مدد کی	يتوزّعُوا	وہ تقسیم کرتے ہیں
الكِنَّ	سایہ، چھتری	أربٍ	مقصد، خواہش	الْمِهنَ	پیشے

احتياجُ الناسِ بعضُهم إلى بعض (أصفهانِي، الذريعة)

اعلم أنه لَما صعُب على كلّ أحدٍ أن يَحصُلَ لنفسِه أدنَى ما يَحتاجُ إليه إلّا بِمعاونةِ غيْره له. فإن لقمةَ الطعام لو عددنَا تَعَبَ تَحصيلِها من حيْنَ الزرعِ إلى حين الطَحنِ والْخُبزِ وصناعِ آلاتِها لصعُبَ حصرُه. احتاجَ الناس أن يَجتمِعُوا فرقةً فرقة، مُتظاهِرين متعاونيْنَ. ولِهذا قيل الإنسانُ مدنِيّ بالطبعِ. أي: أنه لا يُمكِن التفرّدُ عن الجماعةِ بعيشِه. بل يفتَقِرُ بعضُهم إلى بعضٍ في مصالِح الدينِ والدُنيا.

وعلى ذلك نبَّهَ صلى الله عليه وسلم بقولِه: 'الْمُؤمن للمؤمن كالبنيانِ يشُدّ بعضُه بعضًا.' وبقوله صلى الله عليه وسلم : 'مثلُ المؤمن في توادِّهم وتراحُمِهم مثل الجسدِ الواحد إذا اشتَكَى منه عضوٌ تداعى سائرُه بالسهرِ والحمى.'وقد قيل: الناسُ كجسدٍ واحد متَى عاوَنَ بعضُه بعضًا استقَلّ ، ومتَى خَذَلَ بعضُه بعضًا اختَلَّ...

لَما احتاج الناسُ بعضهم إلى بعض سخّر اللّٰه تعالى كل واحدٍ منهم لصناعةٍ ما يتعاطاها. وجَعَلَ بين طبائِعِها وصنائِعِهم مناسباتٍ خفيةً واتفاقاتٍ سَماوِية؛ لِيُؤثِرَ كلُّ واحدٍ منهم حرفةً من الحرفِ يَنشرِحُ صدرَه لَها. ويُفرح بِملابستِها وتُطيعه قواه لِمُزاولتِها. ولو كلّف صناعةٌ أخرى ربّما وجد متبلدًا فيها، ومُتبَرمًا بِها.

وقد سخرهم الله تعالى لذلك، لئلا يَختارُوا بأجْمَعِهم صناعةً واحدة، فتبطِلُ الأقواتُ والمعاوَنات. ولولا ذلك لَما اختاروا من الأسْماء إلا أحسنَها، ومن البلاد إلا أطيبَها، ومن الصناعات إلا أجْملها، ومن الأعمالِ إلا أرفعها، ولتفاخَرُوا على ذلك. ولكنَّ اللّٰه تعالى بِحكمته جعل كلًا منهم فيما هو فيه مُجبَرًا في صورةٍ مُختار. فالناسُ إمّا: راضٍ بصنعتِه لا يُريد عنها حولًا كالحائلِ الذي يرضٰى بصناعتِه ويُعِيب الحجامَ ، والحجامُ الذي يرضى بصناعتِه ، ويعيب الحائلَ، وبهذا انتظم أمرهم كما قال تعالى: 'فَتَقَطَّعُوٓا أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۭ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ.'

الطَحنِ	پیسنا	الحِرَفِ	پیشے، حرفۃ کی جمع	متبلدًا	عادی
يتعاطاها	وہ اس پر عمل کرتے ہیں	مُزاولة	پریکٹس، عمل	مُتبرمًا	بور

وإما كارهٌ لها، يُكابِدُها مع كراهيتِه إيّاها، كأنه لا يَجد عنها بديلًا، وعلى هذا دلّ قولُ النبِي صلى الله عليه وسلم: 'كلّ مُيَسَّرٌ لما خُلِق له.' بل صرّح تعالى بذلك في قوله: 'نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُم مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا.' وقوله تعالى : 'وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً أَتَصْبِرُونَ؟' وقوله تعالى : 'قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ.' ولِهذا قال صلى الله عليه وسلم : 'لن يزالَ الناس بِخيْرٍ ما تبايَنوا، فإذا تساوُوا هلكوا.'

فالتبايُن والتفرُّق والاختلاف في نَحو هذا الموضعِ سببُ الالتِئَامِ والاجتماع والاتّفاق، كاختلافِ صُوَرِ الكتابة وتبايُنِها وتعدّدها الذي لولاه لَما حصل لها نظامٌ. فسبحان اللّه ما أحسَنَ ما صنع وأحكم ما أسَّسَ، وأتقن ما دبَّرَ...

حصولُ الفقر وخوفِه المنتجانُ للحِرصِ. هُما الباعثان على الجدّ واحتمال الكدرِ في منفعةِ الناس إما باختيارٍ، وإما باضطرار. ولهذا قيل: رُبّ ساعٍ لقاعدٍ.' وهو أن الناسَ لو كُفِيَ كلّ واحد منهم أمره لأدّى إلى فساد العالَم. من حيثُ إنه لَم يكُن لأحدٍ أن يتولى لغيرِه مِهنة. وكان الواحدُ منهم يُعجز عن القيامِ بِمصالِح نفسه كلّها فيؤدي ذلك إلى فقرِ جَميعهم.

وقد قيل: قيامُ العالَم بالفقر أكثر من قيامِه بالغنِيّ. لأنّ الصناعاتِ القائمة بالغنِيّ ثلاث: الْمُلك، والتجارةُ، والكتابةُ. وسائرها قائم بالفقر. فلو لم يكنِ الفقرُ وخوفه لِما انتظَمَ معاشَ العالَم. فمَن كان يتولّى الحياكةَ والحجامة والدباغة والكِناسةَ، ومَن كان ينقُل الْميْرَ والملابسَ من الشرق إلى الغرب، ومن الجنوب إلى الشمال.

أنّ الاجتماعَ الإنسانِي ضروريٌّ (ابن خلدون، مقدمة)

ويُعبِّرُ الحكماء عن هذا بقولِهم: الإنسان مدنِيّ بالطبعِ. أي: لا بُدَّ له من الاجتماعِ الذي هو المدنية في اصطلاحِهم وهو معنَى العُمران. وبيانُه أنّ اللّٰه سبحانَه خلق الإنسانَ وركّبه على صورةٍ لا يصِحّ حياتُها وبقاؤها إلا بالغذاءِ.

الالتِئَامِ	سوشل ہونا	الحجامة	پچھنے لگا کر فاسد خون نکالنا	الكِناسةُ	کوڑا کرکٹ کی صفائی کرنا
الحياكة	کپڑا بننا	الدباغة	چمڑا رنگنا	الْمِيْرَ	سامان

وهداه إلى التماسِه بفطرتِه، وبِما ركّب فيه من القدرةِ على تَحصيله. إلا أنّ قدرةَ الواحد من البشرِ قاصرةٌ عن تَحصيلِ حاجتِه من ذلك الغذاء، غير مُوفِّيَةٍ له بِمادةِ حياتِه منه.

ولو فرضنَا منه أقل ما يُمكن فرضه وهو قُوتُ يومٍ من الحنطةِ مثلًا، فلا يَحصُلُ إلا بعلاجٍ كثيْرٍ مِن الطحنِ والعَجنِ والطبخِ. وكل واحدٍ من هذه الأعمال الثلاثة يَحتاجُ إلى مواعِيْنَ وآلات لا تتِمّ إلا بصناعاتٍ متعددةٍ مِن حدّادٍ ونَجّار وفاخُورِي. هَب أنه يأكُلُه حبًّا من غيْرِ علاج، فهو أيضًا يَحتاجُ في تَحصيله حبًا إلى أعمال أخرى أكثر من هذه، من الزراعةِ والحِصادِ والدراسِ الذي يَخرُج الحبَّ مِن غلاف السُنبل.

ويَحتاجُ كل واحدٍ من هذه إلى آلاتٍ متعددةٍ وصنائع كثيْرةٍ أكثر من الأولى بكثيْرٍ. ويستحِيلُ أن توفّيَ بذلك كله أو ببعضِه قدرة الواحد. فلابدّ من اجتماعِ القدر الكثيْرةِ من أبناءِ جنسِه ليحصلَ القوتَ له ولَهم. فيحصل بالتعاونِ قدر الكفايةِ من الحاجةِ لأكثر منهم بأضعافٍ. وكذلك يَحتاجُ كلُّ واحد منهم أيضاً في الدفاعِ عَن نفسِه إلى الاستعانةِ بأبناء جنسِه.

لأن الله سبحانه لَما ركّب الطباع في الحيوانات كلها، وقسّم القدرَ بينها، جعل حظوظ كثيْر من الحيوانات العجمِ مِن القدرة أكمَلُ مِن حظّ الإنسان: فقُدرة الفُرُسِ مثلًا أعظمُ بكثيْرٍ مِن قدرة الإنسان وكذا قدرةُ الحمارِ والثور، وقدرةُ الأسدِ والفيل أضعافٌ مِن قدرتِه.

ولما كان العدوانُ طبيعيًّا في الحيوانِ، جعل لكلّ واحد منها عُضوًا، يَختصّ بِمدافعتِه ما يصل إليه من عادية غيره. وجعل للإنسانِ عِوَضًا من ذلك كلّه الفكر واليَد. فاليدُ مَهيئةٌ للصنائعِ بِخدمةِ الفكر. والصنائعُ تَحصُلُ له الألات التِي تنُوبُ له عن الجوارِحِ الْمُعِدة في سائر الحيوانات للدفاع: مثلُ الرماحِ التِي تنُوبُ عن القرونِ الناطحةِ، والسيوفُ النائبة عن الْمخالِبِ الجارحةِ، والتراسِ النائبة عن البشرات الجاسِيةِ، إلى غير ذلك مما ذكر جالينوس في كتابٍ منافع الأعضاء..

مواعِيْنَ	برتن	القرونِ الناطحةِ	اٹھے ہوئے سینگ	النائبة	نمائندے
يستحِيلُ	وہ ناممکن ہے	المخالِبِ الجارحةِ	حملہ کرنے والے پنجے	التراسِ	ڈھال
حظوظ	حصے، حظ کی جمع	البشرات الجاسِيةِ	سخت کھالیں	تنُوبُ	یہ نمائندگی کرتا ہے

فالواحدُ من البشر لا تقاوِمُ قدرتُه قدرة واحد من الحيوانات العجم سيّما الْمفترسة، فهو عاجزٌ عن مدافعتِها وحده بالجُملة. ولا تفي قدرتُه أيضًا باستعمالِ الألات المعدَّة للمدافَعة لكثرتِها وكثرة الصنائعِ والمواعينَ الْمعدّة. فلا بدَّ في ذلك كله من التعاون عليه بأبناء جنسِه. وما لم يكن هذا التعاونُ فلا يَحصل قوتٌ ولا غذاء، ولا تتِمّ حياتُه لِما ركّبه الله تعالى عليه من الحاجة إلى الغذاءِ في حياته، ولا يحصُل له أيضًا دفاعٌ عن نفسِه لفُقدان السلاحِ فيكون فريسةٌ للحيوانات ويُعاجِلُه الهلاك عن مُدى حياتِه، ويُبطل نوعَ البشَر.

وإذا كان التعاونُ حصُل له القوت للغذاءِ والسلاح للمدافعة، وتَمّت حكمةُ الله في بَقائه وحِفظِ نوعِه. فإذَن هذا الاجتماعُ ضروريّ للنوعِ الإنسانِي، وإلا لَم يكملْ وجودُهم وما أراده الله من اعتمارِ العالَم بِهم واستخلافِه إيّاهم، وهذا هو معنَى العُمران الذي جعلناهُ موضوعًا لِهذا العلم.

حاجةُ الناس في اجتِماعهم إلى السلطان (ابن خلدون، مقدمة)

ثم إنّ هذا الاجتماعَ إذا حصَلَ للبشر كما قرّرناه وتَمّ عمرانَ العالَم بِهم، فلا بُدّ مِن وَازِعٍ يدفَعُ بعضَهم عن بعض، لما في طباعِهم الحيوانِيّةُ من العُدوان والظلم. وليستْ آلةُ السلاح التِي جعلتْ دافعةٌ لعدوان الحيواناتِ العجم عنهم كافيةٌ في دفعِ العُدُوّ عنهم، لأنّها موجودةٌ لِجميعِهم. فلا بدّ من شيءٍ آخرَ يدفع عدوانَ بعضِهم عن بعض ولا يكون من غيرِهم لقُصور جَميع الحيوانات عن مَدارِكِهم والْهاماتِهم. فيكون ذلك الوازِعُ واحدًا منهم يكون له عليهم الغلبةُ والسلطانُ واليدُ القاهرة، حتّى لا يصلَ أحدٌ إلى غيره بعدوان، وهذا هو معنَى الْمَلِك.

وقد تَبيّنَ لك بِهذا أنه خاصةٌ للإنسان طبيعية ولا بد لهم منها. وقد يُوجدُ في بعضِ الحيوانات العجم على ما ذَكَرَهُ الحكماءُ كما في النَحلِ والجَرادِ لِما استُقرِيءَ فيها من الحُكمِ والانقيادِ والاتباع لرئيسٍ من أشخاصِها مُتميِّزٌ عنهم في خَلقِه وجُثمانِه، إلا أن ذلك موجودٌ لغيْرِ الإنسان بِمُقتضىِ الفطرةِ والهدايةِ لا بِمقتضى الفكرة والسياسة: 'أعطى كلّ شيء خلقه ثُمّ هدى.'

الْمفترسة	نقصان دہ	اعتمارِ	آباد کرنا	وَازِع	کنٹرول، دفاع
فريسةٌ	جو شکار کیا جائے	العُمران	معاشرہ، آبادی	جُثمانِ	جسم

أصنافُ الناس (أصفهانِي، الذريعة)

الناسُ ضربانِ: خاصٌ وعام. فالخاصُ: من قد تَخصّص مِن العارف بالحقائقِ دُون التقليداتِ ومِن الأعمال بِما يَتبَلّغُ به إلى جنّةِ الْمَأوٰى، دُون ما يقتَصِرُ به على الحياة الدنيا. والعام: إذا اعتَبَرَ بذلك فالذين يَرضُون مِن العارفِ بالتقليدات، ومن أكثر الأعمال بِما يُؤدّي إلى منفعةٍ دُنيَوية.

وإذا اعتبَرنا بأمورِ الدنيا: فالخاصُ مَن يتخصّصُ مِن البلدِ بِما يَنخَرِمُ بافتقادِه إحدى السياساتِ الْمَدنيَّة، والعام من لا ينخرمُ بافتقادِه شيء منها.

وهم من وجهٍ آخرَ ثلاثةٌ: خاصّة وعامة، وأوسطهم الْمُسمَّون في كلامِ العرب بالسُوقَةِ. فالخاص: هو الذي يَسُوسُ ولا يُسَاس. والعام: الذي يُساس ولا يسوس. والوسط: الذي يُسوسُه من فوقَه، وهو يسوس من دونه.

ومن جهةٍ أخرى ثلاثةُ أضرُب: أصحابُ الشهَوات . وهمُّهم الجدّة واليسار والأكل والشرب والبِغال. وأصحاب الكرامة والرياسة . وهمهم الْمدح واجتلاب الْمُحمَّدَة والصيت. وأصحاب الحكمة.

وكل واحدٍ منهم يَستعظِمُ من هو مِن جنسه. ولهذا احتاج السلطانُ أن يتخصّصَ بكل ذلك ويَستَبِدّ به ليكون معظّمًا. عند كل ضربٍ من الناس، فيعظّمه أصحابَ الحكمةِ لِحكمتِه، وأصحاب الكرامة لكرامته، والرياسة لرئاسته، وأصحاب الشهوات لماله وكثرةِ قيناتِه.

ومن وجهٍ آخر ثلاثة أضرب: مَلَكِيٌّ ، وشيطانِيّ، وإنسيّ. فالملكي . الذي يستعمِلُ القوةَ العاقِلة بقدر جهدِه وهم المؤمنون حقًّا. والشيطانيُّ . هو الذي يستعمل القوة الشهويةَ من غيْرِ تلفُّتٍ إلى مقتضى العقلِ. والإنسيُّ: الذي خلط عملًا صالِحًا وآخرَ سَيِّئًا. وهم المذكورون في قوله تعالى: 'فَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِينَ. فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ وَجَنَّتُ نَعِيمٍ. وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ. فَسَلَامٌ لَكَ مِنْ أَصْحَابِ الْيَمِينِ. وَأَمَّا إِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِينَ الضَّالِّينَ. فَنُزُلٌ مِنْ حَمِيمٍ. وَتَصْلِيَةُ جَحِيمٍ.'

يَنخَرِمُ	اسے نقصان پہنچتا ہے	السُوقَةِ	عام لوگ	يَستَبِدّ به	وہ اکٹھا کرتا ہے
افتقادِ	کمی	يَسُوسُ	وہ حکومت کرتا ہے	قيناتِ	گانے والی اورر قاصہ لونڈیاں

ومن وجهٍ آخر: مُصطَفِيٌ ، ومُسترذِلٌ. والْمصطفي: الأبرارُ، وهم ثلاثةُ أضرُبَ: ظالِمٌ ومقتَصِدٌ وسابِقٌ. وهم المذكورون في قوله تعالى: 'ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ بِإِذْنِ اللَّهِ.'

وهم أيضًا أعنِي الأبرارَ ثلاثة أضرب: أنبياءُ . للمشاهدةِ والْهداية لقوله تعالى: 'لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ.' وحكماءُ . وهم الأولياء للمراقبةِ والرعاية لقوله تعالى : 'أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ. الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ. لَهُمُ الْبُشْرَى فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ.' وعوامٌ . للمجاهدة والكفاية وهم المذكورون في قوله تعالى : 'يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ.'

وهم أيضًا ضربانِ: عبدٌ بالطبعِ، وإن كان ملكًا. وملكٌ بالطبعِ، وإن كان عبدًا مُسترقًا. والملك مِن فضلٍ بالفضائلِ النفسية التِي بِها يصيْرُ الإنسان بِحيثُ يصحّ أن يوصفَ بأنه ربَّانِيّ وإلَهي وملكي. ويصلُح أن يكونَ خليفةَ الله في أرضه. والعبد من قال النبِي صلى الله عليه وسلم فيه: 'تعِسَ عبدُ الدرهم، تعس عبد الدينار، تعس وانتكس، وإذا شِيكَ فلا انتُقِشَ.'

وقال بعض الحكماء: ما من إنسانٍ إلا وفيه خُلُقٌ من أخلاقِ بعض الحيوانات وبعض النبات. ليكون الإنسانُ مشاركًا لَها في الجنسية. وإن كان مُباينًا لَهما في النوعيّة. فمن الناسِ غشومٌ كالأسدِ، وعابِثٌ كالذئبِ، وخبٌّ كالثعلبِ، وشرّه كالْخِنْزير، وخاضعٌ كالكلب، وجامعٌ كالنملِ، ووَقحٌ كالذُباب، وبليدٌ كالحمارِ، وأَلوفٌ كطيْر ألوفًا، وصنعٌ كالسرقةِ، وأنفٌ كالأسدِ والنمِرِ، وغيُورٌ كالدِيكِ، وهادلٌ كالحمامِ.

مُصطَفِيٌ	منتخب	عابِثٌ	سرکش، باغی	ألوفٌ	گھل مل جانے والا، سوشیبل
مُسترذِلٌ	ذلیل	خبٌّ	دھوکہ دینے والا	أنفٌ	مغرور
مُسترقًا	غلام بنایا گیا	الثعلبِ	لومڑی	غيُورٌ كالديكِ	مرغے کی طرح غیور
غشومٌ	وحشی	وقحٌ	بے عزت، بے شرم	هادلٌ كالحمامِ	کبوتر کی طرح بولنے والا

والْمؤمن الْخيْرُ هو فيِ الحيوانات كالنحلِ يأخذ أطيابَ الأشجارِ فلا يَقطِفُ ثَمرًا، ولا يكسِر شجرًا، ولا يُؤذي بشرًا. ثُم يُعطِي الناسَ ما يكثُر نفعُه ، ويَحلُو طعمُه، ويطيب رِيْحُه. وفي الأشجار هُو كالأترجِ يطيب حَملًا ونورًا وعُودًا وورقًا ورائحةً وطعمًا. والْمنافقُ والشريرُ هو في الحيوانات كالقَملِ والأرضةِ، وفي الأشجار كالكَشوتِ، مثل الكشوتِ فلا أصلَ ولا ورق ، ولا نسيمَ ولا ظلّ ولا زهرَ. يُفسد الثمارَ، وييبس الأشجارَ، وكالثمرةِ التِي قلّ ورقُها وكثُر شوكُها ، وصعُب مُرتقاها.

معنى التفاوتِ بيْن الناس (مسكوية، الهوامل والشوامل)

فأما قولُهم: لا يزال الناس بِخبَرٍ ما تفاوتُوا فإذا تساوُوا هلكوا فإنّهم لم يذهبوا فيه إلى التفاوتِ في العدلِ الذي يساوي بينهم في التعايُشِ وإنّما ذهبوا فيه إلى الأمورِ التِي يتِمّ بِها التمدّنُ والاجتماع. والتفاوت بالآحادِ ههنا هو النظام للكلّ. وقيل: إن الإنسان مدنِيّ بالطبع فإذا تساوى الناسُ في الاستغناءِ هلكت المدنيةُ وبطَلَ الاجتماع.

وقد تبيَّنَ أن اختلافَ الناسِ في الأعمال وانفرادِ كلُّ واحد منهم بعملٍ هو الذي يُحدِثُ نظامَ الكلّ ويتمّ المدنية. ومثال ذلك الكتابةُ التِي كليّتُها تَتِمّ باختلافِ الحروف في هيئاتِها وأشكالِها وأوضاعِ بعضها عند بعض. فإن هذا الاختلافَ هو الذي يُقوّم ذات الكتابةِ التِي هي كليّة ولو استَوت الحروفُ لبطلتِ الكتابة .

إصلاح حالِ الإنسان (الْماوردي، أدب الدنيا والدين)

وَأَمَّا مَا يَصْلُحُ بِهِ حَالُ الانْسَانِ فِيهَا فَثَلاَثَةُ أَشْيَاءَ، هِيَ قَوَاعِدُ أَمْرِهِ وَنِظَامُ حَالِهِ، وَهِيَ: نَفْسٌ مُطِيعَةٌ إِلَى رُشْدِهَا مُنْتَهِيَةٌ عَنْ غَيِّهَا، وَأُلْفَةٌ جَامِعَةٌ تَنْعَطِفُ الْقُلُوبُ عَلَيْهَا وَيَنْدَفِعُ الْمَكْرُوهُ بِهَا، وَمَادَّةٌ كَافِيَةٌ تَسْكُنُ نَفْسُ الانْسَانِ إِلَيْهَا وَيَسْتَقِيمُ أَوَدُهُ بِهَا.

الأترجِ	لیموں کی طرح کا پودا	الأرضةِ	دیمک	التعايُشِ	ایک ساتھ رہنا
القَملِ	جوں	مُرتقاها	اس پر چڑھنا	أوضاعِ	جگہ

فَأَمَّا الْقَاعِدَةُ الاولى الَّتِي هِيَ نَفْسٌ مُطِيعَةٌ: فَلِأَنَّهَا إذَا أَطَاعَتْهُ مَلَكَهَا، وَإِذَا عَصَتْهُ مَلَكَتْهُ وَلَمْ يَمْلِكْهَا. وَمَنْ لَمْ يَمْلِكْ نَفْسَهُ فَهُوَ بِأَنْ لاَ يَمْلِكَ غَيْرَهَا أَحْرَى، وَمَنْ عَصَتْهُ نَفْسُهُ كَانَ بِمَعْصِيَةِ غَيْرِهَا أَوْلَى.

وَأَمَّا الْقَاعِدَةُ الثَّانِيَةُ وَهِيَ الألْفَةُ الْجَامِعَةُ: فَلِأَنَّ الانْسَانَ مَقْصُودٌ بِالأَذِيَّةِ، مَحْسُودٌ بِالنِّعْمَةِ. فَإِذَا لَمْ يَكُنْ آلِفًا مَأْلُوفًا تَخَطَّفَتْهُ أَيْدِي حَاسِدِيهِ، وَتَحَكَّمَتْ فِيهِ أَهْوَاءُ أَعَادِيهِ، فَلَمْ تَسْلَمْ لَهُ نِعْمَةٌ، وَلَمْ تَصْفُ لَهُ مُدَّةٌ. فَإِذَا كَانَ آلِفًا مَأْلُوفًا انْتَصَرَ بِالالْفَةِ عَلَى أَعَادِيهِ، وَامْتَنَعَ مِنْ حَاسِدِيهِ، فَسَلِمَتْ نِعْمَتُهُ مِنْهُمْ، وَصَفَتْ مُدَّتُهُ عَنْهُمْ، وَإِنْ كَانَ صَفْوُ الزَّمَانِ عُسْرًا، وَسِلْمُهُ خَطَرًا.

فَأَمَّا الْقَاعِدَةُ الثَّالِثَةُ: فَهِيَ الْمَادَّةُ الْكَافِيَةُ؛ لِأَنَّ حَاجَةَ الانْسَانِ لاَزِمَةٌ لاَ يُعَرَّى مِنْهَا بَشَرٌ. قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: 'وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لاَ يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوا خَالِدِينَ.' فَإِذَا عَدَمَ الْمَادَّةَ الَّتِي هِيَ قِوَامُ نَفْسِهِ لَمْ تَدُمْ لَهُ حَيَاةٌ، وَلَمْ تَسْتَقِمْ لَهُ دُنْيَا...

انتظام أحوال الناس (الْماوردي، أدب الدنيا والدين)

إن ما به تصلَحُ الدنيا حتّى تصيْرَ أحوالُها منتظمةٌ وأمورُها ملتئِمةٌ ستّة أشياءٍ في قواعدها. وإن تفرعتْ، وهي: دينٌ مُتَّبَع، وسلطان قاهر، وعدل شامل، وأمن عام، وخصبٌ دائم، وأملٌ فسيحٌ.

فأما القاعدةُ الأولى وهي الدين المتَّبع، فلأنه يَصرِفُ النفوسَ عن شهواتِها، ويعطِفُ القلوبَ عن إرادتِها حتّى يصير قاهرًا للسرائر، زاجرًا للضمائر، رقيبا على النُفوس في خَلَواتِها، نصوحا لَها في مُلِمَّاتِها.

وَأَمَّا الْقَاعِدَةُ الثَّانِيَةُ: فَهِيَ سُلْطَانٌ قَاهِرٌ تَتَأَلَّفُ مِنْ رَهْبَتِهِ الاهْوَاءُ الْمُخْتَلِفَةُ، وَتَجْتَمِعُ لِهَيْبَتِهِ الْقُلُوبُ الْمُتَفَرِّقَةُ، وَتَكُفُّ بِسَطْوَتِهِ الايْدِي الْمُتَغَالِبَةُ، وَتَمْتَنِعُ مِنْ خَوْفِهِ النُّفُوسُ الْعَادِيَةُ؛ لِأَنَّ فِي طِبَاعِ النَّاسِ مِنْ حُبِّ الْمُغَالَبَةِ عَلَى مَا آثَرُوهُ وَالْقَهْرِ لِمَنْ عَانَدُوهُ، مَا لاَ يَنْكَفُّونَ عَنْهُ الا بِمَانِعٍ قَوِيٍّ، وَرَادِعٍ مَلِيٍّ....

ملتئِمةٌ	اکٹھے	السرائر	راز	عَانَدُوهُ	انہوں نے اس کی مخالفت کی
خصبٌ	زرخیز	مُلِمَّاتِ	تباہ کاریاں	يَنْكَفُّونَ	وہ باز رہتے ہیں

وَأَمَّا الْقَاعِدَةُ الثَّالِثَةُ: فَهِيَ عَدْلٌ شَامِلٌ يَدْعُو إِلَى الالْفَةِ، وَيَبْعَثُ عَلَى الطَّاعَةِ، وَتَتَعَمَّرُ بِهِ الْبِلاَدُ، وَتَنْمُو بِهِ الامْوَالُ، وَيَكْثُرُ مَعَهُ النَّسْلُ، وَيَأْمَنُ بِهِ السُّلْطَانُ. فَقَدْ قَالَ الْمَرْزُبَانُ[1] لِعُمَرَ، حِينَ رَآهُ وَقَدْ نَامَ مُتَبَذِّلًا: عَدَلْتَ فَأَمِنْتَ فَنِمْتَ. وَلَيْسَ شَيْءٌ أَسْرَعُ فِي خَرَابِ الارْضِ وَلاَ أَفْسَدُ لِضَمَائِرِ الْخَلْقِ مِنَ الْجَوْرِ؛ لِأَنَّهُ لَيْسَ يَقِفُ عَلَى حَدٍّ وَلاَ يَنْتَهِي إِلَى غَايَةٍ، وَلِكُلِّ جُزْءٍ مِنْهُ قِسْطٌ مِنَ الْفَسَادِ حَتَّى يَسْتَكْمِلَ....

وَأَمَّا الْقَاعِدَةُ الرَّابِعَةُ: فَهِيَ أَمْنٌ عَامٌّ تَطْمَئِنَّ إِلَيْهِ النُّفُوسُ وَتَنْتَشِرُ فِيهِ الْهِمَمُ، وَيَسْكُنُ إِلَيْهِ الْبَرِيءُ، وَيَأْنَسُ بِهِ الضَّعِيفُ. فَلَيْسَ لِخَائِفٍ رَاحَةٌ، وَلاَ لِحَاذِرٍ طُمَأْنِينَةٌ....

وَأَمَّا الْقَاعِدَةُ الْخَامِسَةُ: فَهِيَ خِصْبٌ دَارٍ تَتَّسِعُ النُّفُوسُ بِهِ فِي الاحْوَالِ وَتَشْتَرِكُ فِيهِ ذُو الاكْثَارِ وَالاقْلاَلِ. فَيَقِلُّ فِي النَّاسِ الْحَسَدُ، وَيَنْتَفِي عَنْهُمْ تَبَاغُضُ الْعَدَمِ، وَتَتَّسِعُ النُّفُوسُ فِي التَّوَسُّعِ، وَتُكْثِرُ الْمُوَاسَاةَ وَالتَّوَاصُلَ. وَذَلِكَ مِنْ أَقْوَى الدَّوَاعِي لِصَلاحِ الدُّنْيَا وَانْتِظَامِ أَحْوَالِهَا، وَلِأَنَّ الْخِصْبَ يَئُولُ إِلَى الْغِنَى وَالْغِنَى يُورِثُ الامَانَةَ وَالسَّخَاءَ. إِذَا كَانَ الْخِصْبُ يُحْدِثُ مِنْ أَسْبَابِ الصَّلاحِ مَا وَصَفْتُ، كَانَ الْجَدْبُ يَحْدُثُ مِنْ أَسْبَابِ الْفَسَادِ مَا ضَادَّهَا. وَكَمَا أَنَّ صَلاحَ الْخِصْبِ عَامٌّ، فَكَذَلِكَ فَسَادُ الْجَدْبِ عَامٌّ، وَمَا عَمَّ بِهِ الصَّلاحُ إِنْ وُجِدَ، وَمَا عَمَّ بِهِ الْفَسَادُ إِنْ فُقِدَ، فَأَحْرَى أَنْ يَكُونَ مِنْ قَوَاعِدِ الصَّلاحِ وَدَوَاعِي الاسْتِقَامَةِ.... وَأَمَّا الْقَاعِدَةُ السَّادِسَةُ:

فَهِيَ أَمَلٌ فَسِيحٌ يَبْعَثُ عَلَى اقْتِنَاءِ مَا يَقْصُرُ الْعُمُرُ عَنْ اسْتِيعَابِهِ وَيَبْعَثُ عَلَى اقْتِنَاءِ مَا لَيْسَ يُؤَمَّلُ فِي دَرْكِهِ بِحَيَاةِ أَرْبَابِهِ. وَلَوْلاَ أَنَّ الثَّانِيَ يَرْتَفِقُ بِمَا أَنْشَأَهُ الاوَّلُ حَتَّى يَصِيرَ بِهِ مُسْتَغْنِيًا، لاَفْتَقَرَ أَهْلُ كُلِّ عَصْرٍ إِلَى إِنْشَاءِ مَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِ مِنْ مَنَازِلِ السُّكْنَى وَأَرَاضِي الْحَرْثِ، وَفِي ذَلِكَ مِنَ الإِعْوَازِ وَتَعَذُّرِ الامْكَانِ مَا لاَ خَفَاءَ بِهِ. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ: الامَلُ رَحْمَةٌ مِنْ اللَّهِ لِأُمَّتِي، وَلَوْلاَهُ لَمَا غَرَسَ غَارِسٌ شَجَرًا وَلاَ أَرْضَعَتْ أُمٌّ وَلَدًا.

(۱) مرزبان ایرانی بادشاہ کا سفیر تھا جو سیدنا عمر کے پاس آیا تو آپ عام شخص کی طرح مسجد کے فرش پر سو رہے تھے۔

الدَّوَاعِي	داعیہ کی جمع، ترغیبات	أَحْرَى	زیادہ مناسب	الإِعْوَازِ وَتَعَذُّرِ	غربت اور مشکل
يَئُولُ إِلَى	وہ واپس آتا ہے	أَمَلٌ فَسِيحٌ	طویل امید	تَبَاغُضُ الْعَدَمِ	دولت نہ ہونے کے باعث باہمی نفرت
الْجَدْبُ	زرخیز نہ ہونا، کم پیداوار	يَرْتَفِقُ	اس کے ساتھ ہو		

وجوه الْمعاش وأصنافُه ومذاهبُه (ابن خلدون، مقدمة)

اعلم أن الْمعاشَ هو عبارة عن ابتغاءِ الرزق والسعي في تَحصيله، وهو مفعلٌ من العيش. كأنه لِما كان العيش الذي هو الحياة لا يَحصُل إلا بِهذه، جعلت موضعا له على طريق المبالغة. ثم إنّ تَحصيل الرزق وكسبَه:

إما أن يكون بأخذِه من يد الغيْرِ وانتزاعِه بالاقتدار عليه، على قانونٍ متعارفٍ، ويُسمّى مغرمًا وجِبايةً. وإما أن يكون من الحيوان الوحشي باقتِنَاصِه وأخذِه برميه من البَرّ أو البحر، ويُسمّى اصطيادًا. وإما أن يكون من الحيوان الداجِنِ باستخراجِ فضولِه المتصرّفة بين الناس في منافعِهم، كاللبَنِ مِن الأنعامِ، والحريرِ مِن دُودَةٍ، والعسل من نَحله، أو يكون من النبات في الزرعِ والشجرِ بالقيام عليه وإعدادِه لاستخراجِ ثَمرته. ويسمّى هذا كلُّه فلحًا.

وإما أن يكونَ الكَسبُ من الأعمال الإنسانِيَة: إما في موادٍ بِعَينِها، وتُسمّى الصنائعُ من كتابةٍ وتِجارةٍ وخيّاطة وحيّاكة وفُرُوسِيَةٍ وأمثال ذلك، أو في مواد غير معينة، وهي جميع الامتهانات والتصرفات، وإما أن يكون الكسبُ من البضائعِ وإعدادها للأعواضِ، إما بالتقلّب بِها في البلادِ أو احتِكارها وارتقابِ حوالَةِ الأسواق فيها. ويسمّى هذا تِجارة.

أنواعُ الصناعاتِ (أصفهاني، الذريعة)

الصناعاتُ ضربانِ: عِلميٌّ وعملي. فالعلميُّ: ما يستغنِى فيه عن الاستعانة بالجوارِح من اليدِ والرِجل، كالْمعارفِ الإلَهِيّة والحساب. والعملي: ما يَحتاج فيه إلى الاستعانةِ بالجوارِحِ، وذلك ضربان: الأول: شيءٌ ينقضي بانقضاء حرَكةِ الصانع، كالرقص والزمر والْمُحَاكاة. والثاني: شيءٌ يَبقٰى له أثر ، وذلك ضربان: ضربٌ يبقى له أثرٌ معقولٌ لا مَحسوسٌ، كالطِبّ والبيطرة، وضرب يبقى له أثر محسوس كالبناءِ والكتابة.

جِبايةً	ٹیکس	الداجِنِ	گھریلو پالتو جانور	البضائعِ	سامان
اقتِنَاص	شکار کرنا	الحريرِ دُودَةٍ	ریشم، ریشم کا کیڑا	أعواضِ	متبادل سامان
اصطيادًا	شکار کرنا	فُرُوسِيَةٍ	گھوڑے پالنا	ارتقابِ حوالَةِ	Looking for Bill of Exchange

أحوال الإنسان في الكسب (الْماوردي، أدب الدنيا والدين)

وَإِذْ قَدْ وَضَحَ الْقَوْلُ فِي أَسْبَابِ الْمَوَادِّ وَجِهَاتِ الْكَسْبِ، فَلَيْسَ يَخْلُو حَالُ الانْسَانِ فِيهَا مِنْ ثَلاَثَةِ أُمُورٍ:

أَحَدُهَا: أَنْ يَطْلُبَ مِنْهَا قَدْرَ كِفَايَتِهِ، وَيَلْتَمِسَ وَفْقَ حَاجَتِهِ، مِنْ غَيْرِ أَنْ يَتَعَدَّى إلَى زِيَادَةٍ عَلَيْهَا، أَوْ يَقْتَصِرَ عَلَى نُقْصَانٍ مِنْهَا. فَهَذِهِ أَحَدُ أَحْوَالِ الطَّالِبِيْنَ، وَأَعْدَلُ مَرَاتِبِ الْمُقْتَصِدِينَ....

وَالامْرُ الثَّانِي: أَنْ يُقَصِّرَ عَنْ طَلَبِ كِفَايَتِهِ، وَيَزْهَدَ فِي الْتِمَاسِ مَادَّتِهِ. وَهَذَا التَّقْصِيْرُ قَدْ يَكُونُ عَلَى ثَلاَثَةِ أَوْجُهٍ: فَيَكُونُ تَارَةً كَسَلًا، وَتَارَةً تَوَكُّلًا، وَتَارَةً زُهْدًا وَتَقَنُّعًا. فَإِنْ كَانَ تَقْصِيرُهُ لِكَسَلٍ فَقَدْ حُرِمَ ثَرْوَةُ النَّشَاطِ، وَمَرَحُ الاغْتِبَاطِ، فَلَنْ يَعْدَمَ أَنْ يَكُونَ كَلًّا قَصِيًّا، أَوْ ضَائِعًا شَقِيًّا. وَقَدْ رُوِيَ عَنْ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَنَّهُ قَالَ: 'كَادَ الْحَسَدُ أَنْ يَغْلِبَ الْقَدَرَ، وَكَادَ الْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْرًا.' وَقَالَ بَزَرْجَمْهَرُ: 'إنْ كَانَ شَيْءٌ فَوْقَ الْحَيَاةِ فَالصِّحَّةُ. وَإِنْ كَانَ شَيْءٌ مِثْلَهَا فَالْغِنَى، وَإِنْ كَانَ شَيْءٌ فَوْقَ الْمَوْتِ فَالْمَرَضُ، وَإِنْ كَانَ شَيْءٌ مِثْلَهُ فَالْفَقْرُ.' وَقِيلَ فِي مَنْثُورِ الْحِكَمِ: الْقَبْرُ خَيْرٌ مِنْ الْفَقْرِ....

وَأَمَّا الامْرُ الثَّالِثُ: فَهُوَ أَنْ لاَ يَقْنَعَ بِالْكِفَايَةِ وَيَطْلُبَ الزِّيَادَةَ وَالْكَثْرَةَ، فَقَدْ يَدْعُو إلَى ذَلِكَ أَرْبَعَةُ أَسْبَابٍ:

. أَحَدُهَا: مُنَازَعَةُ الشَّهَوَاتِ الَّتِي لاَ تُنَالُ الا بِزِيَادَةِ الْمَالِ وَكَثْرَةِ الْمَادَّةِ،...

. وَالسَّبَبُ الثَّانِي: أَنْ يَطْلُبَ الزِّيَادَةَ وَيَلْتَمِسَ الْكَثْرَةَ لِيَصْرِفَهَا فِي وُجُوهِ الْخَيْرِ، وَيَتَقَرَّبَ بِهَا فِي جِهَاتِ الْبِرِّ، وَيَصْطَنِعَ بِهَا الْمَعْرُوفَ، وَيُغِيثَ بِهَا الْمَلْهُوفَ. فَهَذَا أَعْذَرُ...

. وَالسَّبَبُ الثَّالِثُ: أَنْ يَطْلُبَ الزِّيَادَةَ وَيَقْتَنِيَ الامْوَالَ؛ لِيَدَّخِرَهَا لِوَلَدِهِ، وَيَخْلُفُهَا عَلَى وَرَثَتِهِ، مَعَ شِدَّةِ ضَنِّهِ عَلَى نَفْسِهِ، وَكَفِّهِ عَنْ صَرْفِ ذَلِكَ فِي حَقِّهِ... وَهَذَا شَقِيٌّ بِجَمْعِهَا، مَأْخُوذٌ بِوِزْرِهَا، قَدْ اسْتَحَقَّ اللَّوْمَ مِنْ وُجُوهٍ لاَ تَخْفَى عَلَى ذِي لُبٍّ..

تَقَنُّعًا	قناعت کرنا	مَرَحُ الاغْتِبَاطِ	لطف اندوز ہونے کی خوشی	أَعْذَرُ	عذر رکھنے والا
كَسَلٍ	سستی	الْمَلْهُوف	خواہش کرتے ہوئے	ضَنِّهِ	دولت کو سمیٹ سمیٹ کر رکھنا

وَالسَّبَبُ الرَّابِعُ: أَنْ يَجْمَعَ الْمَالَ وَيَطْلُبَهُ اسْتِحْلالا لِجَمْعِهِ، وَشَغَفًا بِاحْتِرَامِهِ. فَهَذَا أَسْوَأُ النَّاسِ حَالًا فِيهِ، وَأَشَدُّهُمْ حُزْنًا لَهُ، قَدْ تَوَجَّهَتْ إِلَيْهِ سَائِرُ الْمَلاوِمِ حَتَّى صَارَ وَبَالًا عَلَيْهِ وَمَذَامَّ. وَفِي مِثْلِهِ قَالَ اللَّهُ تَعَالَى: 'وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ.'

نظريّة الصَّنائعِ (ابن خلدون، مقدمة)

إعلَم أنّ الصناعة1 هي مَلكةٌ في أمرٍ عمليٍ فكري. وبكونه عمليًا هو جسمانِي محسوس. والأحوال الجسمانيةُ الْمحسوسة، فنقلُها بالمباشرةِ أوعَبُ لها وأكمل، لأنّ المباشَرةَ في الأحوال الجسمانية الْمحسوسة أتَمُّ فائدةً. والملكةُ صِفةٌ راسخة تَحصُل عن استعمالِ ذلك الفعلِ وتكرُّرِه مرّةً بعد أخرى، حتّى ترسَخُ صورتُه. وعلى نسبة الأصل تكون الملكة. ونقل الْمُعايَنَةِ أوعبُ وأتمّ من نقل الْخَبَرِ والعلم. فالْملكة الحاصلةُ عنه أكملُ وأرسخُ مِن الملكة الحاصلة على الْخَبَر. وعلى قدرِ جُودةِ التعليم ومَلَكَةِ الْمُعلّم يكون حِذقُ الْمُتعلّم في الصناعةِ وحصول ملكتِه.

ثُم إنّ الصنائع منها البسيطُ ومنها الْمُركَّب. والبسيط هو الذي يَختصُّ بالضروريات، والْمركب هو الذي يكون للكماليات. والْمتقدَّم منها في التعليمِ هو البسيطُ، لبَساطتِه أولًا، ولأنّه مُختصّ بالضروري الذي تتوَفَّرُ الدواعِيُّ على نقلِه، فيكون سابقًا في التعليمِ ويكون تعليمُه لذلك ناقصًا. ولا يزال الفكرُ يَخرُج أصنافَها ومركباتَها من القُوَّةِ إلى الفعلِ، بالاستنباط شيئًا فشيئًا على التدريجِ، حتّى تكمُلَ. ولا يَحصُلُ ذلك دَفعةً وإنما يَحصل في أزمانٍ وأجيالٍ... ولهذا تَجدُ الصنائعُ في الأمصارِ الصغيْرَةِ ناقصةً، ولا يوجد منها إلا البسيطُ، فإذا تزايَدتْ حضارتُها ودعتْ أمور الترفِ فيها إلى استعمال الصنائعِ، خرجتْ من القوة إلى الفعل. [2]

(۱) اس کا مطلب ہے کہ کسی چیز کا پوٹینشل موجود تھا۔ اسے استعمال میں لا کر اس پوٹینشل سے کوئی چیز تخلیق کی گئی۔

الصناعة	مہارت	أوعَبُ	زیادہ مناسب	البسيطُ	سادہ
المباشرةِ	ڈائرکٹ	ترسَخُ	وہ راسخ ہوتا ہے	الْمُركّب	پیچیدہ
مَلكة	ٹیلنٹ، خصوصیت	الْمُعايَنَةِ	معائنہ	من القُوَّةِ إلى الفعلِ	صلاحیت کا عمل میں آنا

بيان الطريق في رِياضَةِ الصِبيان في أوّل نشوهم ووجه تأديبهم وتحسين أَخلاقهم (غزالي، أحياء العلوم)

اِعلَم أن الطريقَ في رياضةِ الصبيان من أهمِّ الأمور وأوكدِها. والصبيان أمانةٌ عند والدَيه وقلبُه الطاهرُ جوهرةٌ نفيسةٌ ساذجةٌ خالية عن كل نقشٍ وصورةٍ. وهو قابلٌ لكل ما نُقِشَ ومائل إلى كلِّ ما يُمال به إليه.... وقد قال الله عز وجل: 'يآأيها الذين آمنوا قوا أنفسكم وأهليكم نارا.' ومهما كان الأبُ يَصونه عن نارِ الدنيا فَبِأن يصونَه عن نار الآخرةِ أَولٰى.

وصيانتُه بأن يؤدّبَه ويهذّبَه ويعلّمَه محاسنَ الأخلاق ويَحفَظه من القُرناءِ السُوءِ ولا يُعَوّدَه التنعّمَ ولا يُحبّب إليه الزينةَ والرفاهية فيُضِيعُ عمرَه في طلبِها إذا كَبُرَ فيَهلك هلاكَ الأبدِ. بل ينبغي أن يراقبَه من أول أمرِه فلا يستعمل في حضانتِه وإرضاعِه إلا امرأةً متديّنَة تأكلُ الحلالَ...

ومهما رأى فيه مَخايلَ التمييز فينبغي أن يُحسِنَ مراقبتَه وأوّل ذلك ظهورُ أوائل الحياءِ. فإنه إذا كان يَحتَشِمُ ويستحي ويترُك بعضَ الأفعال فليس ذلك إلا لإشراقِ نورِ العقل عليه حتّى يرى بعضَ الأشياء قبيحًا ومُخالفًا للبعض فصار يستحي من شيءٍ دُونَ شيءٍ. وهذه هدِيَّةٌ من الله تعالى إليه وبشارةٌ تدل على اعتدال الأخلاقِ وصَفاءِ القلب. وهو مبشِّر بكمال العقل عند البُلوغ.

فالصبِي المُستَحي لا ينبغي أن يُهمَلَ بل يُستعان على تأديبِه بِحيائِه أو تَمييزِه. وأوّل ما يَغلِب عليه من الصفات شَرُّهُ الطعامُ، فينبغي أن يُؤدّب فيه مثل أن لا يأخذُ الطعام إلا بيمينِه وأن يقول عليه 'بسم الله' عند أخذِه وأن يأكل مِما يليه وأن لا يُبادِرَ إلى الطعام قبلَ غيْرِه وأن لا يَحدِقَ النظرَ إليه ولا إلى مَن يأكل وأن لا يُسرِع في الأكلِ وأن يُجيدَ الْمَضغ....

ويُحفَظ الصبِي عن الصبيان الذين عُوِّدوا التنعّم والرفاهية ولبس الثيابِ الفاخرةِ وعن مُخالطةِ كلّ من يسمعه ما يرغبه فيه.

ساذجةٌ	معصوم، سادہ	يُعَوّد	وہ عادت ڈالتا ہے	يَحتَشِمُ	وہ حیاء دار بنتا ہے
يَصون	وہ حفاظت کرتا ہے	التنعّمَ الرفاهية	لگژری	يَحدِقَ	وہ گھورتا ہے
القُرَناءِ السوءِ	برے ساتھی	حضانة	دودھ پلانا	يَجيد الْمضغ	وہ آواز سے چباتا ہے

فإن الصبِي مهما أُهْمِلَ في ابتداءِ نَشوه خرج في الأغلَبِ رديءَ الأخلاق كذّابا حَسودًا سَروقًا نَمّاما لَحوحًا ذا فصولٍ وضِحك وكيادٍ ومَجانةٍ. وإنّما يُحفظ عن جَميع ذلك بِحُسنِ التأديب. ثُم يشتغل في المكتبِ فيتعلّم القرآنَ وأحاديثَ الأخيارِ وحكاياتِ الأبرار وأحوالَهم لينغَرِسَ في نفسِه حبَّ الصالحين. ويَحفظ من الأشعارِ التِي فيها ذكرُ العشق وأهلِه. ويَحفظ من مخالطةِ الأُدباءِ الذين يزعَمُونَ أنّ ذلك مِن الظرفِ ورِقّة الطبع. فإن ذلك يَغرِسُ في قلوب الصبيانَ بَذَرَ الفسادِ.

ثم مهما ظهر من الصبِي خُلُقٌ جَميلٌ وفعلٌ مَحمودٌ فينبغي أن يُكرمَ عليه ويُجازى عليه بِما يَفرح به ويَمدحُ بيْنَ أظهرِ الناس. فإن خالف ذلك في بعضِ الأحوال مرّة واحدة فينبغي أن يتغافَلَ عنه ولا يهتِكُ ستَرَه ولا يُكاشفه ولا يظهَر له أنه يتصوّر أن يتجاسَرُوا أحد على مثله. ولا سيما إذا ستَرَه الصبِي واجتهد في إخفائِه، فإن إظهارَ ذلك عليه ربّما يفيدُه جسارةً حتّى لا يُبالِي بالمكاشفةِ فعند ذلك. إن عاد ثانيًا فينبغي أن يُعاتَب سِرًّا... ولا تُكثِرِ القولَ عليه بالعتابِ في كلّ حيْن فإنه يَهون عليه سِماع الملامةِ وركوبِ القبائح ويسقُطُ وقعُ الكلامِ من قلبِه...

وينبغي أن يَمنعَ عن النومِ نِهارا، فإنّه يُورث الكسلَ ولا يَمنع منه ليلًا ولكن يَمنَعُ الفرشَ الوطِيئَةَ حتّى تَتصَلَّبُ أعضاؤُه ولا يُسمِنُ بدنَه، فلا يصبِرُ عن التنعّم بل يُعوّد الخشونةَ في المَفرشِ والملبسِ والمطعم. وينبغي أن يَمنع من كل ما يفعله في خفيةٍ، فإنّه لا يُخفِيه إلا وهو يَعتقِدُ أنّه قبيحٌ. فإذا ترك تُعوّد فعلَ القبيح.

ويعوّد في بعضِ النهار الْمَشي والحركةِ والرياضة حتّى لا يغلبَ عليه الكسلُ... ويُمنع من أن يفتَخِرَ على أقرانِه بشيءٍ مِما يَملِكُه والداه أو بشيءٍ مِن مطاعِمه وملابسِه أو لوحِه ودواتِه، بل يعوّد التواضعَ والإكرام لكل من عاشَرَه والتلطّف في الكلامِ معهم.

أُهْمِلَ	اسے نذر انداز کیا گیا	مَجانةٍ	بد تمیز، بے شرم	يُسمِنُ	وہ موٹا ہو جاتا ہے
نَمّاما	چغلی خور	لا يهتِكْ	نہ پھاڑو	الرياضة	کھیل، مشق
لَحوحًا	ضدی	يتجاسَرُوا	وہ جرأت کرتے ہیں	لوحِ دواتِ	قلم دوات
كيادٍ	دھوکے باز	الوطِيئَةَ	نرم	التلطّف	مہربانی، نرمی

ويُمنع من أن يأخذَ من الصبيان شيئا بِدَالةَ حِشمةٍ. إن كان من أولاد الْمُحتشميْنَ، بل يعلّم أن الرفعةَ في الإعطاءِ لا في الأخذِ، وأن الأخذَ لؤمٌ وخِسةٌ ودناءةٌ. وإن كان من أولاد الفقراءِ فليعلّم أنّ الطمعَ والأخذ مهانةٌ وذِلّة. وأنّ ذلك من دأبِ الكلب فإنّه يُبصبِصُ في انتظارِ لُقمةٍ والطمعِ فيها .وبالجُملة يَقبُحُ إلى الصبيانِ حبُّ الذهبِ والفضةِ والطمعِ فيهما. ..

وينبغي أن يعوّد أن لا يَبصُقَ في مجلِسه، ولا يَمتَخِطَ، ولا يَتَثَاءَبَ بِحضرةِ غيْرِه، ولا يستدبِرَ غيْرَه، ولا يضع رِجلا على رِجل، ولا يضعُ كفّه تَحت ذَقَنِه، ولا يعمّد رأسَه بساعِدِه، فإنّ ذلك دليل الكسلِ. ويُعلَّم كيفيةَ الجُلوس. ويُمنَع كثرةَ الكلامِ ويُبيَّن له أن ذلك يدلّ على الوقاحةِ، وأنه فعلُ أبناءِ اللِئَام.

ويُمنع اليمينَ رأسا صادقا كان أو كاذبًا حتى لا يعتادُ ذلك في الصِغر. ويُمنع أن يبتديءَ بالكلام ويعوّد أن لا يتكلّم إلا جوابًا وبِقدرِ السؤال، وأن يُحسنَ الاستماع مهما تَكلَّم غيرُه مِمن هو أكبر منه سنًّا. وأن يقومَ لِمن فوقَه ويُوسِّع له المكان ويَجلس بين يديه. ويُمنع من لغوِ الكلام وفحشه ومِنَ اللعن والَسبّ ومن مُخالطةِ من يَجري على لسانِه شيء من ذلك. فإن ذلك يسري لا محالة من القُرناء السوء. وأصل تأديب الصبيان الحِفظ من قُرَناء السوء.... وينبغي أن يعلّم طاعةَ والدَيه ومعلَّمَه ومؤدّبه ومَن هو أكبَرُ منه سنّا من قريبٍ وأجنبِيٍّ. وأن ينظُرَ إليهم بعيْنِ الجلالة والتعظيمِ وأن يتركَ اللعبَ بين أيديهم.

ومهما بلغ سن التمييزِ فينبغي أن لا يُسامِحَ في ترك الطهارةِ والصلاة ويؤمَّر بالصومِ في بعضِ أيام رمضان. ويُجنَبُ لبسَ الديباج والحريرَ والذهب. ويعلّم كل ما يَحتاج إليه من حدودِ الشرع ويُخوّف من السرقةِ وأكلِ الحرام ومن الخيانةِ والكذب والفحش وكل ما يَغلِبُ على الصبيانِ.

بِدَالةَ	تبادلہ	يُبصبِصُ	وہ دم ہلاتا ہے، مراد للچائی نظر سے دیکھا ہے	يَتَثَاءَبَ	وہ جماہی لیتا ہے
لؤمٌ وخِسةٌ ودناءةٌ	گھٹیا پن	يَبصُقَ	وہ تھوکتا ہے	الوقاحةِ	بے شرمی
مَهَانةٌ	بے عزتی	يَمتَخِطَ	وہ ناک سڑکتا ہے	يُسامَحَ	اسے معاف کیا جاتا ہے

فمهما قارَبَ البلوغ أمكن أن يعرفَ أسرارَ هذه الأمور، فيُذكر له أنّ الأطعمةَ أدوِيَةٌ. وإنّما المقصود منها أن يُقوّى الإنسانَ بِها على طاعةِ الله عز وجل. وأنّ الدنيا كلَّها لا أصلَ لَها إذْ لا بقاءَ لَها وإنّ الموت يقطعُ نعيمَها. وأنّها دارُ مُمِرٍّ، لا دارَ مقرّ. وأنّ الآخرةَ دار مقرّ لا دار مُمر. وأنّ الْموتَ منتظر في كلّ ساعةٍ. وأن الكِيسَ العاقل من تزوّد من الدنيا للآخرةِ حتّى تعظُمَ درجتُه عند الله تعالى ويتّسِعُ نعيمُه في الجنانِ.

فإذا كان النشوُ صالِحًا، كان هذا الكلام عند البلوغِ واقعًا مؤثّرًا ناجِعًا، يثبُت فِي قلبِه كما يثبُت النقشُ في الحجرِ. وإن وقع النشو بِخلاف ذلك حتّى ألِفَ الصبِيُ اللعبَ والفحشَ والوقاحةَ وشرّه الطعام واللباس والتزيّن والتفاخرِ، نَبَا قلبُه عن قبولِ الحق نبوةَ الحائطِ عن التُرابِ اليابِس. فأوائل الأمور هي التِي ينبغي أن تُرَاعى فإن الصبِي بِجوهرِه خُلِقَ قابلا للخيْرِ والشر جَميعًا. وإنّما أبواه يَميلان به إلى أحد الجانبيْنِ.

أن الشِدّةَ على الْمتعلِّميْن مُضِرَّةٌ بِهم (ابن خلدون، مقدمة)

وذلك أن إرهافَ الحدّ في التعليمِ مُضِرٌّ بالمتعلّم، سيَّما في أصاغِر الولَد، لأنه من سوءِ الملكة. ومَن كان مُربَّاه بالعسفِ والقهرِ مِن الْمتعلميْنَ أو الْمماليكِ أو الخدمِ، سَطَا به القهرُ. وضيّق على النفس في انبساطِها، وذهب بنشاطِها. ودعاه إلى الكسلِ وحُمِل على الكذبِ والْخُبث، وهو التظاهر بغيْرِ ما في ضميْرِه، خوفًا من انبساطِ الأيدي بالقهرِ عليه.

وعلّمه المكرَ والخديعةَ لذلك. وصارت له هذه عادةً وخُلُقًا، وفَسدت معانِي الإنسانية التِي له من حيثُ الاجتماعِ والتمدّن، وهي الحميةُ والمدافعة عن نفسِه أو منْزله. وصار عيالًا على غيْرِه في ذلك، بل وكَسِلَتِ النفسُ عن اكتساب الفضائلِ والخُلُق الجميلِ، فانقبضت عن غايتِها ومَدَى انسانيتها، فارتَكَسَ وعاد في أسفَلِ السافليْنَ. وهكذا وَقَعَ لكلّ أمّة حصلت في قبضةِ القهر ونال منها العسف. واعتبَره في كل من يُملَك أمرُه عليه. ولا تكون الملكةُ الكافلةُ له رفيقةٌ به.

إرهافَ الحدّ	بہت پریشر ڈالنا	انبساطِ	نرمی، آسانی	ارتَكَسَ	وہ تباہ کرتا ہے
العسفِ	پریشر، دبانا، ظلم	عيالًا على	کسی پر بوجھ بننا	مَدَى	حد تک

في وجهِ الصَواب في تعليمِ العُلوم وطريقِ إفادتِه (ابن خلدون، مقدمة)

اعلم أن تلقيْنَ العلوم للمتعلميْن إنما يكون مفيدًا، إذا كان على التدريجِ، شيئًا فشيئًا، وقليلا قليلًا، يُلقٰى عليه أولًا مسائلُ من كل بابٍ مِن الفَنِّ هي أصولُ ذلك الباب. ويُقرَّب له في شرحها على سبيلِ الإجْمال ويُراعٰى في ذلك قوةُ عقلِه واستعدادِه لقبولِ ما يُورَدَ عليه، حتّى ينتَهِيَ إلى آخِرِ الفن. وعند ذلك يَحصُل له ملكةٌ في ذلك العلمِ، إلا أنّها جُزئيَةٌ وضعيفة.

وغايتُها أنّها هيأتُه لفهمِ الفن وتَحصيل مسائلِه. ثُم يَرجِع به إلى الفنِ ثانيةً، فيَرفعه في التلقِيْنِ عن تلك الرتبة إلى أعلى منها، ويستوفِي الشرح والبيان، ويَخرج عن الإجْمال، ويذكر له ما هنالك من الخلاف ووجهِه، إلى أن ينتهيَ إلى آخر الفن فتَجُودُ ملكتُه.

ثُم يرجع به وقد شدَا فلا يُترك عويصًا ولا مبهمًا ولا مغلقًا إلا وضّحه وفتّح له مقفَله. فيخلص من الفن وقد استولى على ملكتِه. هذا وجه التعليمِ الْمفيد وهو كما رأيتُ إنّما يُحصل في ثلاث تكراراتٍ. وقد يُحصل للبعضِ في أقلّ من ذلك بِحسب ما يخلق له ويتيسّر عليه.

وقد شاهدنا كثيْرًا من الْمعلّميْن لِهذا العَهدِ الذي أدركنا يَجهلُون طُرُقَ التعليمِ وإفاداتِه، ويَحضرون للمتعلّم في أول تعليمِه المسائلَ الْمُقفَلَة من العلم، ويُطالبونه بإحضارِ ذهنِه في حلّها، ويَحسبُون ذلك مرانًا على التعليم وصوابًا فيه. ويكلّفونه رَعيَ ذلك وتَحصيلَه، فيخلّطون عليه بِما يُلقُون له من غاياِت الفُنون في مبادئِها، وقبل أن يستعِدّ لفهمِها. فإنّ قبولَ العلم والاستعداداِت لفهمِه تَنشأُ تدريْجًا. ويكون الْمتعلّم أول الأمرِ عاجزًا عن الفهمِ بالجُملة، إلا في الأقلّ وعلى سبيلِ التقريبِ والإجْمال وبالأمثال الحسية.

آج کا اصول: لفظ ' لا بُدَّ' کا معنی ہے 'اس سے فرار ممکن نہیں' یعنی 'یہ ضروری ہے کہ' جیسے لابُدّ أنْ تَعَلَّمَ الكِتَابَةَ (یہ ضروری ہے کہ آپ لکھنا سیکھ لیں)، لابد مِنَ الإختِبَار (امتحان دینا ضروری ہے) وغیرہ۔ اگر لابد کے ساتھ اسم استعمال کیا جائے تو اس اسم سے پہلے 'مِن' استعمال کیا جاتا ہے۔

استعدادِ	صلاحیت، رجحان	عويصًا	مشکل	إحضارِ ذهنِ	ذہن کو حاضر کرنا
التلقِيْنِ	استاذ کی تعلیم و تربیت	مُقفَل	بند	مِرانًا	پریکٹس سے

اگلاماڈیول۔۔۔AT12

اگلاماڈیول AT12 ہے، جس کی کچھ جھلکیاں یہ ہیں:

- ابن خلدون کے سیاسی نظریات، آٹھویں صدی میں لکھے گئے مشہور مقدمہ ابن خلدون کے اقتباسات
- مسلمانوں کا فلسفہ اخلاق، علم الاخلاق پر مسلم فلسفیوں کی تحریریں
- علوم القرآن۔۔۔ایک تعارف، دور جدید کے ایک عرب عالم کی تحریر
- سبع معلقات، دور جاہلیت کی شاعری کی سات مشہور نظمیں، جو اس زمانے کی بہترین شاعری سمجھی جاتی ہے

علوم اسلامیہ پروگرام
قرآنی عربی
علوم القرآن
علوم الحدیث
علم الفقہ
مطالعہ تاریخ
سیرت
علوم دینیہ کا مطالعہ اور تحقیق
مسلم گروہوں کا تقابلی مطالعہ
مذاہب عالم کا تقابلی مطالعہ
اسلام اور علوم جدید
تزکیہ نفس
دعوت دین